بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ   وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

حضرت مسیح موعودؑ اور خدمت اسلام

خصوصی شمارہ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

The Weekly BADAR Qadian

شمارہ 51-52

شرح چندہ

سالانہ 550 روپے

بیرونی ممالک

بذریعہ ہوائی ڈاک

50 پاؤنڈ یا 80 ڈالر امریکن

80 کینیڈین ڈالر یا 60 یورو

جلد 65

ایڈیٹر

منصور احمد

نائبین

قریشی محمد فضل اللہ

تنویر احمد ناصر ایم اے

21-28 ربیع الاوّل 1438 ہجری قمری | 22-29 فتح 1395 ہجری شمسی | 22-29 دسمبر 2016ء | Postal Reg. No. GDP/001/2016-18

جب تم امام مہدی کو دیکھو تو اُس کی بیعت کرو

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ۙ وَ لَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ۝ (سورۃ الصّف:10)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا

تا کہ وہ اُسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیۃً غالب کردے خواہ مشرک بُرا منائیں

إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَبَايِعُوهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ، فَإِنَّهُ خَلِيفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ

جب تم اُس کو دیکھو تو اُس کی بیعت کرو خواہ اس کے لئے تمہیں برف کے پہاڑ سے گھٹنوں کے بل گزرنا پڑے کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا (ابن ماجہ کتاب الفتن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں اس وقت محض لِلّٰہ اس ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مامور کر کے دینِ متین اسلام کی تجدید اور تائید کیلئے بھیجا ہے تا کہ میں اس پُر آشوب زمانہ میں قرآن کی خوبیاں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں ظاہر کروں اور اُن تمام دشمنوں کو جو اسلام پر حملہ کر رہے ہیں اُن نوروں اور برکات اور خوارق اور علوم لدنیہ کی مدد سے جواب دوں جو مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔“

(برکات الدعا، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 34)

جلسہ سالانہ برطانیہ منعقدہ 12، 13، 14 / اگست 2016 کی چند تصاویر

جلسہ سالانہ جرمنی منعقدہ 2، 3، 4 / ستمبر 2016 کا ایک خوبصورت منظر

جلسہ سالانہ برطانیہ 2016ء کے موقعہ پر جماعت احمدیہ بھارت کے نمائندگان کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اور مکرم وکیل صاحب تعمیل و تنفیذ لندن کے ساتھ ایک یادگار تصویر

شبیہ مبارک حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام (1835ء - 1908ء)
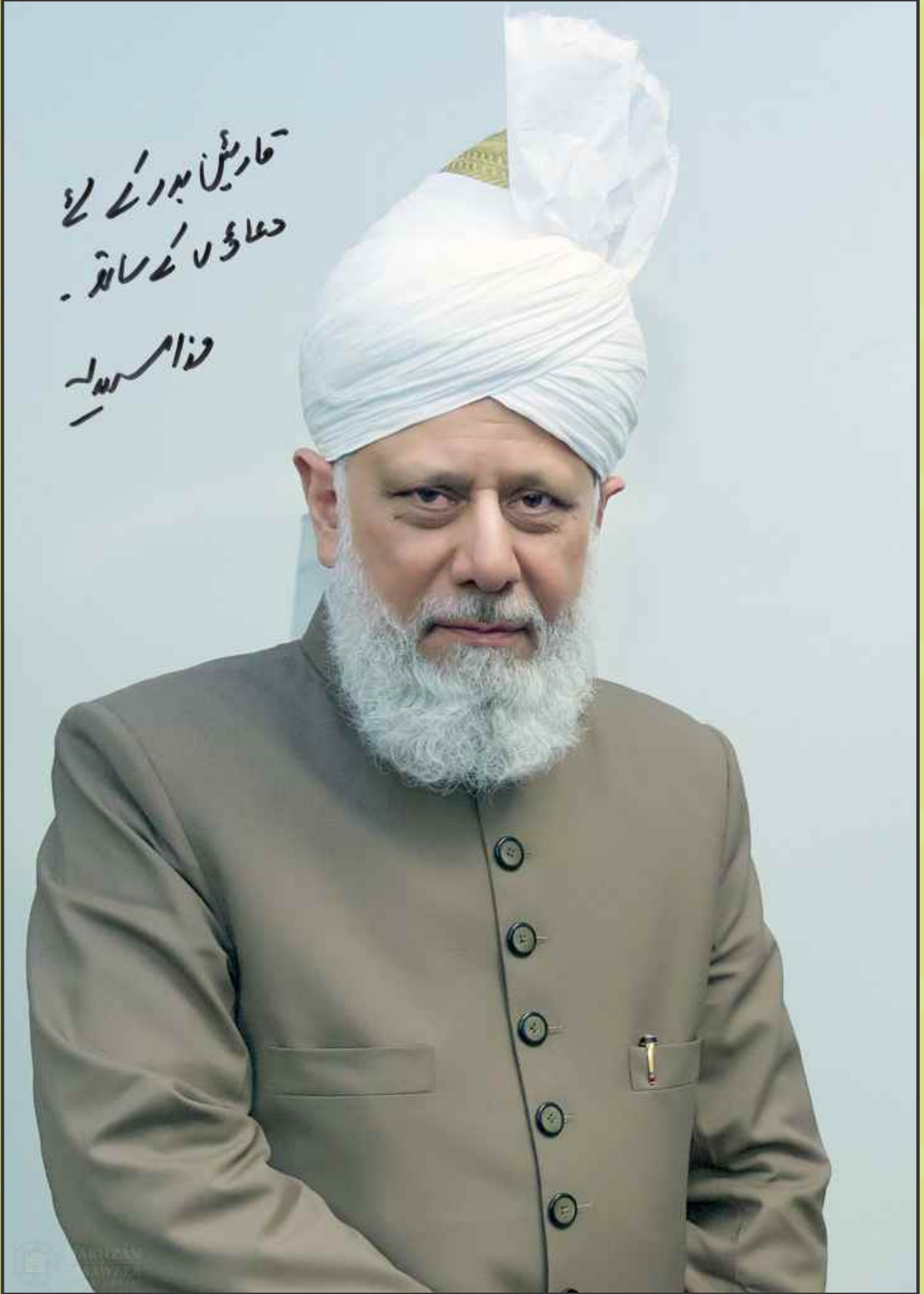
حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالناصر

لندن
28.11.16

میرے پیارو! آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ آپ عظیم الشان خادم اسلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیروکار ہیں آپ بھی خدمت دین کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں

قارئین بدر کے لئے سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا محبت بھرا رُوح پرور پیغام

پیارے قارئین بدر قادیان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے بہت خوشی ہے کہ ہفت روزہ بدر کو ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خدمتِ اسلام‘‘ کے عنوان سے ایک خصوصی نمبر شائع کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ آمین۔

محترم ایڈیٹر صاحب نے اس کے لئے مجھے پیغام بھجوانے کی درخواست کی ہے۔ اس موقع پر میرا پیغام یہ ہے کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے اس دَورِ آخرین میں سب سے بڑے خادمِ اسلام سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اسلام کی تبلیغ اور اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت میں انتہائی مصروف رہ کر گزارا۔ آپ نے کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اشتہارات شائع کئے۔ مباحثات اور مناظرے کئے۔ انعامی چیلنج دیئے اور اپنے پیچھے دلائل و براہین کا ایسا لازوال رُوحانی خزانہ چھوڑا جو ہمیشہ خادمانِ اسلام کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے گا۔ آپ نے چلّہ کشی بھی کی اور مباہلے اور دعاؤں کے ذریعہ ہر مذہب و ملت اور ہر طبقے کے لوگوں کو اسلام کے مقابل پر آنے کی دعوت دی۔ آپؑ کے دل میں اسلام کے غلبہ کا غیر معمولی جوش پایا جاتا تھا جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں :

’’مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دُنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اُس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔‘‘ (انوار الاسلام، روحانی خزائن جلد 9، صفحہ 23)

پھر آپؑ اپنی کتاب ’’آئینہ کمالات اسلام‘‘ کے صفحہ 35 پر فرماتے ہیں :

’’اُسی کے فضل سے مجھ کو یہ عاشقانہ رُوح ملی ہے کہ دُکھ اُٹھا کر بھی اُس کے دین کے لئے خدمت بجالاؤں اور اسلامی مہمات کو بشوق و صدق تمام تر انجام دُوں۔ اس کام پر اُس نے آپ مجھے مامور کیا ہے۔ اب کسی کے کہنے سے مَیں رُک نہیں سکتا...... چاہتا ہوں کہ میری ساری زندگی اسی خدمت میں صرف ہو اور درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی زندگی ہے جو الٰہی دین کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو۔‘‘

آپ ایک اَور موقع پر فرماتے ہیں :

’’ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دُنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچالیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 219)

آپ کی بعثت کے وقت مسلمانوں کی اعتقادی، عملی اور اخلاقی حالت بہت خراب ہو چکی تھی۔ عقائد بگڑ چکے تھے۔ بدرسمیں اور بدعات اُن میں رواج پا گئی تھیں۔ بیرونی طور پر بھی دشمنانِ اسلام نے انہیں یُوں مغلوب کیا ہوا تھا کہ عیسائی پادری اور دیگر مذاہب کے متّاد اسلام اور بانی اسلام حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑے جارحانہ انداز میں حملے کر رہے تھے۔ وہ بڑی تیزی کے ساتھ کمزور اعتقاد والے مسلمانوں کو مُرتد بنانے میں بھی مصروف تھے اور مسلمانوں کی طرف سے مؤثر دفاع نہ ہونے پر خود کو فاتح سمجھنے لگے تھے۔ اس انتہائی مشکل وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدمت اسلام کے لئے کمر بستہ ہو کر میدان میں آئے تا کہ اندرونی طور پر مسلمانوں کی اصلاح اور بیرونی طور پر اسلام کا دفاع کر سکیں نیز اسلام کے محاسن لوگوں کو بتا سکیں۔ آپ فرماتے ہیں :

’’اس چودھویں صدی میں اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا تا کہ مَیں اندرونی طور پر جو غلطیاں مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہیں اُن کو دُور کروں اور اسلام کی حقیقت دُنیا پر ظاہر کروں اور بیرونی طور پر جو اعتراضات اسلام پر کئے جاتے ہیں اُن کا جواب دُوں اور دوسرے مذاہب باطلہ کی حقیقت کھول کر دکھاؤں۔ خصوصیت کے ساتھ وہ مذہب جو صلیبی مذہب ہے یعنی عیسائی مذہب۔‘‘ (ملفوظات جلد 1، صفحہ 221)

چنانچہ آپؑ نے اِن دونوں پہلوؤں سے اسلام کی شاندار خدمت کی۔ ایک طرف

تو آپؑ نے مسلمانوں کے غلط عقائد کی اصلاح کی۔ اُنہیں تعلق باللہ کی تعلیم دی۔ اور اس کے اسلوب سکھائے اور بتایا کہ اسلام کا خدا زندہ خدا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

"اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے تا کہ میں زندہ ایمان زندہ خدا پر پیدا کرنے کی راہ بتلاؤں۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 218)

اور دوسری طرف آپؑ نے دشمنانِ اسلام کے اعتراضات اور حملوں کے جواب میں ایسے زبردست دلائل کے ساتھ اُن کا منہ بند کیا اور اسلام کا ایسا رُعب اُن پر قائم کیا کہ اُنہیں اسلام پر حملہ کرنے کی بجائے خود اپنی فکر پڑ گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

"پادری جس قدر ہماری جماعت کو بُرا سمجھتے ہیں اور اس سے دشمنی کرتے ہیں وہ دُوسرے مسلمانوں کو اس قدر بُرا نہیں سمجھتے۔ جہاں کہیں ہمارا ذکر ہو گالیاں دیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کی فطرت خود تسلیم کرتی ہے کہ یہ سلسلہ ان کو ہلاک کر دینے والا ہے۔ جیسے بلی کا منہ جب چوہا دیکھتا ہے، حالانکہ اس نے پہلے کبھی اس پر حملہ نہ بھی کیا ہو فوراً ہی سمجھ جاتا ہے کہ یہ میری دشمن ہے۔ بکری نے کبھی شیر کو دیکھا بھی نہ ہو لیکن جونہی اسے نظر آ جاوے وہ گھبرا کر کھانا پینا چھوڑ دے گی اسی طرح پر عیسائی ہمارے سلسلہ کے کسی آدمی کو دیکھ کر ہی اس سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ان سے کوئی اُمید ان کو نہیں ہے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 560)

آپؑ کی اسلامی خدمات پر عامۃ الناس اور خواص ہر دو قسم کے مسلمان بہت خوش تھے۔ ایک مشہور مخالف مولوی نے آپ کی کتاب براہین احمدیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ :

"میری رائے میں یہ کتاب اس زمانے میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔"

میرے پیارو! آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ آپ اس عظیم الشان خادم اسلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیروکار ہیں۔ آپ بھی خدمت دین کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :

"اگر کوئی تائید دین کے لئے ایک لفظ نکال کر ہمیں دے دے تو ہمیں موتیوں اور اشرفیوں کی جھولی سے بھی زیادہ بیش قیمت معلوم ہوتا ہے۔ جو شخص چاہے کہ ہم اس سے پیار کریں اور ہماری دُعائیں نیازمندی اور سوز سے اس کے حق میں آسمان پر جائیں وہ ہمیں اس بات کا یقین دلا دے کہ وہ خادمِ دین ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 311)

پس جنہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دینی خدمت کی توفیق مل رہی ہے وہ اپنی ذمہ داریوں کو خدا کا فضل سمجھتے ہوئے پورے جوش و جذبے کے ساتھ ادا کریں تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی دُعائیں آپ کے حق میں قبول ہوں اور جو ابھی تک اس خدمت سے محروم ہیں وہ اپنی سستیاں ترک کر کے جلد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی غلاموں کی صف میں شامل ہو کر اسلام کی خدمت پر کمربستہ ہو جائیں تا اُنہیں بھی رُوحانی زندگی کی لذتیں نصیب ہوں۔

جہاں تک غیروں کو تبلیغ اسلام کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خدمتِ اسلام کی یہ مہم خلفائے احمدیت کی زیر قیادت بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دی جا رہی ہے۔ مختلف زبانوں میں قرآن شریف کے تراجم، کتابیں اور لٹریچر شائع کیا جا رہا ہے۔ مساجد تعمیر ہو رہی ہیں۔ ٹی وی چینل ایم ٹی اے پر ہمہ وقت اسلام کی نشر و اشاعت کا کام جاری ہے۔ مبلغین کی ایک بڑی فوج ہے جو سب دُنیا میں خدمت اسلام کر رہی ہے۔ جامعات قائم ہیں جہاں دینی علماء تیار کئے جاتے ہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ وہ لوائے اسلام جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بلند کیا تھا، آپ کی پیاری جماعت خلافت احمدیہ کی قیادت میں بڑی شان کے ساتھ اسے بلند سے بلند تر کرتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ سب دُنیا میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ لہرانے لگے۔ اور انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ پس مبارک ہیں وہ جو اس کاروان میں شامل ہیں اور جو محروم ہیں اُنہیں ہم دعوت دیتے ہیں کہ آئیں اور خلافت احمدیہ کی چھتری کے نیچے خدمت اسلام کے کاموں میں ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جنہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دینی خدمت کی توفیق مل رہی ہے وہ اپنی ذمہ داریوں کو خدا کا فضل سمجھتے ہوئے پورے جوش و جذبے کے ساتھ ادا کریں تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی دُعائیں آپ کے حق میں قبول ہوں اور جو ابھی تک اس خدمت سے محروم ہیں وہ اپنی سستیاں ترک کر کے جلد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی غلاموں کی صف میں شامل ہو کر اسلام کی خدمت پر کمربستہ ہو جائیں تا اُنہیں بھی رُوحانی زندگی کی لذتیں نصیب ہوں۔

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

”اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہو جائیں“

جلسہ سالانہ کے موقع پر شائع ہونے والے اس خصوصی شمارہ کیلئے سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ”حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خدمت اسلام“ کے عنوان کی منظوری مرحمت فرمائی۔ ہم پیارے آقا کے بے حد ممنون و مشکور ہیں کہ آپ نے اپنی بے انتہا مصروفیت کے باوجود ہماری درخواست پر قارئین اخبار بدر کے لئے اپنا پیغام ارسال فرمایا اور اپنے دستخط مبارک کے ساتھ تصویر بھی مرحمت فرمائی۔ ہم حضور پُرنُور کے لئے دُعا گو ہیں اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَبَارِكْ لَنَا فِیْ عُمْرِہٖ وَاَمْرِہٖ - ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے پیارے آقا کے پیغام کو غور سے پڑھیں، اسے دل میں جگہ دیں، اس کے مطابق عمل کر کے آپ کی دُعاؤں کے وارث بنیں۔

آپ نے اپنے پیغام میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مختصر مگر بہت جامع خدمت اسلام کا ذکر فرمانے کے بعد ہمیں یہ پیغام دیا ہے، آپ فرماتے ہیں :

> ”میرے پیارو! آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ آپ اس عظیم الشان خادم اسلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیروکار ہیں۔ آپ بھی خدمت دین کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔“

حضور پُرنُور کے درد اور محبت میں گندھے ہوئے یہ الفاظ دل کی گہرائیوں سے نکلے ہیں اور دل کی گہرائیوں میں اُتر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم حضور پُرنُور کی توقعات کو پورا کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ خدماتِ دینیہ بجالانے والے ہوں۔ آمین۔

اس میں کیا شک ہے کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدمتِ اسلام کا وہ حق ادا کیا کہ اس کو احاطہ تحریر میں لانا کسی کے بس کی بات نہیں۔ اپنے پرائے سب نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ آپ کی اسلامی خدمات بے نظیر ہیں۔ اور یہ آپ کا ہی حق تھا۔ آپ کوئی چھوٹے موٹے مصلح، مجدد اور ریفارمر نہیں تھے بلکہ آپ اللہ کے پہلوان تمام نبیوں کے لبادے میں آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں پُوری دُنیا کے لئے مبعوث ہوئے۔ پوری دُنیا آپ کی مخاطب تھی۔ ہر قوم وملت نے آپ کے چشمہ سے پینا تھا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر قوم وملت کے لوگ آپ کے چشمہ سے سیراب ہو رہے ہیں۔ سوا سو سال سے آپ کی اسلامی خدمات کا مسلسل تذکرہ ہو رہا ہے، اور آئندہ بھی کہ جب تک دُنیا قائم ہے ہوتا رہے گا۔ یہ ایک نہ ختم ہونے والا سمندر ہے۔

لیکن صرف آپؑ کی خدمات کا تذکرہ کر دینے، مضامین لکھ دینے اور تقریر کر دینے سے ہم اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو عہدِ بیعت باندھا ہے کہ اسلام احمدیت کی خاطر ہم اپنی جان مال وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہیں گے، ہمیں اس کا عملی نمونہ بن کر دکھانا ہوگا۔ غلبہ اسلام کی جس مہم کی داغ بیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ڈالی اور جس کام کو آپ کے خلفائے کرام نے آگے بڑھایا، اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ہمارا فرض ہے۔ دین کو دُنیا پر مقدم رکھنے کا جو عہد ہم نے کیا ہے اسے ہر وقت پیشِ نظر رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اسی بات کی طرف حضور پُرنُور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں بار بار اپنے خطبات وخطابات میں توجہ دلا رہے ہیں۔ اس پیغام میں بھی آپ نے ہمیں اسی اہم امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں :

> ”جنہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دینی خدمت کی توفیق مل رہی ہے وہ اپنی ذمہ داریوں کو خدا کا فضل سمجھتے ہوئے پورے جوش وجذبے کے ساتھ ادا کریں تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی دُعائیں آپ کے حق میں قبول ہوں اور جو ابھی تک اس خدمت سے محروم ہیں وہ اپنی سستیاں ترک کر کے جلد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی غلاموں کی صف میں شامل ہو کر اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہو جائیں تا اُنہیں بھی رُوحانی زندگی کی لذتیں نصیب ہوں۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منشاء مبارک کے مطابق پورے جوش و جذبہ کے ساتھ مقبول خدماتِ دینیہ کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفائے کرام کی دعاؤں کے وارث ہوں۔ آمین۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسلامی خدمات کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں، ایک ادنیٰ جھلک پیش کرنے کی ہم نے کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ قارئین کے لئے اسے مفید بنائے۔ ہم سبھی مضمون نگار حضرات کے بھی مشکور ہیں کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اس خصوصی شمارہ کے لئے مضمون لکھا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

....(منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

فہرست مضامین

امام مہدی و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم الشان کام

وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے

وہی خدا ہے جس نے ایک اَن پڑھ قوم کی طرف اُنہی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا جو ان کو خدا کے احکام سُنا تا ہے اور اُن کو پاک کرتا ہے اور اُن کو کتاب اور حکمت سکھا تا ہے

وَاِذۡ قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَمُبَشِّرًۢا[1] بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ قَالُوۡا ہٰذَا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ۝۷ وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ وَہُوَ یُدۡعٰۤی اِلَی الۡاِسۡلَامِ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ۝۸ یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ ۝۹ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ ۙ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ۝۱۰

(سورۃ الصّف آیت 7 تا 10)

ترجمہ از تفسیر صغیر:: اور (یاد کرو) جب عیسیٰ ابن مریم نے اپنی قوم سے کہا کہ اے بنی اسرائیل! مَیں اللہ کی طرف سے تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہوں جو (کلام) میرے آنے سے پہلے نازل ہو چکا ہے یعنی تورات، اس کی پیشگوئی کو مَیں پورا کرتا ہوں اور ایک ایسے رسول کی بھی خبر دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔[1] پھر جب وہ رسول دلائل لے کر آ گیا، تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا کھلا فریب ہے۔ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ[2] اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اور اللہ ظالموں کو کبھی ہدایت نہیں دیتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نُور کو بجھا دیں اور اللہ اپنے نُور کو پورا کر کے چھوڑے گا خواہ کافر (لوگ) کتنا ہی ناپسند کریں۔ وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں۔

......☆......☆......☆......

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ الۡمَلِکِ الۡقُدُّوۡسِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ۝۲ ہُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ ٭ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۝۳ وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝۴ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ۝۵

(سورہ جمعہ آیت 2 تا 5)

ترجمہ از تفسیر صغیر:: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ اس (اللہ) کی جو بادشاہ بھی ہے اور پاک (بھی ہے اور سب خوبیوں کا جامع) ہے۔ اور غالب (اور) حکمت والا ہے۔ وہی خدا ہے جس نے ایک اَن پڑھ قوم کی طرف اُنہی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا جو ان کو خدا کے احکام سُنا تا ہے اور اُن کو پاک کرتا ہے اور اُن کو کتاب اور حکمت سکھا تا ہے گو وہ اِس سے پہلے بڑی بھول میں تھے۔ اور ان کے سوا ایک دُوسری قوم[3] میں بھی (وہ اسے بھیجے گا) جو ابھی تک اُن سے نہیں ملی اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

......☆......☆......☆......

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝۵۶

(سورۃ النّور آیت 56)

ترجمہ از تفسیر صغیر:: اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا اور جو دین اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے وہ ان کے لئے اسے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لئے امن کی حالت تبدیل کر دے گا وہ میری عبادت کریں گے (اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے۔ اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔

......☆......☆......☆......

---

[1] اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی ہے جو انجیل برناباس میں لکھی ہوئی ہے۔ عیسائی اس کو جھوٹی انجیل قرار دیتے ہیں۔ مگر یہ پوپ کی لائبریری میں پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی دلیل ہے کہ مرّوجہ اناجیل میں فارقلیط کی خبر دی گئی ہے جس کے معنے ''احمد'' ہی کے بنتے ہیں۔ پس اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلاواسطہ اور آپ کے ایک بروز کی جس کا ذکر اگلی سورۃ میں ہے بالواسطہ خبر دی گئی ہے۔

[2] اس آیت میں اس بات کو ظاہر کیا گیا ہے کہ آپ کے بروز کی بابت خاص توجہ چاہئے جو ہے تو پیشگوئی کا بالواسطہ مورد لیکن اسلام کی طرف اس کو بلایا جائے گا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خود دُنیا کو اسلام کی طرف بلاتے تھے۔

[3] اس آیت میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ آخرین کون ہیں؟ تو آپؐ نے سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: لَوۡ کَانَ الۡاِیۡمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ اَوۡ رِجَالٌ مِنۡ فَارِسَ (بخاری) یعنی ایک وقت اگر ایمان ثریا تک بھی اُڑ گیا تو اہلِ فارس کی نسل سے ایک یا ایک سے زیادہ لوگ اسے واپس لے آئیں گے۔ اس میں مہدی معہود کی خبر ہے۔

امام مہدی و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم الشان کام

- **اگر ایمان ثریّا کے پاس بھی پہنچ گیا یعنی زمین سے اُٹھ گیا تو مسیح موعودؑ اس کو واپس لے آئے گا**
- **مہدی کا مجھ سے قریبی تعلق ہوگا وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا جس طرح کہ وہ اس سے پہلے ظلم و تعدی سے اَٹی پڑی تھی**
- **مسیح موعود صلیب کو توڑے گا، خنزیر کو قتل کرے گا، جزیہ ختم کرے گا، اور دجّال کو ہلاک کرے گا**

❁ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا قَرَأَ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ. قَالَ رَجُلٌ مَّنْ هٰؤُلَآءِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى سَأَلَهُ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا قَالَ وَفِيْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ قَالَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ عَلٰى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ: لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَآءِ.

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ جمعہ و مسلم، بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 941)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپؐ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپؐ نے اس کی آیت وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ پڑھی جس کے معنے یہ ہیں کہ ''کچھ بعد میں آنے والے لوگ بھی ان صحابہ میں شامل ہوں گے جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے'' تو ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں جو درجہ تو صحابہ کا رکھتے ہیں لیکن ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔ حضورؐ نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس آدمی نے تین دفعہ یہی سوال دہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ ہم میں بیٹھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ گیا یعنی زمین سے اُٹھ گیا تو ان لوگوں میں سے کچھ لوگ اس کو واپس لے آئیں گے (یعنی آخرین سے مراد ابنائے فارس ہیں جن میں سے مسیح موعود ہوں گے اور ان پر ایمان لانے والے صحابہؓ کا درجہ پائیں گے۔

......☆......☆......☆......

❁ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاَنْبِيَآءُ اِخْوَةُ الْعَلَّاتِ اَبُوْهُمْ وَاحِدٌ وَاُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَاَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ لِاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ نَبِيٌّ وَاِنَّهٗ نَازِلٌ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْهُ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ مَرْبُوْعٌ اِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبْطٌ كَاَنَّ رَأْسَهٗ يَقْطُرُ وَاِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيُعَطِّلُ الْمِلَلَ حَتّٰى يُهْلِكَ اللّٰهُ فِيْ زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا غَيْرَ الْاِسْلَامِ وَيُهْلِكُ اللّٰهُ فِيْ زَمَانِهِ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ الْكَذَّابَ وَتَقَعُ الْاَمَنَةُ فِي الْاَرْضِ حَتّٰى تَرْتَعَ الْاِبِلُ مَعَ الْاَسَدِ جَمِيْعًا وَالنُّمُوْرُ مَعَ الْبَقَرِ وَالذِّئَابُ مَعَ الْغَنَمِ وَيَلْعَبَ الصِّبْيَانُ وَالْغِلْمَانُ بِالْحَيَّاتِ لَا يَضُرُّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَيَمْكُثُ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّمْكُثَ ثُمَّ يُتَوَفّٰى فَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ وَيَدْفِنُوْنَهٗ.

(ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال صفحہ ۵۹۴ مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۳۷، بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 945)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انبیاء کا باہمی تعلق علّاتی بھائیوں کا سا ہے جن کا باپ ایک اور مائیں الگ الگ ہوں۔ میرا لوگوں میں سے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ سے سب سے قریبی تعلق ہے کیونکہ میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ (اس قرب رُوحانی کی وجہ سے میرا مثیل بن کر وہ ضرور نازل ہوگا) جب تم دیکھو تو اِس حُلیے سے اسے پہچان لینا کہ وہ درمیانے قد کا ہوگا۔ سرخ و سفید رنگ، سیدھے بال اس کے سر سے بغیر پانی استعمال کئے قطرے گر رہے ہوں گے یعنی اس کے بال چمک کی وجہ سے تر تر لگتے ہوں گے۔ وہ مبعوث ہو کر صلیب کو توڑے گا یعنی صلیبی عقیدے کا اِبطال کرے گا خنزیر قتل کرے گا یعنی خبیث النفس لوگوں کی ہلاکت کا موجب ہوگا پس اس کے ذریعہ صلیبی غلبے کا انسداد اور خنزیر صفت لوگوں کا قلع قمع ہوگا۔ جزیہ ختم کرے گا یعنی اس کا زمانہ مذہبی جنگوں کے خاتمہ کا زمانہ ہوگا۔ اس کے زمانے میں اسلام کے سوا اللہ تعالیٰ باقی ادیان کو روحانی لحاظ سے بھی اور شوکت کے لحاظ سے بھی مٹا دے گا اور جھوٹے مسیح دجّال کو ہلاک کرے گا اور ایسا امن و امان کا زمانہ ہوگا کہ اُونٹ شیر کے ساتھ، چیتے گائیوں کے ساتھ، بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ اکٹھے چریں گے۔ بچّے اور بڑی عمر کے لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جتنا عرصہ اللہ چاہے گا مسیح دنیا میں رہیں گے۔ پھر وفات پائیں گے مسلمان اُن کا جنازہ پڑھیں گے اور ان کی تدفین عمل میں لائیں گے۔

......☆......☆......☆......

❁ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا وَاِمَامًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيُفِيْضُ الْمَالَ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ اَحَدٌ.

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب فتنۃ الدجال وخروج عیسی بن مریم وخروج یاجوج و ماجوج، بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 949)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک عیسیٰ بن مریم جو منصف مزاج حاکم اور امام عادل ہوں گے مبعوث ہو کر نہیں آتے قیامت نہیں آئے گی۔ (جب وہ مبعوث ہوں گے تو) وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کے دستور کو ختم کریں گے اور ایسا مال تقسیم کریں گے جسے لوگ قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں گے۔

......☆......☆......☆......

❁ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمَهْدِيُّ مِنِّيْ اَجْلَى الْجَبْهَةِ اَقْنَى الْاَنْفِ يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا۔

(سنن ابوداؤد کتاب المہدی، بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 955)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی کا مجھ سے قریبی تعلق ہوگا اس کی پیشانی روشن اور ناک بلند ہوگی (یعنی کشادہ پیشانی اور کھڑی ناک والا ہوگا) وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح کہ وہ اس سے پہلے ظلم و تعدی سے اَٹی پڑی تھی۔

......☆......☆......☆......

مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا
میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور
میں اُس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں
بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے

اس عاجز کو اَور بزرگوں کی فطرتی مشابہت سے علاوہ جس کی تفصیل براہین احمدیہ میں بہ بسط تمام مندرج ہے حضرت مسیح کی فطرت سے ایک خاص مشابہت ہے اور اسی فطرتی مشابہت کی وجہ سے مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اُترا ہوں اُن پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے، جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے میرے کام کے پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کریگا بلکہ کر رہا ہے اور اگر میں چُپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رُکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اُترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور اُنکے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔ (فتح اسلام، رُوحانی خزائن جلد 3، صفحہ 11، حاشیہ)

......☆......☆......☆......

جب سے خدا نے مجھے دنیا میں مامور کر کے بھیجا ہے اُسی وقت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے

وہ کام جس کیلئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہوگئی ہے اُس کو دُور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں۔ اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہوگئی ہیں اُن کو ظاہر کر دوں۔ اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دُعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اَب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں۔ اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ ایک طرف تو خدا نے اپنے ہاتھ سے میری تربیت فرما کر اور مجھے اپنی وحی سے شرف بخش کر میرے دل کو یہ جوش بخشا ہے کہ مَیں اس قسم کی اصلاحوں کیلئے کھڑا ہو جاؤں اور دوسری طرف اس نے دل بھی تیار کر دیئے ہیں جو میری باتوں کے ماننے کیلئے مستعد ہوں مَیں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے دنیا میں مامور کر کے بھیجا ہے اُسی وقت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کی خدائی کے دلدادہ تھے اب ان کے محقق خود بخود اس عقیدہ سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور وہ قوم جو باپ دادوں سے بتوں اور دیوتوں پر فریفتہ تھی بہتوں کو اُن میں سے یہ بات سمجھ آ گئی ہے کہ بت کچھ چیز نہیں ہیں اور گو وہ لوگ ابھی روحانیت سے بے خبر ہیں اور صرف چند الفاظ کو رسمی طور پر لئے بیٹھے ہیں لیکن کچھ شک نہیں کہ ہزارہا بیہودہ رسوم اور بدعات اور شرک کی رسیاں انہوں نے اپنے گلے پر سے اُتار دی ہیں اور توحید کی ڈیوڑھی کے قریب کھڑے ہو گئے ہیں۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ کچھ تھوڑے زمانہ کے بعد عنایتِ الٰہی اُن میں سے بہتوں کو اپنے ایک خاص ہاتھ سے دھکہ دے کر سچی اور کامل توحید کے اس دارالامان میں داخل کر دیگی جس کے ساتھ کامل محبت اور کامل خوف اور کامل معرفت عطا کی جاتی ہے۔ یہ امید میری محض خیالی نہیں ہے بلکہ خدا کی پاک وحی سے یہ بشارت مجھے ملی ہے۔ اس ملک میں خدا کی حکمت نے یہ کام کیا ہے تا جلد تر متفرق قوموں کو ایک قوم بنا دے اور صلح اور آشتی کا دن لاوے۔ ہر ایک کو اس ہوا کی خوشبو آ رہی ہے کہ یہ تمام متفرق قومیں کسی دن ایک قوم بننے والی ہے۔

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 180)

......☆......☆......☆......

میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں

میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دُنیا اور دُنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اس کو بھروسہ دُنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور یہ بھروسہ ہرگز اس کو خدا تعالیٰ اور عالم آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔ حضرت مسیح نے اسی حالت میں یہود کو پایا تھا اور جیسا کہ ضعف ایمان کا خاصہ ہے یہود کی اخلاقی حالت بھی بہت خراب ہو گئی تھی اور خدا کی محبت ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اب میرے زمانہ میں بھی یہی حالت ہے۔ سو میں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علت غائی ہیں مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین کے نزدیک ہوگا، بعد اس کے کہ بہت دُور ہو گیا تھا۔ سو میں ان ہی باتوں کا مجدّد ہوں اور یہی کام ہیں جن کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔ اور منجملہ ان امور کے جو میرے مامور ہونے کی علّتِ غائی ہیں مسلمانوں کے ایمان کو قوی کرنا ہے اور ان کو خدا

اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کی نسبت ایک تازہ یقین بخشا۔ اور یہ طریق ایمان کے تقویت کا دو طور سے میرے ہاتھ سے ظہور میں آیا ہے۔ اوّل قرآن شریف کی تعلیم کی خوبیاں بیان کرنی اور اس کے اعجازی حقائق اور معارف اور انوار اور برکات کو ظاہر کرنے سے جن سے قرآن شریف کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ میری کتابوں کو دیکھنے والے اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ کتابیں قرآن شریف کے عجائب اسرار اور نکات سے پُر ہیں اور ہمیشہ یہ سلسلہ جاری ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جس قدر مسلمانوں کا علم قرآن شریف کی نسبت ترقی کرے گا اسی قدر ان کا ایمان بھی ترقی پذیر ہوگا۔ اور دوسرا طریق جو مسلمانوں کا ایمان قوی کرنے کے لئے مجھے عطا کیا گیا ہے تائیدات سماوی اور دعاؤں کا قبول ہونا اور نشانوں کا ظاہر ہونا ہے۔ چنانچہ اب تک جو نشان ظاہر ہو چکے ہیں وہ اس کثرت سے ہیں جن کے قبول کرنے سے کسی منصف کو گریز کی جگہ نہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا جو نادان عیسائی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور پیشگوئیوں سے انکار کرتے تھے اور آج وہ زمانہ ہے جو تمام پادری ہمارے سامنے کھڑے نہیں ہو سکتے۔ آسمان سے نشان ظاہر ہو رہے ہیں پیشگوئیاں ظہور میں آ رہی ہیں اور خوارق لوگوں کو حیرت میں ڈال رہے ہیں۔ پس کیا ہی وہ انسان نیک قسمت ہے کہ اب ان انوار اور برکات سے فائدہ اٹھائے اور ٹھوکر نہ کھائے!!!　　(کتاب البریّہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 291 حاشیہ)

......☆......☆......☆......

اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا

’’مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا اور خدا کا فضل اپنے سے زیادہ مجھ پر پاتا۔ جب کہ میں ایسا ہوں تو اب سوچو کہ کیا مرتبہ ہے اُس پاک رسولؐ کا جس کی غلامی کی طرف میں منسوب کیا گیا۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ اس جگہ کوئی حسد اور رشک پیش نہیں جاتا خدا جو چاہے کرے۔ جو اس کے ارادہ کی مخالفت کرتا ہے وہ صرف اپنے مقاصد میں نامراد ہی نہیں بلکہ مر کر جہنم کی راہ لیتا ہے۔ ہلاک ہو گئے وہ جنہوں نے عاجز مخلوق کو خدا بنایا۔ ہلاک ہو گئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا۔ مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔‘‘

(روحانی خزائن، جلد 19، کشتی نوح صفحہ 60)

......☆......☆......☆......

میرا ایک کام یہ بھی ہے تکمیل اشاعت ہدایت کروں

حضرت مسیح علیہ السلام جیسے اپنی کوئی شریعت لے کر نہ آئے تھے بلکہ توریت کو پورا کرنے آئے تھے اسی طرح پر محمدی سلسلہ کا مسیح اپنی کوئی شریعت لے کر نہیں آیا بلکہ قرآن شریف کے احیاء کے لیے آیا ہے اور اس تکمیل کے لئے آیا ہے جو تکمیل اشاعت ہدایت کہلاتی ہے۔ تکمیل اشاعت ہدایت کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اتمام نعمت اور اکمال الدین ہوا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول تکمیل ہدایت۔ دوسری تکمیل اشاعت ہدایت۔ تکمیل ہدایت من کل الوجوہ آپؐ کی آمد اوّل سے ہوئی اور تکمیل اشاعت ہدایت آپؐ کی آمد ثانی سے ہوئی کیونکہ سورۃ جمعہ میں جو اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ (الجمعہ:۴) والی آیت آپؐ کے فیض اور تعلیم سے ایک اور قوم کے تیار کرنے کی ہدایت کرتی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ایک بعثت اور ہے اور یہ بعثت بروزی رنگ میں ہے جو اس وقت ہو رہی ہے پس یہ وقت تکمیل اشاعت ہدایت کا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اشاعت کے تمام ذریعے اور سلسلے مکمل ہو رہے ہیں۔ چھاپہ خانوں کی کثرت اور آئے دن ان میں نئی باتوں کا پیدا ہونا، ڈاکخانوں، تار برقیوں، ریلوں، جہازوں کا اجرا اور اخبارات کی اشاعت ان سب امور نے مل ملا کر دنیا کو ایک شہر کے حکم میں کر دیا ہے۔ پس یہ ترقیاں بھی دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ترقیاں ہیں کیونکہ آپؐ کی کامل ہدایت کے کمال کا دُوسرا جزو تکمیل اشاعت ہدایت پورا ہو رہا ہے اور یہ اسی کے موافق ہے جیسے مسیحؑ نے کہا تھا کہ میں توریت کو پورا کرنے آیا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ میرا ایک کام یہ بھی ہے تکمیل اشاعت ہدایت کروں۔ غرض یہ عیسوی مماثلت بھی ہے۔

(ملفوظات، جلد دوم، صفحہ 361، ایڈیشن 2003، قادیان)

......☆......☆......☆......

اسلام کے ماننے سے نور کے چشمے میرے اندر بہہ رہے ہیں مجھے دکھلایا اور بتلایا گیا اور سمجھایا گیا ہے کہ دنیا میں فقط اسلام ہی حق ہے

میں دیکھتا ہوں کہ اسلام کے ماننے سے نور کے چشمے میرے اندر بہہ رہے ہیں اور محض محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے وہ اعلیٰ مرتبہ مکالمہ الٰہیہ اور اجابت دعاؤں کا مجھے حاصل ہوا ہے کہ جو بجز سچے نبی کے پیرو کے اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکے گا اور اگر ہندو اور عیسائی وغیرہ اپنے باطل معبودوں سے دعا کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی ان کو وہ مرتبہ مل نہیں سکتا اور وہ کلام الٰہی جو دوسرے ظنی طور پر اس کو مانتے ہیں میں اس کو سن رہا ہوں اور مجھے دکھلایا اور بتلایا گیا اور سمجھایا گیا ہے کہ دنیا میں فقط اسلام ہی حق ہے اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ یہ سب کچھ بہ برکت پیروی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو ملا ہے اور جو کچھ ملا ہے اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں کیونکہ وہ باطل پر ہیں۔ اب اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی یا آریہ یا یہودی یا برہمو یا کوئی اور ہے اس کیلئے یہ خوب موقعہ ہے جو میرے مقابل پر کھڑا ہو جائے اگر وہ امور غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دعاؤں کے قبول ہونے میں میرا مقابلہ کر سکا تو میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام جائداد غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کے قریب ہوگی اس کے حوالہ کر دوں گا، جس طور سے اس کی تسلی ہو سکے اسی طور سے تاوان ادا کرنے میں اس کو تسلی دوں گا۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن، جلد پنجم، صفحہ 276)

......☆......☆......☆......

اللہ تعالیٰ نے 125 سال پہلے ایک چھوٹے سے دُور دراز علاقے سے اٹھی ہوئی آواز کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دیا

اِبتلا دُور ہو جائیں گے اور یہ سلسلہ سب پر غالب ہوگا

یہ سلسلہ دنیا میں پھیل رہا ہے اور یہ تدریجی ترقی دنیا کو اب نظر بھی آ رہی ہے

(ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

سب سے تیزی سے ترقی کرنے والی جماعت

یقیناً ہر احمدی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر سچا ایمان رکھتا ہے اس بات پر قائم ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے صرف 125 سال پہلے ایک چھوٹے سے دُور دراز علاقے سے اٹھی ہوئی آواز کو دنیا کے کونے کونے میں نہ صرف پھیلا دیا بلکہ مخلصین کی جماعتیں بھی قائم فرماتا چلا جا رہا ہے، جو آپ سے اِخلاص و وفا اور ایمان میں بڑھ رہی ہیں، تو وہ خدا اپنے فضل سے انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی یہ بات بھی پوری فرمائے گا کہ ابتلا دُور ہو جائیں گے اور یہ سلسلہ سب پر غالب ہوگا۔ آجکل ہم اس دَور میں سے گزر رہے ہیں جب یہ سلسلہ دنیا میں پھیل رہا ہے اور یہ تدریجی ترقی دنیا کو اب نظر بھی آ رہی ہے تبھی تو اس جرنلسٹ نے مجھے پوچھا تھا کہ کیا یہ جماعت اب دُنیا میں سب سے زیادہ پھیلنے والی جماعت ہے؟ اور کئی اور جگہ بھی غیر یہ سوال کرتے ہیں اور اعتراف بھی کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ بڑی تیزی سے ترقی کرنے والی جماعت ہے...... دُنیا کے مختلف ممالک سے جو رپورٹس آتی ہیں جن میں بیعتوں کا ذکر اور بیعت کرنے والوں کے واقعات ہوتے ہیں انہیں پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کہاں کہاں پہنچی ہوئی ہے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ تائیدات کے نظارے بھی کیسے کیسے دکھا رہا ہے۔ اگر یہ کسی انسان کا کام ہوتا، انسان کی بنائی ہوئی جماعت ہوتی تو جتنی مخالفت جماعت کے قیام سے اور ابتدا سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہوئی ہے اور اب تک ہو رہی ہے اور آپ کے ماننے والوں کے ساتھ بھی ہر دن یہی سلوک دُنیا میں مختلف جگہ ہو رہا ہے، اس مخالفت کی وجہ سے یہ سلسلہ اب تک ختم ہو جانا چاہئے تھا اور اس کے جھوٹ کا پول کھل جانا چاہئے تھا۔ لیکن یہ ختم ہونے کا سوال نہیں ہے، یہاں تو اللہ تعالیٰ ترقیات دکھا رہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ایک مجلس میں فرمایا کہ :

”مخالفوں نے ہر طرح مخالفت کی مگر خدا نے ترقی دی۔ یہ سچائی کی دلیل ہے کہ دنیا ٹوٹ کر زور لگا دے اور حق پھیل جاوے“ فرمایا کہ ”اب ہمارے مقابل کونسا دقیقہ مخالفت کا چھوڑا گیا مگر آخر ان کو ناکامی ہی ہوئی ہے۔ یہ خدا کا نشان ہے۔“ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 186، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس جیسا کہ مَیں نے کہا مخالفین زور لگاتے رہے اور لگا رہے ہیں مگر آج بھی مخالفین کا باوجود ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے، بڑے بڑے علماء کی ہمارے خلاف ہر طرح کی تدبیریں کرنے کے بلکہ حکومتوں کی احمدیت کی مخالفت میں پُرزور کارروائیوں کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بات ہی پوری ہو رہی ہے کہ مخالفین ناکام ہوئے اور یہ خدا کا نشان ہے۔

پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کس طرح نشان دکھاتا ہے، کس طرح پکڑ پکڑ کر لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں لاتا ہے تو حیرت ہوتی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 ر اکتوبر 2015)

مسیح موعودؑ کو مان کر اُمّت واحدہ بن جاؤ

قرآن کریم کو حقیقت میں ماننے والوں کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ وہ قرآنی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعودؑ کو مانیں اور آپؑ کے بعد آپؑ کے جاری نظامِ خلافت کے ساتھ تعلق پیدا کریں۔ جب یہ صورت ہوگی تو تبھی ایک رسّی کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم پورا ہوگا۔ آج مسلمانوں کے پاس قرآن ہے لیکن اس کے باوجود فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، جیسا کہ مَیں نے کہا، اور اس حد تک اختلاف ہے کہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔ الزام تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت احمدیہ کو دیا جاتا ہے کہ یہ دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں جبکہ خود ان کے اپنے لٹریچر ایک دوسرے پر تکفیر کے فتوؤں سے بھرے پڑے ہیں۔ پس جب فرقوں میں بٹنے کی یہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا جیسا کہ میں نے کہا، تو جب یہ پیشگوئی پوری ہوگئی ہے تو پھر مسیح موعود کا ظہور بھی ہوا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت تم پر اتار دی ہے کہ جو مسیح موعود کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ یعنی فرقوں میں بٹنے کے بعد پھر اسلام کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کو بھیج دیا ہے۔ اب حکم یہ ہے کہ اختلاف ختم کرو اور اگر حقیقت میں حبل اللہ کے انعام سے فیض پانا چاہتے ہو تو مسیح موعود کو مان کر اُمّتِ واحدہ بن جاؤ۔

(جلسہ سالانہ جرمنی سے اختتامی خطاب فرمودہ 26 ر جون 2011ء بمقام کالسروئے، جرمنی)

اگر یہی حقیقی اسلام ہے تو دُنیا مذہب کی طرف دوبارہ لوٹے گی

آجکل ہم یہی دیکھتے ہیں کہ غیر مسلموں میں فلسفیت اور دہریت کا زور ہے تو مسلمانوں کی عملی حالتوں اور کمزوریوں نے دین کے نام پر نئی نئی بدعات پیدا کر دی ہیں اور دین کی تعلیم میں اتنا بگاڑ پیدا کر دیا ہے کہ دُنیا اسلام کی خوبصورت تعلیم سے خوفزدہ ہے۔ جماعت احمدیہ جب اسلام کی حقیقی تعلیم دنیا کو بتاتی ہے، ان کے سامنے پیش کرتی ہے تو لوگ حیران ہوتے ہیں کہ کیا یہ حقیقت میں اسلام کی تعلیم ہے؟ بعض جگہ تو میرے سامنے لوگوں نے برملا کہا کہ اگر یہی حقیقی اسلام ہے جو تم بتاتے ہو تو دنیا مذہب کی طرف دوبارہ لوٹے گی اور اس اسلام کو قبول کرنے کے لئے تیار بھی ہوگی جو تم پیش کرتے ہو۔ لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ علمی اور ایمانی تبدیلی کے ساتھ تقویٰ پر قائم کرتے ہوئے عملی اور اخلاقی تبدیلی پیدا کرنے بھی آئے ہیں اور ہم جو آپ کو ماننے والے ہیں یا آپ کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں ہمیں اس بات کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا ہوگا اور سمجھنا ہوگا کہ تقویٰ پر قائم ہوتے ہوئے اپنے عملی اور اخلاقی معیاروں کو ہم نے کہاں تک پہنچانا ہے۔ اگر اس طرف ہم نے توجہ نہ دی تو آہستہ آہستہ ہم بھی اسی بہاؤ میں اور انہی گراوٹوں میں بہہ سکتے ہیں جس میں دنیا آج بہہ رہی ہے۔ انہی گراوٹوں میں گر سکتے ہیں جن میں دنیا آج گر رہی ہے۔

(جلسہ سالانہ یُوکے 21 ر اگست 2015ء سے افتتاحی خطاب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(تقریر فرمودہ 28؍دسمبر 1927 بر موقع جلسہ سالانہ قادیان)

حضور نے سورۃ آل عمران کی آیات 191 تا196 کی تلاوت فرمائی اور فرمایا میں نے جو چند آیات ابھی تلاوت کی ہیں ان میں میرے اس مضمون کی طرف اشارہ ہے جو آج میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

یہ مضمون جماعت سے ایسا تعلق رکھتا ہے کہ اسے زندگی اور موت کا سوال کہا جا سکتا ہے اور جس طرح میں اس مضمون کو اپنی جماعت کے لوگوں کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں اگر وہ اسی طرح ذہن نشین کر لیں تو تبلیغ میں انشاء اللہ بہت بڑی آسانی ہو سکتی ہے۔

میں نے بڑا غور کیا ہے اور آخر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ دنیا میں سچائی ٹکڑے ٹکڑے کر کے پیش کرنے سے وہ اثر نہیں پیدا کر سکتی جو مجموعی طور پر پیش کرنے سے ہو سکتا ہے۔ دیکھو اگر کسی خوبصورت سے خوبصورت انسان کا ناک کاٹ کر لے جائیں اور پوچھیں یہ ناک کیسا خوبصورت ہے؟ تو کوئی اسکی خوبصورتی کا اعتراف نہ کرے گا۔ اسی طرح اگر کسی خوبصورت انسان کا کان کاٹ کر لے جائیں اور جا کر پوچھیں یہ کیسا خوبصورت ہے تو اس کی خوبصورتی کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ ہاں سارے اعضاء مل کر متحدہ شکل میں دل پر اثر کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے دعویٰ کے متعلق بھی ہم کو مجموعی رنگ میں غور کرنا چاہئے۔ اور پھر دیکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے سچے ثابت ہوتے ہیں یا نہیں۔

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جماعت نے اس وقت تک اس مسئلہ کے متعلق بہت بے پروائی سے کام لیا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کے کاموں پر تفصیلی طور سے نظر نہیں ڈالی گئی۔ میں نے بارہا لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ بتاؤ تو مرزا صاحب کے آنے کی ضرورت کیا تھی؟

یہ سوال جب کیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کیا کام کیا؟ تو بسا اوقات سوال کرنے والے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی ٹھوس چیز اس کے ہاتھ میں دے دیں وہ ایسی شہادت چاہتا ہے جیسی کہ صرف مادیات میں مل سکتی ہے روحانیات میں نہیں۔ یا لوگ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ وقت سے پہلے نتیجہ نکال لیں وقت ابھی آتا نہیں مگر وہ پوچھتے ہیں کیا نتیجہ نکلا؟

کسی کام کے لئے جو وقت مقرر ہے اس سے پہلے نتائج کا مطالبہ کرنا غلطی ہے۔ دراصل اس قسم کا سوال کرنے والوں کو عام طور پر دو غلطیاں لگتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو سوال کرتے ہیں وہ ٹھوس مادی جواب چاہتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں یہ بتاؤ مسلمانوں کی حکومت کہاں کہاں قائم ہوئی؟ یا یہ کہ کتنے کافروں کو مارا ہے۔ کتنی غیر مسلم سلطنتوں کو شکست دی ہے۔ غرض وہ یا تو چاندی سونے کے یا مُردوں کے ڈھیر دیکھنا چاہتے ہیں۔ دوسری غلطی یہ لگتی ہے کہ بے موقع نتائج تلاش کرتے ہیں۔

وہ لوگ جو یہ سوال کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے کیا کام کیا کہ آپ کا ماننا ضروری قرار دیا جائے۔ ان سے ہم کہتے ہیں کہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہی تو مامور اور مرسل نہیں ہیں۔ آپ سے پہلے ہزاروں مامور گزر چکے ہیں جن کا ذکر قرآن میں اور دوسری کتابوں میں موجود ہے۔ دو درجن کے قریب انبیاء کا ذکر تو قرآن میں بھی آیا ہے جن میں سے دو تین کو چھوڑ کر باقی ایسے ہی ہیں جن پر کوئی شریعت نہ اُتری۔

تمام انبیاء کی زندگیوں پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ انبیاء نہایت باریک روحانی اثر دنیا میں چھوڑتے ہیں جو مادی طور پر نہیں دیکھا جا سکتا۔ ہاں عقلی طور پر سمجھا جا سکتا ہے کہ نبی نے ایسی چیز چھوڑی ہے جو عظیم الشان نتیجہ پیدا کر سکتی ہے۔

دراصل انبیاء کی مثال اس بارش کی سی ہوتی ہے جو ایک عرصہ تک رُکی رہنے کے بعد برستی ہے۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے ہاتھ پاؤں پھوٹنے لگ جاتے ہیں درخت سوکھنے شروع ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب بارش ہوتی ہے تو خود بخود ہاتھوں میں نرمی آجاتی ہے۔ سبزہ پیدا ہو جاتا ہے اور کئی قسم کی کیفیات ظاہر ہونے لگ جاتی ہیں۔

پس یہ سوال کہ فلاں نبی نے ابتدائی زمانہ میں کیا کیا، نہایت باریک ہوتا ہے اور مومن کا کام ہے کہ نہایت احتیاط سے اس پر غور کرے۔ اگر کوئی شخص ایک نبی کو اس لئے چھوڑتا ہے کہ اس کی ابتدائی زندگی میں اسے کوئی مادّی کام نظر نہیں آتا اور بہت بڑی کامیابی اور تغیر دکھائی نہیں دیتا تو اسے سب نبیوں کو چھوڑنا پڑے گا کیونکہ اگر اس کا یہ معیار درست ہے تو پچھلے انبیاء کو بھی اس پر پرکھنا چاہئے۔ اور ان کو بھی چھوڑ دینا چاہئے۔ مگر مسلمان چونکہ انبیاء کی صداقت کے قائل ہیں اس لئے انہیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ انبیا کے متعلق غور کرتے وقت نہایت باریک امور کو دیکھنا چاہئے۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ و السلام کے کام بیان کرنا شروع کرتا ہوں۔ لیکن یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ نبی کے جو روحانی کام ہوتے ہیں اور حقیقی کام وہی ہوتے ہیں اور وہی اہم ہوتے ہیں ان کے متعلق میں کچھ نہیں بیان کروں گا کیونکہ میں اگر روحانی کام پیش کروں تو ایک غیر احمدی کہہ سکتا ہے کہ یہ آپ کا دعویٰ ہے اسے کس طرح مان لیا جائے۔ مثلاً نبی کا اصلی اور حقیقی کام یہ ہے کہ انسانوں کا خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر دے۔ اب اگر میں یہ کہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے ماننے والوں کا خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر دیا تو ایک غیر احمدی کہے گا یہ آپ کا دعویٰ ہے۔ اسے حضرت مرزا صاحب کو نہ ماننے والا کس طرح تسلیم کر سکتا ہے۔ اس وجہ سے میں ایسی باتوں کو چھوڑتا ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے دوسرے موٹے موٹے کام بیان کرتا ہوں جو دوسروں کیلئے بھی قابل تسلیم ہوں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا پہلا کام

پہلا کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ ہے کہ جس میں تمام نبی شریک ہیں کہ نبی خدا تعالیٰ کا ثبوت اس کی کامل صفات سے دیا کرتا ہے خدا تعالیٰ دنیا سے مخفی ہوتا ہے اور انبیاء اس کا ثبوت اس کی کامل صفات سے دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ جس زمانہ میں مبعوث ہوئے اس وقت بھی خدا تعالیٰ دنیا کی نظروں سے مخفی ہو چکا تھا اور ایسا مخفی ہو چکا تھا کہ حقیقی تعلق لوگوں کا اس سے بالکل نہ رہا تھا۔

حضرت مرزا صاحب نے نشان دکھا کر خدا تعالیٰ کو کامل صفات کے ساتھ دنیا پر ظاہر کیا۔ مثلاً حضرت صاحب کا ایک الہام ہے جو ابتدائی زمانہ کا ہے کہ: ''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔''

یہ الہام حضرت مرزا صاحب نے اس وقت شائع کیا جبکہ آپ کو یہاں کے لوگ بھی نہ جانتے تھے۔

دیکھو اس میں کیسی عظیم الشان خبر دی گئی ہے۔ کیا کوئی انسان کسی انسانی تدبیر سے ایسی خبر دے سکتا ہے۔ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو ماموریت سے پہلے ہوا جس میں ایک تو یہ پیشگوئی تھی کہ آپ زندہ رہیں گے اور ماموریت کا دعویٰ کریں گے۔ دوسری پیشگوئی یہ تھی کہ جب آپ دعویٰ کریں گے تو دنیا آپ کو ردّ کر دے گی۔ تیسری پیشگوئی یہ تھی کہ دنیا کوئی معمولی مخالفت نہ کرے گی بلکہ آپ پر ہر قسم کے حملے کئے جائیں گے۔ چوتھی پیشگوئی یہ تھی کہ خدا کی طرف سے وہ حملے ردّ کئے جائیں گے اور دنیا پر عذاب نازل ہوں گے۔ پانچویں پیشگوئی یہ تھی کہ آپ کی صداقت آخر ظاہر ہو جائے گی۔

یہ کوئی معمولی باتیں نہیں جو قبل از وقت اور اس وقت جبکہ ظاہری حالات بالکل خلاف تھے بتلائی گئی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ و السلام کی صحت شروع سے ہی اتنی کمزور تھی کہ بعض دفعہ بیماری کے حملوں کے وقت ارد گرد بیٹھنے والوں نے سمجھا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے آپ کہتے ہیں وہ زمانہ آنے والا ہے جب ماموریت کا دعویٰ کیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ لوگ مخالفت کریں گے یہ بات بھی ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد پانچ سات مدعی کھڑے ہوئے مثلاً ظہیر الدین، عبداللطیف، مولوی محمد یار، عبداللہ تیماپوری، نبی بخش۔ یہ تو اشتہاری نبی ہیں ان کے علاوہ چھوٹے موٹے اور بھی ہیں مگر ان کی مخالفت بھی نہیں ہوئی اور ان کو یہ بات بھی میسر نہ آئی۔ ان مدعیوں نے کھڑے ہو کر دکھا دیا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ مرزا صاحب کی لوگوں نے مخالفت کی اس لئے وہ سچے نہیں وہ غلطی پر ہیں۔ جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کو تو مخالفت بھی نصیب نہیں ہوتی۔

پھر مخالفتیں زبانی حد تک بھی محدود رہتی

ہیں۔ مگر حضرت مرزا صاحب کے متعلق خدا تعالیٰ نے تیسری پیشگوئی یہ فرمائی کہ معمولی مخالفت نہ ہوگی بلکہ ایسی ہوگی جس کو رد کرنے کے لئے خدا تعالیٰ زور آور حملے کرے گا۔ یعنی ایک تو سخت حملے ہوں گے دوسرے کئی اقسام کے ہوں گے اور کئی جماعتوں کی طرف سے ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دشمن بھی سخت حملے کریں گے اور کئی اقسام کے حملے کریں گے۔ جن کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کو بھی اس قسم کا جواب دینا پڑے گا۔ چنانچہ مخالفین نے آپ پر قسم قسم کے حملے کئے اور یہ حملے اس حد تک پہنچ گئے کہ ایک طرف گورنمنٹ آپ کو گرفتار کرنے کے لئے تکی بیٹھی تھی دوسری طرف پیر، گدی نشین اور مولوی آپ کی مخالفت پر آمادہ اور آپ کی جان کے درپے تھے۔ عام مسلمانوں نے بھی کوئی کمی نہ کی اور آپ کے خلاف منصوبوں پر منصوبے کئے۔ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں اور باقی سب قوموں نے بھی ناخنوں تک زور لگایا کہ آپ کو تباہ کر دیں۔ آپ کو قتل کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ آپ پر اتہام لگائے گئے۔ آپ کی عزت و آبرو، آپ کی دیانت اور امانت، آپ کے تقویٰ و طہارت پر حملے کئے گئے مگر سب ناکام رہے اور آپ کی عزت بڑھتی گئی۔ چوتھی پیشگوئی یہ تھی کہ ان حملوں کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے حملے ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جس نے جس رنگ میں آپ پر حملہ کیا تھا اسی رنگ میں وہ پکڑا گیا۔ پانچویں پیشگوئی جو آخری بات تھی کہ خدا تعالیٰ آپ کی صداقت ظاہر کر دے گا اس کے ثبوت میں یہ جلسہ موجود ہے۔ اس وقت تمام دنیا میں آپ کے ماننے والے موجود ہیں۔ امریکہ میں موجود ہیں، یورپ میں موجود ہیں، افریقہ میں موجود ہیں، ایشیا کے ہر علاقہ میں موجود ہیں۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھوں اتنے امریکہ کے باشندے مسلمان نہیں ہوئے جتنے احمدیوں کی قلیل ترین جماعت کی کوششوں سے ہوئے ہیں۔ اس وقت ایک ایسے امریکن مسلمان کے مقابلہ میں سو احمدی امریکن ہیں۔ اسی طرح ہالینڈ میں جہاں دوسرے مسلمانوں کا بنایا ہوا ایک بھی مسلمان نہیں احمدی مسلمان موجود ہیں اور کئی ایسے ممالک ہیں جہاں احمدی باشندوں کی تعداد اس ملک کے مسلمانوں سے زیادہ ہے یہ کتنا بڑا نشان ہے۔ اور زور آور حملوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی صداقت ظاہر ہونے کا کتنا بڑا ثبوت ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اور الہام ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ”میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا“

اب دیکھو کہ دنیا میں کئی ایسی جگہیں ہیں جہاں اصل باشندوں میں سے دوسرے فرقوں کے مسلمان نہیں مگر احمدی ہیں۔ اس سے بڑھ کر دنیا کے کناروں تک آپ کی تبلیغ کے پہنچنے کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔

اسی طرح قادیان کی ترقی بھی بہت بڑا نشان ہے آخری جلسہ میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہوا، اس میں سات سو آدمی کھانا کھانے والے تھے۔ اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیر کیلئے نکلے تو اسلئے واپس چلے گئے کہ لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے گرد اُڑتی ہے۔ اب دیکھو اگر سات ہزار بھی جلسہ پر آئیں تو شور پڑ جائے کہ کیا ہو گیا ہے کیوں اتنے تھوڑے لوگ آئے ہیں۔ ہر سال آنے والوں میں زیادتی ہوتی ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہزاروں پیشگوئیاں ہیں جو کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ غرض خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے اس طرح اپنی صفات کے ثبوت دیئے ہیں جس طرح کہ وہ پہلے نبیوں کے ذریعہ سے دیتا چلا آیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا دوسرا کام

نبی کا ایک کام یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک کام کرنے والی جماعت پیدا کر جاتا ہے۔ ہماری جماعت کی کمزوری مالی لحاظ سے اور تعداد کے لحاظ سے دیکھو اور پھر اس کے مقابلہ میں اس کے کاموں کی وسعت کو دیکھو۔ کوئی شخص اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ جو کام جماعت احمدیہ کر رہی ہے وہ کوئی اور قوم نہیں کر رہی۔ غیر احمدی اخباروں میں چھپتا رہتا ہے کہ کام کرنے والی ایک ہی جماعت ہے اور وہ جماعت احمدیہ ہے۔ روس، فرانس، ہالینڈ، آسٹریلیا، امریکہ، انگلینڈ وغیرہ ممالک میں ہماری طرف سے اسلام کی تبلیغ ہوئی۔ ہندوؤں میں سے بعض ایسے مالدار ہیں کہ وہ اکیلے اتنا روپیہ دے سکتے ہیں جتنا ہماری ساری جماعت مل کر سارے سال میں نہیں دے سکتی۔ اور ایک دو نہیں بلکہ خاصی تعداد میں ایسے لوگ ان میں موجود ہیں۔ مگر باوجود اس کے ساری ہندو قوم نے مل کر علاقہ ملکانہ میں حملہ کیا۔ مگر جب ہمارے مبلغ پہنچے تو سب بھاگ گئے۔ اس وقت دہلی میں ہندو مسلمانوں کی ایک کانفرنس ہوئی جس میں یہ سوال پیش ہوا کہ آؤ صلح کر لیں۔ اس کانفرنس کو منعقد کرنے والے حکیم اجمل خان صاحب، ڈاکٹر انصاری، مولوی محمد علی صاحب اور مولوی ابوالکلام صاحب آزاد تھے اور ہندوؤں کی طرف سے شردھا نند صاحب وغیرہ۔ جیسا کہ علماء کا ہمارے متعلق طریق عمل رہا ہے انہوں نے کہا کہ احمدیوں کو بلانے کی کیا ضرورت ہے اور وہ خود صلح کی شرائط طے کرنے لگے۔ لیکن شردھا نند جی نے کہا کہ احمدی بھی اس علاقہ میں کام کر رہے ہیں ان کو بلانا چاہئے۔ اس پر میرے نام حکیم اجمل خان صاحب، ڈاکٹر انصاری اور مولوی ابوالکلام صاحب کا تار آیا کہ اپنے قائم مقام بھیجئے۔ میں نے یہاں کے آدمیوں کو بھیجا اور انہیں بتادیا کہ ملکانوں کے متعلق سوال اُٹھے گا اور کہا جائے گا کہ ہندو مسلمان اپنی اپنی جگہ بیٹھ جائیں مگر ہندوؤں نے بیس ہزار ملکانوں کو مرتد کر لیا ہے اس لئے جب یہ سوال پیش ہو تو آپ کہیں کہ ہمیں بیس ہزار مرتدوں کو کلمہ پڑھا لینے دیجئے تب اس شرط پر صلح ہوگی اور ہم وہاں سے واپس آجائیں گے۔ ورنہ جب تک ایک ملکانہ بھی مرتد رہے گا ہم وہاں سے نہیں ہٹیں گے۔ چنانچہ جب ہمارے آدمی کانفرنس میں پہنچے تو یہی سوال پیش ہوا۔ اور انہوں نے یہی بات کہی جو میں نے بتائی تھی۔ اس پر مولویوں نے کہا احمدیوں کی ہستی ہی کیا ہے ان کو چھوڑ دیجئے اور ہم سے صلح کر لیجئے۔ شردھا نند جی نے اس وقت ان سب کے سامنے کہا آپ کے اگر پچاس آدمی بھی وہاں ہوں تو ہمیں ان کی پرواہ نہیں۔ لیکن جب تک ایک بھی احمدی وہاں ہوگا صلح نہیں ہوسکتی۔ احمدیوں کو پہلے اس علاقہ سے نکالو اور پھر صلح کے لئے آگے بڑھو۔

غرض جماعت احمدیہ کے کام کی اہمیت کا ان لوگوں کو بھی اقرار ہے جو جماعت میں داخل نہیں ہیں بلکہ جو اسلام کے دشمن ہیں وہ بھی اقرار کرتے ہیں۔ خدا کے فضل سے ہماری جماعت کو مذہبی دنیا میں ایسی اہمیت حاصل ہو رہی ہے کہ دنیا حیران ہے اور یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہے۔ اور آپ کے اس کام کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا تیسرا کام

تیسرا کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق لوگوں کے خیالات میں جو فساد پڑ گیا تھا، اس کی آپ نے اصلاح کی ہے۔ مذہب میں سب سے بڑی ہستی خدا تعالیٰ کی ہستی ہے۔ مگر اس کی ذات کے متعلق مسلمانوں میں اور دوسرے مذہبوں میں اتنا اندھیر مچا ہوا تھا اور ایسی خلافِ عقل باتیں بیان کی جاتی تھیں کہ ان کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو توجہ ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس خرابی کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دور کیا۔

خدا تعالیٰ کے متعلق یہ غلط خیالات پھیلے ہوئے تھے۔ (1) شرک جلی اور خفی میں لوگ مبتلا تھے (2) بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ یقین رکھتے تھے کہ اگر خدا ہے تو وہ علت العلل ہے۔ وہ اس کی قوت ارادی کے منکر تھے اور سمجھتے تھے کہ جس طرح مشین چلتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ سے دنیا کے کام ظاہر ہو رہے ہیں۔ (3) بعض لوگ خیال کر رہے تھے کہ دنیا آپ ہی آپ بنی ہے اور قدیم ہے۔ خدا تعالیٰ کا جوڑنے جاڑنے سے زیادہ دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ بعض مسلمان بھی اس غلطی میں مبتلا تھے (4) بعض لوگ خدا تعالیٰ کے رحم کا انکار کرنے لگ گئے تھے اور یہ کہتے تھے کہ خدا میں رحم کی صفت نہیں پائی جاتی کیونکہ وہ عدل کے خلاف ہے۔ (5) بعض لوگ خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایسا ناقص اندازہ کرنے لگ گئے تھے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی صفات کے ظہور کو چند ہزار سال میں محدود کر دیا تھا اور خیال کرتے تھے کہ بس خدا تعالیٰ کی صفات انہی چند ہزار سال میں ظاہر ہوئی ہیں اور اگر اس دور کو لمبا بھی کرتے تھے تو اتنا کہ گو اس دنیا کی عمر لاکھوں سال کی مانتے تھے مگر خدا تعالیٰ کی صفات کے ظہور کو اسی دور کے ساتھ محدود کرتے تھے۔ (6) بعض لوگ خدا کی قدرت کو غلط طریق سے ثابت کرتے ہوئے یہ کہتے کہ خدا جھوٹ بھی بول سکتا ہے، چوری بھی کر سکتا ہے۔ اگر نہیں کر سکتا تو معلوم ہوا کہ اس میں قدرت نہیں ہے۔ (7) بعض لوگ خدا تعالیٰ کو قانون قضاء و قدر جاری کرنے کے بعد بالکل بیکار سمجھتے اور اس وجہ سے کہتے تھے کہ دعا کرنا فضول ہے۔ جب خدا کا قانون جاری ہو گیا کہ فلاں بات اس طرح ہو تو دعا کرنا بے فائدہ ہے۔ دعا سے اس قانون میں روکاوٹ نہیں پیدا ہوسکتی۔ (8) خدا تعالیٰ کی صفات کے اجراء کا مسئلہ بالکل لَایَنْحَل سمجھا جانے لگا تھا لوگ خدا تعالیٰ کی سب صفات کے ایک ہی وقت میں جاری ہونے کا علم نہ رکھتے تھے اور سمجھ ہی نہ سکتے تھے

کہ خدا تعالیٰ جو شدید العقاب ہے وہ اس صفت کو رکھتے ہوئے ایک ہی وقت میں وہاب کس طرح ہوسکتا ہے وہ حیران تھے کہ کیا ایک انسان کیلئے کہا جاسکتا ہے کہ وہ بڑا سخی ہے اور بڑا بخیل بھی ہے۔ اگر نہیں تو خدا کے لئے کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں قہار بھی ہے اور رحیم بھی۔ چونکہ قرآن میں خدا تعالیٰ کی ایسی صفات آئی ہیں جو بظاہر آپس میں مخالفت رکھتی ہیں اسلئے وہ لوگ حیران تھے۔ (9) بعض لوگ اس خیال میں پڑے ہوئے تھے کہ ہر چیز خدا ہی خدا ہے اور بعض اس وہم میں پڑے ہوئے تھے کہ ایک تخت ہے۔ خدا تعالیٰ اس پر بیٹھا ہوا حکم کرتا ہے۔ (10) خدا تعالیٰ کی طرف توجہ ہی نہیں رہی تھی۔ حتی کہ جب کوئی مکان یا گھر ویران ہوجاتا تو کہتے کہ اب تو اس میں اللہ ہی اللہ ہے۔ یا کسی کے پاس کچھ نہ رہتا تو کہا جاتا کہ اب تو اس کے پاس اللہ ہی اللہ ہے جس کا یہ مطلب تھا کہ خدا تعالیٰ بھی ایک خلو ہی کا نام ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت اور اسکے ملنے کی تڑپ بالکل مٹ گئی تھی۔ جنوں اور بھوتوں کی ملاقات، عمل حُبّ اور عملِ بغض کی خواہش تو لوگوں میں تھی لیکن اگر نہ تھی تو خدا تعالیٰ کی ملاقات کی خواہش نہ تھی۔

ان اختلافات کے طوفان کے وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام ظاہر ہوئے اور آپنے ان سب غلطیوں سے مذہب کو پاک کردیا۔ سب سے پہلے میں شرک کو لیتا ہوں۔ آپ نے شرک کو پورے طور پر ردّ کیا اور توحید کو اپنے پورے جلال کے ساتھ ظاہر کیا۔ آپ نے توحید کے متعلق مختلف کتابوں میں مضامین لکھے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جو باتیں لوگوں نے بیان کی ہیں ان کے اوپر اور ان سے بالا ایک اور درجہ کامل توحید کا ہے۔

خالی عقیدہ رکھنا کہ ہر چیز میں خدا کا ہاتھ ہے۔ یہ اعلیٰ توحید نہیں۔ بلکہ کمال توحید یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہر چیز میں سے اپنا ہاتھ دکھائے۔ جب ایسا ہو تب خدا تعالیٰ واقعہ میں ہر چیز میں نظر آتا ہے۔ محض ہمارا خیال نہیں ہوتا۔ یہ ایسی توحید ہے جو عقیدہ سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ انسان کے تمام اعمال پر حاوی ہے۔ ایک مسلمان کی اخلاقی، تمدنی، سیاسی، معاشرتی غرضیکہ ہر قسم کی زندگی پر حاوی ہے۔

اب پیشتر اس کے کہ میں ان دوسری غلط فہمیوں کے ازالہ کا ذکر کروں جو خدا تعالیٰ کے متعلق لوگوں میں پھیلی ہوئی تھیں، میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان سب غلطیوں کے دور کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اصل پیش کیا ہے جو ان سب غلطیوں کا ازالہ کردیتا ہے اور وہ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ہے۔ پس اس کے متعلق کوئی بات ہم مخلوق پر قیاس کرکے نہیں کہہ سکتے۔ اس کے متعلق ہم جو کچھ کہہ سکتے ہیں وہ خود اسی کی صفات پر مبنی ہونا چاہئے ورنہ ہم غلطی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ہمیں دیکھنا چاہئے کہ جو عقیدہ ہم خدا تعالیٰ کی نسبت رکھتے ہیں وہ اس کی دوسری صفات کے جنہیں ہم تسلیم کرتے ہیں مطابق ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو یقیناً ہم غلطی پر ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کی صفات متضاد نہیں ہوسکتیں۔

اس اصل کے بتانے سے آپ نے ایک طرف تو ان غلطیوں کا ازالہ کردیا جو مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں اور دوسری طرف غیر مذاہب کی غلطیوں کی بھی حقیقت کھول دی ہے۔

دوسری غلطی اللہ تعالیٰ کے متعلق مختلف مذاہب کے پیروؤں میں یہ پیدا ہورہی تھی کہ وہ اسے علت العلل قرار دیتے تھے۔ یعنی اس کی قوت ارادی کے منکر تھے۔ اس غلطی کا ازالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی صفت حکیم اور قدیر سے کیا ہے۔ تمام مذاہب خدا تعالیٰ کے حکیم اور قدیر ہونے کے قائل ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اگر وہ حکیم اور قدیر ہے تو علت العلل نہیں ہوسکتا بلکہ بالارادہ خالق ہے۔ کسی مشین کو کوئی عقلمند کبھی حکیم نہ کہے گا۔ پس اگر خدا حکیم ہے تو علت العلل نہیں ہوسکتا۔ پھر خدا تعالیٰ قادر ہے اور عربی میں قادر کے معنی اندازہ کرنے والے کے ہیں۔ یعنی جو ہر کام کا اندازہ کرتا ہو اور دیکھتا ہو کہ کس چیز کے مناسب حال کیا طاقتیں یا کیا سامان ہیں۔ مثلاً یہ فیصلہ کرے کہ گرمی کیلئے کیا قوانین ہوں اور سردی کیلئے کیا۔ کس کس حیوان کی کس کس قدر عمر ہو۔ اور یہ اندازہ کوئی بلاارادہ ہستی نہیں کرسکتی۔ پس خدا تعالیٰ کی قدیر اور حکیم صفات اس کے ارادہ کو ثابت کر رہی ہیں اور اسے قدیر اور حکیم مانتے ہوئے علت العلل نہیں کہا جاسکتا۔

(3) تیسری قسم کے وہ لوگ تھے جو یہ کہتے تھے کہ دنیا آپ ہی آپ بنی ہے خدا کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ یعنی خدا روح اور مادہ کا خالق نہیں ہے۔ اس کا جواب آپ نے خدا کی صفت مالکیت اور رحیمیت سے دیا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی دو بڑی صفات مالکیت اور رحیمیت ہیں۔ اب اگر خدا نے دنیا کو پیدا نہیں کیا تو پھر اس پر تصرف جمانے کا بھی اسے کوئی حق نہیں ہے۔ یہ حق اسے کہاں سے حاصل ہوگیا؟ پس جب تک خدا تعالیٰ کو دنیا کا خالق نہ مانو گے دنیا کا مالک بھی نہیں مان سکتے۔ دوسری صفت خدا تعالیٰ کی رحیمیت ہے۔ رحیم کے معنی ہیں وہ ہستی جو انسان کے کام کا بہتر سے بہتر بدلہ دے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر خدا کسی چیز کا خالق نہیں تو وہ بدلے اس کے پاس کہاں سے آئیں گے جو لوگوں کو اپنی اس صفت کے ماتحت دے گا۔

(4) چوتھی قسم کے لوگ وہ تھے جو خدا تعالیٰ کی صفتِ رحیمیت کے ہی منکر تھے ان لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت اور مالکیت سے جواب دیا۔ مثلاً مسیحیوں کے مذہب کی بنیاد ہی اس امر پر ہے کہ چونکہ خدا عادل ہے اس لئے وہ کسی کا گناہ معاف نہیں کرسکتا۔ پس اسے دنیا کے گناہ معاف کرنے کیلئے ایک کفارہ کی ضرورت پیش آئی تا اس کا رحم بھی قائم رہے اور عدل بھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بے شک خدا عادل ہے مگر عدل اس کی صفت نہیں۔ عدل صفت اس کی ہوتی ہے جو مالک نہ ہو۔ مالک کی صفت رحم ہوتی ہے۔ ہاں جب مالک کا رحم کام کے برابر ظاہر ہو تو اسے بھی عدل کہہ سکتے ہیں۔ پس چونکہ خدا تعالیٰ مالک اور رحمن بھی ہے اس لئے اس کا دوسری چیزوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ دیکھو خدا تعالیٰ نے انسان کو کان ناک آنکھیں بغیر اس کے کسی عمل کے دی ہیں۔ کیا کوئی اعتراض کرسکتا ہے کہ یہ اس کے عدل کے خلاف ہے۔ پس اگر خدا بغیر انسان کے کسی استحقاق کے یہ چیزیں اسے دے سکتا ہے تو پھر وہ انسان کے گناہ کیوں معاف نہیں کرسکتا۔ اسی طرح وہ مالک ہے اور بہ حیثیت مالک ہونے کے معاف کرنے سے اس کے عدل پر حرف نہیں آتا۔

(5) پانچویں قسم کے وہ لوگ تھے جو خدا کی صفتِ خالقیت کو ایک زمانہ تک محدود کرتے تھے۔ ان کو آپ نے خدا تعالیٰ کی صفت قیوم سے جواب دیا۔ فرمایا خدا تعالیٰ کی صفات چاہتی ہیں کہ ان میں تعطل نہ ہو بلکہ وہ ہمیشہ جاری رہیں۔ قیوم کے معنی ہیں قائم رکھنے والا۔ اور یہ صفت تمام صفات پر حاوی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات میں تعطل نہیں ہوسکتا۔ آپ نے جو اصل پیش کیا اور جو تھیوری بیان کی ہے وہ باقی دنیا سے مختلف ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے فلاں وقت سے دنیا کو پیدا کیا۔ گویا اس سے قبل خدا بے کار تھا۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دنیا ہمیشہ سے چلی آرہی ہے گویا وہ خدا تعالیٰ کی طرح ازلی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔

اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ جب سے خدا ہے اسی وقت سے دنیا کا سلسلہ ہے تو پھر اسے دنیا کو بھی خدا تعالیٰ کی طرح ازلی ماننا پڑے گا۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ پیدائش کا سلسلہ کروڑوں یا اربوں سالوں میں محدود ہے تو پھر اسے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ ازل سے نکما تھا صرف چند کروڑ یا چند ارب سال سے وہ خالق بنا۔ اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ پس صحیح یہی ہے کہ اس امر کی پوری حقیقت کو انسان پوری طرح سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اور سچائی ان دونوں دعووں کے درمیان میں ہے۔ یہ مسئلہ بھی اسی طرح محیر العقول ہے جس طرح کہ زمانہ اور جگہ کا مسئلہ ہے کہ ان دونوں چیزوں کو محدود یا غیر محدود ماننا دونوں ہی عقل کے خلاف نظر آتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بحث کا یوں فیصلہ فرمایا ہے کہ نہ خدا تعالیٰ کی صفتِ خالقیت کبھی معطل ہوئی اور نہ دنیا خدا کے ساتھ چلی آرہی ہے اور صداقت ان دونوں امور کے درمیان ہے۔ اور اس کی تشریح آپ نے یہ فرمائی ہے کہ مخلوق کو قدامت نوعی حاصل ہے گو قدامتِ ذاتی کسی شے کو حاصل نہیں۔ کوئی ذرہ، کوئی روح، کوئی چیز ماسوی اللہ ایسی نہیں کہ جسے قدامتِ ذاتی حاصل ہو۔ لیکن یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ سے اپنی صفت خلق کو ظاہر کرتا چلا آیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قدامت نوعی کا بھی وہ مفہوم نہیں لیا جو دوسرے لوگ لیتے ہیں جو یہ ہے کہ جب سے خدا ہے تب سے مخلوق ہے۔ یہ ایک بیہودہ عقیدہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے قائل نہیں۔

خالق اور مخلوق ایک ہی معنوں میں ازلی نہیں ہوسکتے۔ ضروری ہے کہ خالق کو تقدم حاصل ہو اور مخلوق کو تاخر۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کبھی نہیں لکھا کہ مخلوق بھی ازلی ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ مخلوق کو قدامت نوعی حاصل ہے اور قدامت اور ازلیت میں فرق ہے۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک مخلوق کو قدامتِ نوعی تو حاصل ہے مگر ازلیت نہیں۔ خالق مخلوق پر بہرحال مقدم ہے اور دورِ وحدت دورِ خلق سے پہلے ہے۔

(6) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق ایک اور بحث بھی پیدا ہو رہی تھی اور وہ یہ کہ اس کی قدرت کے مفہوم کو غلط سمجھا جا رہا تھا۔ بعض لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ خدا قادر ہے اس لئے وہ جھوٹ بھی بول سکتا ہے یا فنا بھی ہو سکتا ہے۔ بعض کہتے کہ نہیں اس کی صفات اسی قدر ہیں جو اس نے بیان کی ہیں اور وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جھگڑا کا بھی فیصلہ کر دیا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے قدیر ہونے کی صفت کو اس کی دوسری صفات کے مقابلہ پر رکھو اور پھر اس کے متعلق غور کرو۔ جہاں یہ نظر آتا ہے کہ خدا قدیر ہے وہاں یہ بھی تو ہے کہ خدا کامل ہے اور فنا کمال کے خلاف ہے۔ خدا تعالیٰ کے کامل ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اس میں نقائص اور کمزوریاں بھی ہوں۔ دراصل ان لوگوں نے قدرت کے معنے نہیں سمجھے۔ کیا اگر کوئی کہے کہ میں بہت طاقت ور ہوں تو اسے کہا جائے گا کہ اگر طاقت ور ہو تو نجاست کھالو۔ یہ طاقت کی علامت نہیں بلکہ یہ کمزوری ہے اور کمزوری خدا تعالیٰ میں پیدا نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ کامل ہستی ہے۔

(7) ایک ساتواں گروہ تھا۔ جس کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا قضا و قدر جاری کرنے کے بعد خالی ہاتھ ہو بیٹھا ہے۔ اس لئے کسی کی دعا نہیں سن سکتا۔ ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا بے شک خدا تعالیٰ نے قضا و قدر جاری کی ہے مگر ان میں سے ایک قضا یہ بھی ہے کہ جب بندے دعائیں مانگیں تو ان کی دعا سنوں گا۔ یہ کتنا چھوٹا لیکن کیسا تسلی بخش جواب ہے۔ فرماتے ہیں بے شک خدا نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ بندہ بد پرہیزی کرے تو بیمار ہو مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ اگر وہ گڑ گڑا کر دعا مانگے تو اچھا بھی کر دیا جائے۔ پس باوجود قضا و قدر جاری ہونے کے خدا کا عمل تصرف بھی جاری ہے۔

(8) خدا تعالیٰ کی صفات کے اجرا کے متعلق بھی اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ آپ نے اسے بھی دور کیا اور بتایا کہ خدا تعالیٰ کی ہر ایک صفت کا ایک دائرہ ہے ایک ہی وقت میں وہ رحیم ہے اور اسی وقت میں شدید العقاب بھی ہے۔ انسانوں کی یہ حالت نہیں ہو سکتی کہ ایک ہی وقت میں ان کی ساری صفات ظاہر ہوں یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک انسان رحم بھی کر رہا ہو اور اسی وقت ویسے ہی زور سے عذاب کا اظہار بھی کر رہا ہو۔ مگر خدا تعالیٰ چونکہ کامل ہے اس لئے ایک ہی وقت میں اس کی ساری صفات یکساں زور سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو دنیا تباہ ہو جائے۔ اگر خدا تعالیٰ کا غضب نازل ہو رہا ہو اور ساتھ رحم نہ ہو تو دنیا تباہ ہو جائے۔ اسی طرح اگر خدا تعالیٰ کا صرف رحم جاری ہو اور غضب بند ہو جائے تو مجرم چھوٹ جائیں اور اس طرح بھی تباہی برپا ہو جائے۔ پس خدا تعالیٰ کی ساری صفات ایک ہی وقت میں اپنے دائرہ کے اندر کام کر رہی ہوتی ہیں۔

(9) نواں غلط عقیدہ خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق یہ پھیل رہا تھا کہ کچھ لوگ خیال کر رہے تھے کہ سب کچھ خدا ہی خدا ہے۔ آپ کے بتائے ہوئے اصل سے اس عقیدہ کا بھی رد ہو گیا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی ایک صفت مالکیت بھی ہے اور جب تک اور مخلوق نہ ہو خدا مالک نہیں ہو سکتا۔

(10) ان سب باتوں کے علاوہ ایک اہم کام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق کیا یہ تھا کہ آپ نے لوگوں کی توجہ خدا تعالیٰ کی طرف پھیری اور ان میں خدا تعالیٰ کی سچی محبت پیدا کر دی۔ لاکھوں انسانوں کو آپ نے خدا تعالیٰ کا مقرب بنا دیا اور وہ لوگ جنہوں نے ابھی تک آپ کو نہیں مانا ان کی بھی توجہ خدا تعالیٰ کی طرف اس رنگ میں ہو رہی ہے جو آپ کے دعویٰ سے پہلے نہ تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ کا چوتھا کام

چوتھا کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیا کہ آپ نے کلام الٰہی کی حقیقت کو ظاہر کیا ہے اور اس کے متعلق جو مختلف خیالات لوگوں میں پھیلے ہوئے تھے ان کی اصلاح کی ہے، الہام کے متعلق مختلف اور خطرناک خیالات لوگوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ لوگ سمجھتے تھے (الف) الہام یا آسمانی ہوتا ہے یا شیطانی (ب) پھر لوگ یہ سمجھتے تھے کہ الہام صرف نبیوں کو ہو سکتا ہے۔ (ج) بعض لوگ سمجھتے تھے کہ الہام لفظوں میں نہیں ہو سکتا۔ دل کی روشنی سے حاصل کردہ علوم کا نام ہی الہام ہے (د) بعض لوگ اس وسوسہ کا شکار ہو رہے تھے کہ الہام اور خواب کیفیت دماغی کا نتیجہ ہوتے ہیں (ھ) بعض لوگ اس خیال میں مبتلا تھے کہ لفظی الہام کا عقیدہ رکھنا انسان کی ذہنی ترقی کے مانع ہے۔ (و) عام طور پر لوگ اس غلطی میں مبتلا تھے کہ اب الہام کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔ یہ اور اس قسم کے اور وساوس الہام کے متعلق لوگوں میں پائے جاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سب کی اصلاح کی ہے۔

یہ جو خیال تھا کہ الہام صرف آسمانی یا شیطانی ہوتا ہے اس سے کئی خطرناک نتائج پیدا ہو رہے تھے۔ بعض مدعیوں کو جب لوگ راستباز سمجھتے تو انکی وحی کو بھی آسمانی سمجھ لیتے۔ بعض خوابیں جب لوگوں کی پوری نہ ہوتیں تو وہ الہام اور خواب کی حقیقت سے ہی منکر ہو جاتے۔ آپ نے اس مسئلہ کو حل کر کے دنیا کو بہت سے ابتلاؤں سے بچا لیا۔

(اس کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے حوالے سے الہام کی اقسام بیان کرتے ہوئے بتایا کہ اس کی دو قسمیں ہیں سچا الہام اور جھوٹا الہام۔ اس کی آگے دو قسمیں ہیں آسمانی الہام اور شیطانی الہام۔ آسمانی الہام کی آپ نے کئی قسمیں بیان فرمائیں مثلاً انبیاء کی وحی، اولیاء کی وحی، سالکوں کی وحی، مومنوں کی وحی، جبیزی وحی، غیر مومن کو ہونے والی وحی، طفیلی وحی۔ شیطانی الہام کی بھی آپ نے کئی اقسام بیان کیں مثلاً نفسانی الہام، عقلی وحی، دماغ کی پراگندگی کے نتیجہ میں ہونے والی وحی۔ اس ضمن میں آپ نے دماغ کی خرابی اور خواہشوں اور آرزوؤں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے خواب وغیرہ کا ذکر فرمایا۔)

(2) دوسری غلطی لوگوں کو یہ لگی ہوئی تھی کہ الہام یا وحی صرف نبی کو ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس خیال کی بھی اصلاح کی اور فرمایا کہ الہام ہر شخص کو ہو سکتا ہے ہاں الہام کے بھی درجے ہوتے ہیں۔ نبی کو نبیوں والا الہام ہوتا ہے، مومن کو مومنوں والا اور کافر کو کافروں والا۔

(3) تیسری غلطی یہ لگی ہوئی تھی کہ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ الہام لفظوں میں نہیں ہوتا بلکہ دل کی روشنی کا نام ہی الہام ہے۔ آپ نے ان لوگوں کے خیال کی بھی اصلاح فرمائی۔ نیچریوں، بہائیوں اور اکثر عیسائیوں کا یہی خیال ہے۔ مسلمان تعلیم یافتہ بھی کثرت سے اسی وہم میں مبتلا ہیں۔ آپ نے ایسے لوگوں کے سامنے اول اپنا مشاہدہ پیش کیا اور فرمایا میں الہام کے الفاظ سنتا ہوں اس لئے میں اس خیال کی تردید کرتا ہوں کہ الہام الفاظ میں نہیں ہوتا۔ دوسرا جواب آپ نے یہ دیا کہ الہام اور خواب انسانی فطرت میں داخل ہے۔ ہر انسان میں یہ خواہش ہے کہ خدا سے ملے اور اس فطرت کی خواہش کا جواب بھی ضرور ہونا چاہئے۔ خالی دل کا خیال اس جوش محبت کا جواب نہیں ہو سکتا جو انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کی ملاقات کے متعلق رکھا گیا ہے۔ اس کا جواب صرف الہام اور خواب ہی ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ خواب اور الہام صرف نبیوں سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ دنیا کے اکثر افراد اس سے کم و بیش حصہ پاتے ہیں۔

(4) چوتھی غلطی بعض لوگوں کو الہام کے متعلق یہ لگی ہوئی تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ الہام کیفیت دماغی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بے شک ایسا بھی ہوتا ہے مگر یہ کہنا کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے اور کبھی باہر سے الہام نہیں ہوتا غلط ہے۔ کیونکہ نبیوں اور مومنوں کے بعض الہام ایسے علوم پر مشتمل ہوتے ہیں جنہیں انسانی دماغ دریافت نہیں کر سکتا۔

مجھے تعجب ہے کہ جو لوگ الہام کو دماغی بگاڑ کا نتیجہ سمجھتے ہیں وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ انسانی دماغ بڑھاپے میں کمزور ہو جاتا ہے لیکن نبیوں پر بڑھاپے کا کبھی کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ ان کے الہامات میں زیادہ شوکت پیدا ہوتی جاتی ہے۔

(5) پانچواں شبہ الہام کے متعلق یہ کیا جاتا ہے کہ الہام کا وجود انسان کی ذہنی اور عقلی ترقی کے مخالف ہے کیونکہ جب الہام سے ایک امر دریافت ہو گیا تو پھر لوگوں کو سوچنے اور غور کرنے کی کیا ضرورت ہے اور کیا موقع ہے؟
اس غلطی کو آپ نے لوگوں کی توجہ اس امر کی طرف پھیر کر دُور کیا کہ الہام ذہنی ترقی کے مخالف نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے اسے ذہنی ترقی کی خاطر پیدا کیا ہے۔ کارخانہ عالم کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روحانی اور جسمانی دو سلسلے اس دنیا میں متوازی اور مشابہ چل رہے ہیں۔ جسمانی سلسلہ میں انسانی ہدایت اور راہنمائی کے لئے عقل کے ساتھ تجربہ کو لگایا گیا ہے تا کہ عقل کی کمزوری کو پورا کر دے اور انسان غلطی کے احتمال سے بچ جائے۔ روحانی سلسلہ میں اس کی جگہ الہام کو عقل کے ساتھ لگایا گیا ہے تا کہ عقل غلطی کر کے انسان کو تباہی کے گڑھے میں نہ گرا دے۔

(6) چھٹا وسوسہ جس میں لوگ مبتلا تھے یہ تھا کہ الہام کا سلسلہ اب بالکل بند ہو چکا ہے یہ عقیدہ مسلمانوں کا ہی نہ تھا بلکہ دوسرے مذاہب کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ یہودی، مسیحی، ہندو سب پہلے زمانہ میں الہام کے قائل ہیں

لیکن اب اس کے دروازہ کو بند بتاتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس خطرناک عقیدہ کی غلطی کو بھی دنیا پر ظاہر کیا اور بتایا کہ الہام تو خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کیلئے ایک انعام ہے اور بندہ اور خدا تعالیٰ میں محبت کا نہ ٹوٹنے والا تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور یقین اور وثوق تک پہنچانے کا ذریعہ ہے اس کا سلسلہ بند کر کے مذہب اور روحانیت کا باقی کیا رہ جاتا ہے۔ مسلمانوں کو آپ نے توجہ دلائی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اس لئے مبعوث ہوئے تھے کہ دنیا پر خدا تعالیٰ کی رحمت کی بارش اور بھی شان سے نازل ہو۔ پس آپ کے آنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا یہ انعام بند نہیں ہوا بلکہ اس میں اور بھی زیادہ ترقی ہوگئی۔

آپ نے ثابت کر دیا کہ الہام کا سلسلہ جاری ہے کیونکہ اگر الہام کو بند مانیں تو خدا تعالیٰ کی کئی صفات میں تعطّل ماننا پڑے گا۔ اس جگہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ خدا کی صفات میں عارضی تعطّل تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی مانا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات میں خدا تعالیٰ اپنی ایک صفت کو بند کر دیتا ہے تا کہ دوسری صفت جاری ہو۔ اگر اس طرح ہو سکتا ہے تو یہ ماننے میں کیا حرج ہے کہ الہام کو خدا نے قیامت تک بند کر دیا؟ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تعطّل تب مانا ہے جب دو صفات آپس میں ٹکرائیں۔ اور جو صفات نہ ٹکرائیں ان کے متعلق تعطّل نہیں مانا۔ چونکہ الہام کے جاری ہونے میں کسی صفت سے ٹکراؤ نہیں اس لئے اس کے متعلق تعطّل ماننا ناواجب ہے۔

آپ نے آیاتِ قرآنیہ سے بھی ثابت کیا ہے کہ الہام کے جاری رہنے کا خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو جھوٹا نہیں کیا کرتا۔

قرآن کریم کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

کلام الٰہی میں سے خاص طور پر قرآن کریم کے متعلق بہت سی غلطیاں لوگوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بھی دُور کیا ہے۔ مثلاً (1) ایک غلطی بعض مسلمانوں کو یہ لگی ہوئی تھی کہ وہ قرآن کریم کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اس میں تبدیلی ہوگئی ہے اور بعض حصے اس کے چھپنے سے رہ گئے ہیں۔ اس خیال کی بھی آپ نے تردید فرمائی اور بتایا کہ قرآن کریم مکمل کتاب ہے۔ انسان کی جتنی ضرورتیں مذہب سے تعلق رکھنے والی ہیں وہ سب اس میں بیان کر دی گئی ہیں۔ اگر اس کے بعض پارے یا حصے غائب ہوگئے ہوتے تو اس کی تعلیم میں ضرور کوئی کمی ہونی چاہئے تھی اور ترتیب مضمون خراب ہو جانی چاہئے تھی مگر نہ اس کی تعلیم میں کوئی نقص ہے اور نہ ترتیب میں خرابی، جس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کا کوئی حصہ غائب نہیں ہوا۔

(2) دوسرا خیال مسلمانوں میں یہ پیدا ہوگیا تھا کہ قرآن کا ایک حصہ منسوخ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا جواب نہایت لطیف پیرایہ میں دیا۔ اور وہ اس طرح کہ جن آیات کو لوگ منسوخ قرار دیتے تھے، ان میں سے ایسے ایسے معارف بیان فرمائے جن کو سن کر دشمن بھی حیران ہوگئے اور آپ کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق ایک آیت بھی قرآن کریم کی ایسی نہیں جس کی ضرورت ثابت نہ کی جا سکے۔ اور اب وہی غیر احمدی جو بعض آیات کو منسوخ کہتے تھے دشمنان اسلام کے سامنے انہیں آیات کو پیش کر کے اسلام کی برتری ثابت کرتے ہیں۔ مثلاً لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ کی آیت جسے منسوخ کہا جاتا تھا اب اسی کو مخالفین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

(3) تیسری غلطی قرآن کریم کے متعلق لوگوں کو یہ لگ رہی تھی کہ اکثر حصہ مسلمانوں کا یہ خیال کرتا تھا کہ اس کے معارف کا سلسلہ پچھلے زمانہ میں ختم ہوگیا ہے اس وہم کا ازالہ بھی آپ نے کیا اور اس کے خلاف بڑے زور سے آواز اٹھائی اور ثابت کیا کہ نہ صرف یہ کہ پچھلے زمانہ میں اس کے معارف ختم نہیں ہوئے بلکہ آج بھی ختم نہیں ہوئے اور آئندہ بھی ختم نہ ہونگے۔ چنانچہ بہت سی پیشگوئیاں جو اس زمانہ کے متعلق تھیں اور جنہیں پہلے زمانہ کے لوگ نہیں سمجھتے تھے آپ نے قرآن کریم سے نکال کر سمجھائیں۔

آپؑ سے پہلے مولوی یہی کہا کرتے تھے کہ فلاں بات فلاں تفسیر میں لکھی ہے اور اگر کوئی نئی بات پیش کرتا تو کہتے بتاؤ یہ کس تفسیر میں لکھی ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا کہ جو خدا ان تفسیروں کے مصنفوں کو قرآن سکھا سکتا ہے، وہ ہمیں کیوں نہیں سکھا سکتا۔ اور اس طرح ایک کنویں کے مینڈک کی حیثیت سے نکال کر آپ نے ہمیں سمندر کا تیراک بنا دیا۔

(4) چوتھی غلطی لوگوں کو یہ لگ رہی تھی کہ قرآن کریم کے مضامین میں کوئی خاص ترتیب نہیں ہے۔ وہ یہ نہ مانتے تھے کہ آیت کے ساتھ آیت اور لفظ کے ساتھ لفظ کا جوڑ ہے۔ بلکہ وہ بسا اوقات تقدیم و تاخیر کے نام سے قرآن کریم کی ترتیب کو بدل دیتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس خطرناک نقص کا بھی ازالہ کیا اور بتایا کہ تقدیم و تاخیر بیشک جائز ہوتی ہے مگر کوئی یہ بتائے کہ کیا صحیح ترتیب سے وہ افضل ہوسکتی ہے۔ اگر ترتیب تقدیم و تاخیر سے اعلیٰ ہوتی ہے تو قرآن کی طرف ادنیٰ بات کیوں منسوب کرتے ہو۔

(5) پانچویں غلطی مسلمانوں میں بھی اور غیر مسلموں میں بھی مطالب قرآن کریم کے متعلق یہ پیدا ہوگئی تھی کہ قرآن کریم میں تکرار مضامین ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ ثابت کیا کہ قرآن کریم میں ہرگز تکرار مضامین نہیں ہے۔ بلکہ ہر لفظ جو آتا ہے وہ نیا مضمون اور نئی خوبی لیکر آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی آیتوں کو پھول سے تشبیہ دی ہے۔ اب دیکھو کہ پھول میں بظاہر ہر نیا دائرہ پتیوں کا تکرار معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت ہر دائرہ پھول کے حسن کی زنجیر کو کامل کر رہا ہوتا ہے کیا پھول کی پتیوں کے ایک دائرہ کو اگر توڑ دیا جائے تو پھول کامل پھول رہے گا؟ نہیں۔ یہی بات قرآن کریم میں ہے۔ جس طرح پھول میں ہر پتی نئی خوبصورتی پیدا کرتی ہے اور خدا تعالیٰ پتیوں کی ایک زنجیر کے بعد دوسری بناتا ہے اور تب ہی ختم کرتا ہے جب حسن پورا ہو جاتا ہے اسی طرح قرآن میں ہر دفعہ کا مضمون ایک نئے مطلب اور نئی غرض کے لئے آتا ہے اور سارا قرآن کریم مل کر ایک کامل وجود بنتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے مطالب بیان کر کے تکرار کا اعتراض کرنے والوں کو ایسا جواب دیا ہے کہ گویا ان کے دانت توڑ دیئے ہیں۔

(6) چھٹی غلطی قرآن کریم کے متعلق مسلمانوں کو یہ لگ رہی تھی کہ قرآن کریم میں عبرت کے لئے پرانے قصے بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس شبہ کا بھی ازالہ کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم میں عبرت کے لئے قصے نہیں بیان کئے گئے۔ گو قصص قرآنیہ سے عبرت بھی حاصل ہوتی ہے لیکن اصل میں وہ امت محمد یہ کیلئے پیشگوئیاں ہیں۔ اور جو کچھ ان واقعات میں بیان کیا گیا ہے، وہ بعینہٖ آئندہ ہونے والا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم مسلسل قصہ نہیں بیان کرتا بلکہ منتخب ٹکڑہ کا ذکر کرتا ہے۔

(7) ساتواں شبہ یہ پیدا ہوگیا تھا کہ قرآن کریم میں تاریخ کے خلاف باتیں ہیں۔ یہ شُبہ مسلمانوں میں بھی پیدا ہوگیا تھا اور غیر مسلموں میں بھی۔ سر سید احمد جیسے لائق شخص نے بھی اس اعتراض سے گھبرا کر یہ جواب پیش کیا کہ قرآن کریم میں خطابیات سے کام لیا گیا ہے۔ یعنی ایسے واقعات کو یا عقائد کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے جو گو صحیح نہیں مگر مخاطب ان کی صحت کا قائل ہے اس لئے اس کے سمجھانے کیلئے انہیں صحیح فرض کر کے پیش کر دیا گیا ہے۔

لیکن یہ جواب درحقیقت حالات کو اور بھی خطرناک کر دیتا ہے، کیونکہ سوال ہوسکتا ہے کہ کس ذریعہ سے ہمیں معلوم ہو کہ قرآن کریم میں کونسی بات خطابی طور پر پیش کی گئی ہے اور کونسی سچائی کے طور پر۔ اس دلیل کے ماتحت تو کوئی شخص سارے قرآن کو ہی خطابیات کی قسم کا قرار دے دے تو اس کی بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور دنیا کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ خطابی دلیل کیلئے ضروری ہے کہ خود مصنف ہی بتائے کہ وہ خطابی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مذکورہ بالا اعتراض کے جواب میں خطابیات کے اصول کو اختیار نہیں کیا بلکہ اسے ردّ کیا ہے۔ اور یہ اصل پیش کیا ہے کہ قرآن خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس عالم الغیب کی طرف سے جو کچھ بیان ہوا ہے وہ یقیناً درست ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں دوسری تاریخوں کا جو اپنی کمزوری پر آپ شاہد ہیں پیش کرنا بالکل خلافِ عقل ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم جو کچھ بیان کرتا ہے اس کے معنی خود قرآن کریم کے اصول کے مطابق کئے جائیں۔ اسے ایک قصوں کی کتاب نہ بنایا جائے اور اس کی پُرحکمت تعلیم کو سطحی بیانات کا مجموعہ نہ سمجھ لیا جائے۔

(8) آٹھویں غلطی جس میں لوگ مبتلا ہو رہے تھے یہ تھی کہ قرآن کریم بعض ایسے چھوٹے چھوٹے امور کو بیان کر دیتا ہے جن کا بیان کرنا علم و عرفان اور ارتقائے ذہنِ انسانی کے لئے مفید نہیں ہوسکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے بھی غلط ثابت کیا اور بتایا کہ قرآن کریم میں کوئی فضول امر بیان نہیں ہوا بلکہ جس قدر مطالب یا واقعات بیان کئے گئے ہیں نہایت اہم ہیں۔ میں مثال کے طور پر حضرت سلیمانؑ کے ایک واقعہ کو لیتا ہوں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں حضرت سلیمان اس سے (ملکہ سبا۔ ناقل)

شادی کرنا چاہتے تھے۔ مگر جنّوں نے انہیں خبر دی تھی کہ اس کی پنڈلیوں پر بال ہیں۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کی پنڈلیاں دیکھنے کیلئے اس طرح کا محل بنوایا۔ مگر جب اس نے پاجامہ اُٹھایا تو معلوم ہوا اس کی پنڈلیوں پر بال نہیں۔

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ سبا ایک مشرکہ عورت تھی اور سورج پرست تھی۔ حضرت سلیمانؑ اسے سبق دینا چاہتے تھے اور شرک چھڑانا چاہتے تھے۔ پس آپ نے لفظوں میں دلیل دینے کے ساتھ ساتھ یہ طریق بھی پسند کیا کہ عملاً اس کے عقیدہ کی غلطی اس پر ظاہر کریں اور اس کی ملاقات کے لئے ایک ایسے قلعہ کو تجویز کیا جس میں شیشہ کا فرش تھا اور نیچے پانی بہتا تھا۔ جب ملکہ اس فرش پر سے چلنے لگی تو اسے پانی کی ایک جھلک نظر آئی جسے دیکھ کر اس نے اپنا لباس اونچا کرلیا۔ یا یہ کہ وہ گھبرا گئی (کشفِ ساق کے دونوں ہی معنی ہیں) اس پر حضرت سلیمانؑ نے اسے تسلی دی اور کہا کہ جسے تم پانی سمجھتی ہو یہ تو اصل میں شیشہ کا فرش ہے جس کے نیچے پانی ہے۔ چونکہ پہلے دلائل سے شرک کی غلطی اس پر ثابت کر چکے تھے اس نے فوراً سمجھ لیا کہ انہوں نے ایک عملی مثال دے کر مجھ پر شرک کی حقیقت کھول دی ہے اور وہ اس طرح کہ جس طرح پانی کی جھلک شیشہ میں سے تجھے نظر آئی ہے اور تو نے اسے پانی سمجھ لیا ہے ایسا ہی خدا تعالیٰ کا نور اجرام فلکی میں سے جھلکا ہے اور لوگ انہیں خدا ہی سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ وہ خدا تعالیٰ کے نور سے نور حاصل کررہے ہوتے ہیں چنانچہ اس دلیل سے وہ فوراً متاثر ہوئی اور بے تحاشا کہہ اٹھی کہ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں اس خدا پر ایمان لاتی ہوں جو سب جہانوں کا ربّ ہے۔ یعنی سورج وغیرہ بھی اسی سے فیض حاصل کررہے ہیں اور اصل فیض رسان وہی ایک ہے۔

اب دیکھو یہ کیسا اہم اور فلسفیانہ مضمون ہے اور اس پر ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ مگر پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ بالوں والی پنڈلیاں دیکھنے کیلئے محل بنایا گیا تھا۔ کیا جن عورتوں کی پنڈلیوں پر بال ہوں ان کی شادی نہیں ہوتی؟ اور نبی ایسے حالات میں مبتلا ہوسکتا ہے؟ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے مضامین کی اہمیت کو قائم کیا اور اس کی طرف جو بے حقیقت امور منسوب کئے جاتے تھے ان سے اسے پاک قرار دیا۔

(9) نویں غلطی یہ لگ رہی تھی کہ بعض لوگ سمجھتے تھے کہ قرآن کریم کے بہت سے دعوے بے دلیل ہیں، انہیں دلائل سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ مسلمان کہتے قرآن چونکہ اللہ کا کلام ہے اسلئے اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اسے ہم مانتے ہیں اور دوسرے لوگ کہتے یہ بیہودہ باتیں ہیں انہیں ہم کس طرح مان سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا کہ قرآن کریم کا ہر ایک دعویٰ دلائل قاطع اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ اور قرآن اپنے ہر دعویٰ کی دلیل خود دیتا ہے اور فرمایا یہی بات قرآن کریم کو دوسری الہامی کتب سے ممتاز کرتی ہے۔ تم کہتے ہو قرآن کی باتیں بے دلیل ہیں، مگر قرآن میں یہی خصوصیت نہیں کہ اس کی باتیں دلائل سے ثابت ہوسکتی ہیں بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنی باتوں کے دلائل خود دیتا ہے۔ وہ کتاب کامل ہی کیا ہوگی جو ہمارے دلائل کی محتاج ہو۔ بات خدا بیان کرے اور دلائل ہم ڈھونڈیں۔ یہ تو ایسی ہی مثال ہوئی جیسے راجوں مہاراجوں کے درباروں میں ہوتا ہے کہ جب راجہ صاحب کوئی بات کرتے ہیں تو ان کے مصاحب ہاں جی ہاں جی کہہ کر اس کی تائید وتصدیق کرنے لگ جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا امرتسر میں عیسائیوں سے جو مباحثہ ہوا اور ''جنگ مقدس'' کے نام سے شائع ہوا، اس میں آپؑ نے عیسائیوں کے سامنے یہی بات پیش کی کہ فریقین جو دعویٰ کریں اس کا ثبوت اپنی الہامی کتاب سے دیں۔ اور پھر اس کے دلائل بھی الہامی کتاب سے ہی پیش کریں۔ عیسائی دلائل کیا پیش کرتے وہ یہ دعویٰ بھی انجیل سے نہ نکال سکے کہ مسیح علیہ السلام خدا کا بیٹا ہے۔

(10) دسویں غلطی بعض لوگوں کو یہ لگی ہوئی تھی کہ قرآن کریم علوم یقینیہ کو ردّ کرتا اور ان کے خلاف باتیں بیان کرتا ہے۔ اس غلطی کو بھی آپ نے دُور فرمایا اور بتایا کہ قرآن کریم ہی تو ایک کتاب ہے جو نیچر یا خدا کے فعل کو زور کے ساتھ پیش کرتی ہے اور اس کی اہمیت کو تسلیم کرتی ہے۔ اور ظاہری سلسلہ یعنی نیچر کو باطنی سلسلہ یعنی کلام الٰہی کے مماثل قرار دیتی ہے۔ پس یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن کریم علوم طبعیہ کے خلاف باتیں بیان کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا کلام اور اس کا فعل ایک دوسرے کے کبھی خلاف نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ آپ نے یہی مثال دی ہے کہ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ کے معنی یہ کئے گئے ہیں کہ آسمان چکر کھاتا ہے اور زمین پھٹتی ہے۔ اس پر طبیعی لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ آسمان کوئی مادی شے ہی نہیں پھر وہ چکر کیونکر لگاتا ہے اور اگر مادی وجود ہو بھی تو بھی زمین چکر کھاتی ہے نہ کہ آسمان۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں سَمَاء کے معنی بادل کے بھی ہیں اور رَجْع کے معنی بار بار آنے کے۔ پس اس آیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آسمان چکر کھاتا ہے بلکہ یہ ہیں کہ ہم شہادت کے طور پر بادلوں کو پیش کرتے ہیں جو بار بار خشک زمین کو سیراب کرنے کیلئے آتے ہیں۔ پھر زمین کو پیش کرتے ہیں جو بارش ہونے پر پھٹتی ہے یعنی اس سے کھیتی نکلتی ہے۔ شہادت کے طور پر ان چیزوں کو پیش کرکے بتایا گیا ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے بادلوں کا سلسلہ پیدا کیا ہے کہ وہ بار بار آتے ہیں اور زمین کی شادابی کا موجب ہوتے ہیں اور ان کے بغیر سرسبزی اور شادابی ناممکن ہے، اسی طرح روحانی سلسلہ کا حال ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے بادل نہیں بھیجتا اور اپنے کلام کا پانی نہیں برساتا زمین کی پھوٹنے کی قابلیت ظاہر نہیں ہوتی۔ لیکن جب آسمان سے پانی نازل ہوتا ہے تب جاکر انسانی ذہن بھی اپنی قابلیت کو ظاہر کرتا ہے اور آسمانی کلام کی مدد سے باریک در باریک مطالب روحانیہ کو پیدا کرنے لگتا ہے۔

(11) گیارہویں، لوگ قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں غلطی کیا کرتے تھے۔ آپ نے ایسے اصول پر تفسیر قرآن کریم کی بنا رکھی کہ غلطی کا امکان بہت ہی کم ہوگیا ہے۔ ان اصول کے ذریعہ سے ہی خدا تعالیٰ نے آپ کے اَتباع پر قرآن کریم کے ایسے معارف کھولے ہیں جو اور لوگوں پر نہیں کھلے۔ چنانچہ مَیں نے بھی کئی مرتبہ اعلان کیا ہے کہ قرآن کریم کا کوئی مقام کسی بچہ سے کھلوایا جائے یا قرعہ ڈال لیا جائے پھر اس جگہ کے معارف مَیں بھی لکھوں گا، دوسری کسی جماعت کا نمائندہ بھی لکھے، پھر معلوم ہوجائے گا کہ خدا تعالیٰ کس کے ذریعہ قرآن کریم کے معارف ظاہر کراتا ہے مگر کسی نے یہ بات منظور نہ کی۔ (اس کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان فرمودہ 12 اصول تفسیر بیان فرمائے۔ ناقل)

(12) بارہویں غلطی لوگوں کو یہ لگی ہوئی تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ قرآن کریم احادیث کے تابع ہے۔ حتی کہ یہاں تک کہتے تھے کہ احادیث قرآن کی آیات کو منسوخ کرسکتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس غلطی کو اس طرح دُور کیا کہ آپؑ نے فرمایا: قرآن کریم حاکم ہے اور احادیث اس کے تابع ہیں۔ ہم صرف وہی حدیث مانیں گے جو قرآن کریم کے مطابق ہوگی ورنہ ردّ کردیں گے۔ اسی طرح وہ حدیث جو قانون قدرت کے مطابق ہو وہ قابل تسلیم ہوگی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا کلام اور اس کا فعل مخالف نہیں ہوسکتے۔

(13) تیرہواں نقص لوگوں میں یہ پیدا ہوگیا تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ قرآن ایک مجمل کتاب ہے جس میں موٹی موٹی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اخلاقی تمدنی، معاشرتی باتوں کی تفصیل اس میں نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ قرآن کریم ایک مکمل کتاب ہے جس نے روحانیت، معادیات، تمدنیات، سیاسیات اور اخلاقیات کے متعلق جتنے امور روحانی ترقی کے لئے ضروری ہیں، وہ سارے کے سارے بیان کردیئے ہیں۔ اور فرمایا مَیں یہ سب باتیں نکال کر دکھانے کے لئے تیار ہوں۔

(14) چودھویں غلطی یہ لوگوں کو لگی ہوئی تھی کہ قرآن کریم کی بعض تعلیمیں وقتی اور عرب کی حالت اور اس زمانہ کے مطابق تھیں۔ اب ان میں تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ سید امیر علی جیسے لوگوں نے لکھ دیا کہ فرشتوں کا اعتقاد اور کثرت ازدواج کی اجازت ایسی ہی باتیں ہیں۔ دراصل یہ لوگ عیسائیوں کے اعتراضوں سے ڈرتے تھے اور اس ڈر کی وجہ سے لکھ دیا کہ یہ باتیں عربوں کے لئے تھیں ہمارے لئے نہیں ہیں۔ اب ان کو چھوڑا جاسکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ بات غلط ہے۔ قرآن کریم کے سارے احکام صحیح ہیں اور کوئی حکم وقتی نہیں سوا اس کے جس کے متعلق قرآن کریم نے خود بتادیا ہو کہ یہ فلاں وقت اور فلاں موقع کیلئے حکم ہے۔

(15) پندرہویں غلطی لوگوں کو یہ لگ رہی تھی کہ وہ قرآن کریم کو ایک متبرک کتاب قرار دیتے تھے اور روزمرہ کام آنے والی کتاب نہیں سمجھتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ اس کی تلاوت اور اسکے مطالب پر غور کرنے کی طرف سے وہ بالکل بے پرواہ ہوگئے تھے۔ خوبصورت جزدانوں میں لپیٹ کر قرآن کریم کو رکھ دینا یا خالی لفظ پڑھ لینے کافی سمجھتے تھے کہیں قرآن کریم کا درس نہ ہوتا تھا۔ حتی کہ اس کا ترجمہ تک نہیں پڑھایا جاتا تھا۔ ترجمہ کیلئے سارا دارومدار تفسیروں پر تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام ہی اس زمانہ میں وہ شخص ہوئے ہیں جنہوں نے قرآن کو قرآن کر کے پیش کیا اور توجہ دلائی کہ قرآن کا ترجمہ پڑھنا چاہئے۔ آپ سے پہلے قرآن کا کام صرف یہ سمجھا جاتا تھا کہ جھوٹی قسمیں کھانے کیلئے استعمال کیا جائے۔ یا مُردوں پر پڑھا جائے۔ یا اچھا خوبصورت غلاف چڑھا کر طاق میں رکھ دیا جائے۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ شاعروں نے خدا تعالیٰ کی حمد اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں تو بے شمار نظمیں لکھی ہیں، مگر قرآن کریم کی تعریف میں کسی نے بھی کوئی نظم نہیں لکھی۔ پہلے انسان حضرت مرزا صاحب ہی تھے جنہوں نے قرآن کی تعریف میں نظم لکھی اور فرمایا ؎

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پڑھنی ہوتی ہے تو وہ انہیں مل جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی حمد کے شعر پڑھنے ہوتے ہیں تو وہ انہیں مل جاتے ہیں مگر قرآن کریم کی تعریف میں انہیں نظم نہیں ملتی اور دشمن سے دشمن بھی حضرت مسیح موعودؑ کے اشعار پڑھنے پر مجبور ہوتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے کہ مرزا صاحب خود تو بُرے تھے مگر یہ شعر انہوں نے بہت اچھے کہے ہیں۔ آپ کے کلام کو پڑھنے لگ جاتے اور اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ صحیح معنوں میں قرآن کریم کو ثریا سے لائے ہیں۔

ملائکہ کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

پانچواں کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیا ہے کہ ملائکہ کے متعلق جو غلط فہمیاں تھیں انہیں آپ نے دُور کیا ہے۔

(1) بعض لوگ کہتے تھے کہ قوائے انسانی کا نام ملائکہ رکھا گیا ہے ورنہ خدا تعالیٰ کو ملائکہ کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے اس شُبہ کا بہ زور ردّ کیا اور بتایا کہ ملائکہ کا وجود وہمی نہیں ہے بلکہ وہ کارخانہ عالم میں ایک مفید اور کارآمد وجود ہیں آپ نے فرمایا کہ:

(الف) ملائکہ کی ضرورت اللہ تعالیٰ کو نہیں ہے مگر ان کا وجود انسانوں کے لئے ضروری ہے۔ جس طرح خدا تعالیٰ بغیر کھانے کے انسان کا پیٹ بھر سکتا ہے لیکن اس نے کھانا بنایا۔ بغیر سانس کے زندہ رکھ سکتا تھا مگر اس نے ہوا بنائی۔ بغیر پانی کے سیر کر سکتا تھا مگر اس نے پانی بنایا۔ بغیر روشنی کے دکھا سکتا تھا مگر اس نے روشنی بنائی۔ بغیر ہوا کے سنا سکتا تھا مگر آواز کو پہنچانے کے لئے اس نے ہوا بنائی اور اس کے اس کام پر کوئی اعتراض نہیں۔ اسی طرح اس نے اگر اپنا کلام پہنچانے کے لئے ملائکہ کا وجود بنایا تو حاجت اور ضرورت کا سوال کیوں پیدا ہو گیا؟ باقی ذرائع کے پیدا کرنے سے اگر خدا تعالیٰ کی احتیاج نہیں بلکہ بندہ کی احتیاج ثابت ہوتی ہے تو ملائکہ کے پیدا کرنے سے خدا تعالیٰ کی احتیاج کیونکر ثابت ہوئی؟ ان کی پیدائش بھی مخلوق کی ضرورت کے لئے ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کی احتیاج کی وجہ سے۔

(ب) دوسرا جواب آپ نے یہ دیا کہ انسان کی عملی اور ذہنی ترقی کے لئے ملائکہ کا وجود ضروری ہے۔ علمی ترقی اس طرح ہوتی ہے کہ جو باتیں مخفی در مخفی رکھی گئی ہیں ان کو انسان دریافت کرتے جاتے ہیں اور ترقی کرتے جاتے ہیں۔ پس ضروری تھا کہ کارخانہ عالم اس طرح چلایا جاتا کہ نتائج یکدم نہ نکلتے بلکہ مخفی در مخفی اسباب کا نتیجہ ہوتے، تا کہ انسان ان کو دریافت کر کے علوم میں ترقی کرتا جاتا اور دنیا اس کے لئے ایک طے شدہ سفر نہ ہوتی بلکہ ہمیشہ اس کے لئے کام موجود رہتا۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی ملائک ہیں۔ جن کا کام یہ ہے کہ وہ ان قوانین کو صحیح طور پر چلائیں جن کو خدا تعالیٰ نے سنت اللہ کے نام سے دنیا میں جاری کیا ہے۔ ان کے وجود کے بغیر بے جان مادہ کا سلسلہ عمل اس خوبی سے چل ہی نہیں سکتا تھا جس طرح کہ وہ ان کی موجودگی میں چل رہا ہے۔

(2) دوسری غلطی ملائکہ کے متعلق یہ لگی ہوئی تھی کہ وہ بھی انسانوں کی طرح چل پھر کر اپنے فرائض ادا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے متعلق بتایا کہ وہ تصرّف کے ذریعہ سے کام کرتے ہیں نہ کہ خود ہر جگہ جا کر۔

(3) تیسری غلطی ملائکہ کے متعلق یہ لگ رہی تھی کہ گویا وہ بھی گناہ کر سکتے ہیں۔ آدم کے واقعہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ ملائکہ نے خدا تعالیٰ پر اعتراض کیا کہ اسے کیوں پیدا کیا گیا ہے۔ اسی طرح خیال کیا جاتا تھا کہ بعض ملائکہ دنیا میں آئے اور ایک کنچنی پر عاشق ہو گئے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں سزا دی اور وہ چاہِ بابل میں اب تک قید ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان اتہامات سے ملائکہ کو پاک کیا۔

(4) چوتھی غلطی یہ لگ رہی تھی کہ ملائکہ کو ایک فضول سا وجود سمجھا جاتا تھا جیسے کہ بڑے بڑے بادشاہ اپنے گرد ایک حلقہ آدمیوں کا رکھتے ہیں گویا خدا تعالیٰ نے بھی اسی طرح انہیں رکھا ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا کہ ایسا نہیں بلکہ سب کارخانہ عالم انہی پر چل رہا ہے پھر ان کا کام انسانوں کے دلوں میں نیک تحریکات کرنا بھی ہے اور انسان ان سے تعلقات پیدا کر کے روحانی علوم میں ترقی کر سکتا ہے۔

انبیاء کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

چھٹا کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کیا کہ انبیاء کے متعلق جو غلطیاں پھیلی ہوئی تھیں اُن کو دُور کیا۔

(1) پہلی غلط فہمی انبیاء کے متعلق یہ تھی کہ مسلمانوں میں سے سنّی سوائے اولیاء اللہ اور صوفیاء کے گروہ اور ان کے متعلقین کے عصمت انبیاء کے مخالف تھے بعض تو امکانات کی حد تک ہی رہتے لیکن بہت سے عملاً انبیاء کی طرف گناہ منسوب کرتے اور اس میں عیب محسوس نہ کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کہتے تھے کہ انہوں نے تین جھوٹ بولے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق کہتے کہ انہوں نے چوری کی تھی۔ حضرت الیاس علیہ السلام کے متعلق کہتے کہ وہ خدا سے ناراض ہو گئے تھے۔ داؤد علیہ السلام کی نسبت کہتے کہ وہ کسی غیر کی بیوی پر عاشق ہو گئے تھے اور اس کے حصول کیلئے انہوں نے اسکے خاوند کو جنگ پر بھجوا کر مروا دیا۔ یہ مرض یہاں تک ترقی کر گیا کہ سیّد ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی محفوظ نہ رہی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا کہ یہ خیالات بالکل غلط ہیں اور جو باتیں بیان کی جاتی ہیں بالکل جھوٹ ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ نبی سے کوئی گناہ سرزد ہو۔

(2) دوسری غلطی جس میں لوگ مبتلا تھے یہ تھی کہ وہ خیال کرتے تھے کہ نبی سے اجتہادی غلطی نہیں ہو سکتی۔ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو لوگ کہتے تھے کہ نبی گناہگار ہو سکتا ہے اور دوسری طرف یہ کہتے کہ نبی سے اجتہادی غلطی نہیں ہو سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مسئلہ کو علمی مسئلہ بنا دیا اور بتایا کہ نبی سے اجتہادی غلطی نہ صرف ممکن ہے بلکہ ضروری ہے تا کہ معلوم ہو کہ نبی پر جو کلام نازل ہوا وہ اس کا نہیں بلکہ اور ہستی نے نازل کیا ہے۔

دوسرے نہ صرف نبی کو اجتہادی غلطی لگتی ہے بلکہ خدا تعالیٰ نبی سے اجتہادی غلطی بعض دفعہ خود کراتا ہے تا کہ اوّل نبی کا اصطفا کرے یعنی اس کا درجہ اور بلند کرے اسکی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواب ہے۔ جب ان کو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ وہ بیٹے کو قتل کر دیں کیونکہ اگر یہ مطلب ہوتا تو جب وہ قتل کرنے لگے تھے انہیں منع نہ کیا جاتا۔

(3) تیسری غلطی لوگوں کو شفاعت انبیاء کے متعلق لگی ہوئی تھی اور اس کی دو شقیں تھیں

(الف) یہ کہ بعض لوگ خیال کرتے تھے کہ جو مرضی آئے کرو، شفاعت کے ذریعہ سب کچھ بخشا جائے گا۔ چنانچہ ایک شاعر کا قول ہے:

مستحق شفاعت گناہگاراں اند

یعنی شفاعت کے مستحق گناہگار ہی ہیں۔

(ب) بعض لوگ اس کے الٹ یہ خیال کرتے تھے کہ شفاعت شرک ہے اور صفات باری تعالیٰ کے خلاف ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں غلطیوں کو دُور کیا۔ آپ نے مسئلہ شفاعت کی یہ تشریح کی کہ شفاعت خاص حالتوں میں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوتی ہے۔ پس شفاعت پر توکل کرنا درست نہیں ہے۔ شفاعت اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ باوجود پوری کوشش کرنے کے پھر بھی انسان میں کچھ خامی رہ گئی ہو اور جب تک انسان شفیع کے ہمرنگ نہ ہو جائے شفاعت نہیں ہو سکتی کیونکہ شفیع کے معنی ہیں جوڑا۔ اور جب تک کوئی رسول کا جوڑا نہ بن جائے شفاعت سے بخشا نہیں جا سکتا۔ پھر وہ جو کہتے ہیں شفاعت شرک ہے انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ اگر شفاعت حکومت کے ذریعہ کرائی جاتی، یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ سے حکماً کہتے کہ فلاں کو بخش دے تو یہ شرک ہوتا۔ مگر خدا تعالیٰ کہتا ہے شفاعت ہمارے اذن سے ہو گی یعنی ہم حکم دے کر رسول سے یہ کام کرائیں گے جب ہم کہیں گے کہ شفاعت کرو، تب نبی شفاعت کرے گا اور یہ امر شرک ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس میں نہ خدا تعالیٰ کی ہمسری ہے اور نہ اس کی کسی صفت پر پردہ پڑتا ہے۔

(4) انبیاء کے متعلق جن غلطیوں میں مسلمان مبتلا تھے ان میں سے چوتھے نمبر پر وہ غلطیاں ہیں، جو خصوصیت سے حضرت مسیح ناصری کے متعلق پیدا ہو رہی تھیں۔ مسیح کی ذات ایک نہیں متعدد غلطیوں کی آماجگاہ بنا دی گئی تھی۔ اور پھر تعجب یہ کہ ان کے متعلق مختلف اقوام غلط خیالات میں پڑی ہوئی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سب غلطیوں کو دُور کیا۔

سب سے پہلی غلطی حضرت مسیح ناصریؑ کی پیدائش کے متعلق تھی۔ مسلمان بھی اور دوسرے لوگ بھی اس غلطی میں مبتلا تھے کہ حضرت مسیحؑ کی پیدائش انسانی پیدائش سے بالا قسم کی پیدائش تھی۔ اوران کا رُوح اللہ اور کلمۃ اللہ سے پیدا ہونا اپنی مثال آپ ہی تھا۔ اس خیال سے بڑا شرک پیدا ہوگیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے متعلق فرمایا کہ سب انبیاء میں روح اللہ تھی اور سب کلمۃ اللہ تھے۔ حضرت مسیحؑ پر چونکہ اعتراض کیا جاتا تھا اور انہیں نعوذ باللہ ولد الزنا کہا جاتا تھا اسلئے ان کی بریت کیلئے ان کے متعلق یہ الفاظ استعمال کئے گئے ورنہ سارے نبی روح اللہ اور کلمۃ اللہ تھے۔ قرآن کریم میں حضرت سلیمانؑ کے کفر کا انکار کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا مَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ صرف حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا تھا باقی سب انبیاء نے کیا تھا۔ ان کے کفر کے انکار کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان پر کفر کا الزام لگایا گیا تھا۔ اسلئے ان کے متعلق الزام کو ردّ کیا گیا۔ دوسرے انبیاء کے متعلق چونکہ اس قسم کا الزام نہیں لگا تھا اس لئے ان کے متعلق کفر کی نفی کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ (سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے متعلق ہر قسم کی غلطی کی تفصیل اور انکا حل بیان فرمایا جس میں مسلمان اور دوسرے لوگ مبتلا تھے۔ ناقل)

معجزات کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

ساتواں کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کیا کہ معجزات کے متعلق جو غلط فہمیاں تھیں، ان کی اصلاح کی۔ دنیا معجزات کے متعلق دو گروہوں میں تقسیم تھی۔ بعض لوگ معجزات کے کلی طور پر منکر تھے اور بعض ہر رطب و یابس قصّہ کو صحیح تسلیم کررہے تھے جو لوگ معجزات کے منکر تھے۔ انہیں آپ نے علاوہ دلائل کے اپنے معجزات کو پیش کرکے ساکت کیا۔

جو لوگ ہر رطب و یابس حکایت کو معجزہ قرار دے رہے تھے انہیں آپ نے بتایا کہ معجزہ تو ایک غیر معمولی کیفیت کا نام ہے اور غیر معمولی امور کے تسلیم کرنے کے لئے غیر معمولی ثبوت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ پس انہی معجزات کو تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ (1) جن کا ذکر الہامی کتاب میں ہو یا یہ کہ ان کی تائید میں زبردست تاریخی ثبوت ہو۔ (2) دوسرے جو سنت اللہ کے خلاف نہ ہو خواہ بظاہر اچنبھا نظر آئے۔ مثلاً خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ کوئی مُردہ اس دُنیا میں زندہ نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی کہے کہ فلاں نبی یا ولی نے مُردہ زندہ کیا ہے تو چونکہ یہ قرآن کے خلاف ہوگا، ہم اسے ہرگز تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ معجزہ دکھانے والی ہستی نے خود فرما دیا ہے کہ وہ مُردہ زندہ نہیں کرے گی۔

(3) تیسری شرط آپ نے یہ بتائی کہ معجزہ میں ایک رنگ کا اخفا ضروری ہے اگر اخفا نہ رہے تو معجزہ کی اصل غرض جو ایمان کا پیدا کرنا ہے ضائع ہوجاتی ہے۔ مثلاً اگر عزرائیل آئے اور کہے کہ فلاں نبی کو مان لو ورنہ ابھی جان نکالتا ہوں تو فوراً تمام لوگ مان لیں گے اور ایسے ایمان کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ پس معجزہ کیلئے اخفا ضروری ہے۔ کیونکہ معجزہ ایمان کیلئے ہوتا ہے۔

(4) چوتھی شرط یہ ہے کہ معجزہ میں کوئی فائدہ مدنظر ہو کیونکہ معجزہ لغو نہیں ہوتا اور تماشہ کی طرح نہیں دکھایا جاتا بلکہ اس کی کوئی نہ کوئی غایت اور غرض ہوتی ہے۔ ورنہ اسے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

شریعت کی عظمت کا قیام

آٹھواں کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیا کہ شریعت کی عظمت قائم کی۔ شریعت کی عظمت غیر مسلموں میں بھی اور مسلمانوں میں بھی بالکل مٹی ہوئی تھی۔ آپ کے ذریعہ سے وہ پھر قائم ہوئی۔

(1) سب سے بڑا وسوسہ شریعت کے متعلق یہ پیدا ہوگیا تھا کہ لوگ شریعت کو چٹّی سمجھتے تھے۔ عیسائی کہتے تھے یسوع مسیح انسانوں کو شریعت سے بچانے کیلئے آیا تھا۔ گویا شریعت چٹّی تھی جس سے وہ بچانے آئے تھے۔ حالانکہ شریعت تو راہنمائی کیلئے تھی اور کوئی شخص راہنمائی کو چٹّی نہیں کہتا۔ کیا اگر کوئی کسی کو سیدھا راستہ بتائے تو وہ یہ کہا کرتا ہے کہ ہائے اس نے مجھ پر چٹّی ڈال دی۔ مسلمان بھی شریعت کو چٹی سمجھتے تھے کیونکہ انہوں نے اس قسم کی کوششیں کی ہیں کہ شریعت کے فلاں حکم سے بچنے کیلئے کیا حیلہ ہے اور فلاں کیلئے کیا۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے کِتَابُ الْحِيَل لکھ دی ہے۔ اگر وہ شریعت کو لعنت نہ سمجھتے تو اس سے بچنے کیلئے حیلے کیوں تلاش کرتے۔ وہابی کسی قدر اس سے بچے ہوئے تھے مگر دوسرے مسلمانوں نے عجیب عجیب حیلے تراشے ہوئے تھے۔ مثلاً ایک مشہور فقہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ قربانی کرنا عید کی نماز کے بعد سنت ہے لیکن اگر کسی کو نماز سے پہلے قربانی کرنے کی ضرورت ہو تو وہ یوں کرے کہ شہر کے پاس کے کسی گاؤں میں جاکر بکرا ذبح کردے۔ کیونکہ عید شہر میں ہوسکتی ہے اور اس جگہ کیلئے عید کے بعد قربانی کی شرط ہے اور وہاں سے گوشت شہر میں لے آئے۔

(2) دوسرا وسوسہ یہ پیدا ہو رہا تھا کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ شریعت تو اصل مقصد نہیں ہے، اصل مقصد تو انسان کا خدا تعالیٰ تک پہنچنا ہے۔ پس جب خدا تعالیٰ تک پہنچ گئے تو پھر شریعت پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

یہ ایک خطرناک مرض تھا جو لوگوں میں پیدا ہوگیا تھا۔ صوفی کہلانے والے شریعت کے احکام پر عمل کرنا چھوڑ رہے تھے اور جب مسلمان ان سے پوچھتے کہ شریعت کے احکام پر کیوں عمل نہیں کرتے تو کہتے ہم خدا تعالیٰ تک پہنچ گئے ہیں۔ اب ہمیں شریعت کے احکام پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

(3) تیسرا شبہ یہ پیدا ہو رہا تھا کہ بعض لوگ اس غلطی میں مبتلا ہوگئے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعمال جزو شریعت ہیں۔ اس وجہ سے اگر کوئی مولوی کسی کا پاجامہ ٹخنے سے نیچے دیکھتا تو جھٹ کہہ دیتا کہ یہ کافر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس غلطی کا ازالہ یوں فرمایا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کئی قسم کے ہیں۔ ایک وہ اعمال ہیں جو آپ ہمیشہ کرتے اور جن کے کرنے کا آپ نے دوسروں کو بھی حکم دیا اور فرمایا اس طرح کیا کرو۔ ان کا کرنا واجب ہے۔ دوم وہ اعمال جو عام طور پر آپؐ کرتے اور دوسروں کو کرنے کی نصیحت بھی کرتے یہ سنن ہیں۔ تین وہ اعمال جو آپ کرتے اور دوسروں کو فرماتے کہ کرلیا کرو تو اچھے ہیں یہ مستحب ہیں۔ چار وہ اعمال جنہیں آپ مختلف طور پر ادا کرتے ان کا سب طریقوں سے کرنا جائز ہے۔ پانچ ایک وہ اعمال ہیں جو کھانے پینے کے متعلق تھے ان میں نہ آپ دوسروں کو کرنے کیلئے کہتے اور نہ کوئی ہدایت دیتے۔ آپ ان میں عرب کے رواج پر عمل کرتے۔ ان احکام میں ہر ملک کا انسان اپنے ملک کے رواج پر عمل کرسکتا ہے۔

(4) چوتھی غلطی یہ لگ رہی تھی کہ بعض لوگوں کے نزدیک شریعت صرف کلام الٰہی تک محدود تھی۔ نبی کا شریعت سے کوئی تعلق نہ سمجھا جاتا تھا جیسا کہ چکڑالوی کہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے متعلق بتایا کہ شریعت کے دو حصے ہیں (1) ایک اصولی حصہ ہے جس پر دینی، اخلاقی، تمدنی، سیاسی کاموں کا مدار ہے۔ (2) دوسرا حصہ جزئی تشریحات اور علمی تفصیلات کا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ نبیوں کے ذریعہ کراتا ہے تاکہ نبیوں سے بھی مخلوق کو تعلق پیدا ہو اور وہ لوگوں کیلئے اسوہ بنیں۔ پس شریعت میں نبی کی تشریحات بھی شامل ہیں۔

عبادات کے متعلق اصلاح

نواں کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبادات کی اصلاح کا کیا ہے۔ اس کے متعلق لوگوں کو (1) اول تو یہ وسوسہ پیدا ہوگیا تھا کہ عبادت صرف دل سے تعلق رکھتی ہے جسم کو اس سے تعلق نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا کہ عبادات کا تعلق روح سے ہے اور روح کا تعلق جسم سے ہے۔ اگر جسم کو عبادت میں نہ لگائیں گے تو قلبی خشوع نہ پیدا ہوگا۔ پس جسمانی عبادت کو فضول سمجھنا نہایت غلط طریق اور مہلک راہ ہے اور اصول عبادت کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ایسا خیال پیدا ہوتا ہے۔

(2) دوسری غلطی لوگوں کو یہ لگی ہوئی تھی کہ وہ نماز میں دعا کرنا بھول گئے تھے۔ سُنّیوں میں تو نماز میں دعا کرنا گویا کفر سمجھا جاتا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ نماز پڑھ چکنے کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دعا نماز میں کرنی چاہئے اور اپنی زبان میں بھی کرنی چاہئے تاکہ جوش پیدا ہو۔

(3) بعض لوگوں کا یہ خیال تھا ظاہری عبادت کافی ہے۔ ہاتھ میں تسبیح پکڑلی اور بیٹھ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ظاہری عبادتیں تو روحانی پاکیزگی کا ذریعہ ہیں اس لئے قلبی پاکیزگی پیدا کرو جو اصل مقصود ہے۔

فقہ کی اصلاح

دسواں کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیا کہ فقہ کی اصلاح کی جس میں سخت خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں اور اس قدر اختلافات ہو رہا تھا کہ حد نہ رہی تھی آپ نے اسکے متعلق زریں اصول باندھا اور فرمایا شریعت کی بنیاد مندرجہ ذیل چیزوں پر ہے۔

(1) قرآن کریم (2) سنّت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (3) احادیث جو قرآن کریم اور سنت اور عقل کے خلاف نہ ہوں (4) تَفَقُّهٌ فِي الدِّيْن (5) اختلاف طبائع وحالات۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ آپ نے سنت اور حدیث کو الگ الگ کیا۔ آپ نے فرمایا سنت

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل ہے جس پر آپؐ قائم ہوئے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دی اور حدیث وہ قول ہے جو آپؐ نے بیان کیا۔

عورتوں کے حقوق کا قیام

گیارھواں کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیا کہ عورتوں کے وہ حقوق قائم کئے جو آپ کی آمد سے پہلے بالکل تلف کئے جاتے تھے۔ مثلاً (1) ورثہ نہیں ملتا تھا (2) پردہ میں سختی کی جاتی تھی۔ چلنے پھرنے تک سے روکا جاتا تھا (3) علم سے محروم رکھا جاتا تھا (4) سلوک اور مراعات سے محروم رکھا جاتا تھا (5) نکاح کے متعلق اختیار نہیں دیا جاتا تھا (6) خلع اور طلاق میں سختی کی جاتی تھی (7) حقوق انسانیت کا لحاظ نہیں رکھا جاتا تھا۔ آپ نے ان سب کی اصلاح کی۔

اصلاح اعمالِ انسانی

بارھواں کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسانی اعمال کی اصلاح کے متعلق کیا جس پر نجات کا مدار ہے۔ مسیحیت نے ورثہ کے گناہ کی تھیوری پیش کر کے کہا تھا کہ چونکہ انسان کو گناہ ورثہ میں ملے ہیں اسلئے کوئی انسان ان سے بچ نہیں سکتا۔ گویا اس کے نزدیک اصلاحِ نفس ناممکن تھی اور اس ناممکن کو ممکن بنانے کیلئے اس نے کفارہ ایجاد کیا تھا۔

ہندو مذہب نے اصلاحِ نفس کو ناممکن بنا کر انسان کو تناسخ کے چکر میں ڈال دیا تھا۔

یہود اصلاحِ نفس کے سرے سے ہی منکر تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک نبی بھی گناہگار ہوسکتا تھا اور ہوتا ہے۔ وہ مزے لے لے کر نبیوں کے گناہ گناتے تھے اور اس میں کوئی نقص نہ سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک نجات کی صورت صرف یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا پیارا قرار دے کر اس سے نجات کو وابستہ کردے۔ گویا وہ نجات کو ایک تقدیری عمل سمجھتے تھے اور اپنی نجات پر اس لئے مطمئن تھے کہ وہ ابراہیم کی اولاد اور موسیٰ کی امت ہیں نہ اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو اصلاحِ نفس کے ذریعہ سے حاصل کر چکے ہیں۔

مسلمانوں نے بھی ملائکہ اور انبیاء تک کو گناہ میں ملوث کر کے یہود کی نقل میں اس مقصد کو فوت کر دیا تھا اور یہ بات گھڑ لی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب مسلمانوں کی شفاعت کریں گے اور سب بخشے جائیں گے اس سے بھی زیادہ غضب یہ ہو رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور بہت سے پیر ایسے بنا رکھے تھے اور وہ پیران سے کہتے تھے کہ کچھ کرنے دھرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم تمہیں خود سیدھے جنت میں پہنچا دیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سب خیالات کی غلطی کو ثابت کیا اور نجات کے گُر قرآن کریم سے پیش کئے اور ایک کامل اور مکمل اصل اصلاحِ نفس کیلئے جس پر نجات کا مدار ہے پیش کیا۔

پھر آپ نے بتایا کہ اصل میں سب اقوام کو یہ دھوکا لگ گیا ہے کہ انسان کی فطرت گناہ گار ہے۔ کسی کو ورثہ کے گناہ کی تھیوری سے کسی کو پرانے کرم کی وجہ سے کسی کو خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا کی آیت سے کسی کو تقدیر ازلی کے خیال سے یہ وسوسہ پیدا ہو گیا ہے۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ باوجود ورثہ تربیت وغیرہ کے اثرات کے انسانی فطرت نیکی پر پیدا کی گئی ہے۔ فطرت میں عیب سے انقباض اور نیکی کی رغبت رکھی گئی ہے۔ باقی سب زنگ ہوتے ہیں جو اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ بدکار لوگ بھی نیکیاں زیادہ کرتے ہیں۔ ایک آدمی جسے جھوٹا کہا جاتا ہے اگر وہ کئی جھوٹ دن میں بولے گا تو ان سے کہیں زیادہ وہ سچ بولے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا کہ سب بدیوں کی جڑھ یہ ہے کہ انسان کے دل میں پاکیزگی کی امید کو نکال دیا گیا ہے اور اسے خود اس کی نظروں میں گرا دیا گیا ہے۔ انسان کو ازلی شقی کہہ کہہ کر ایسا ہی بنا دیا گیا ہے۔ کسی لڑکے کو یونہی جھوٹا کہنے لگ جاؤ کچھ عرصہ کے بعد وہ سچ مچ جھوٹ بولنے لگ جائے گا۔ آپ نے بتایا کہ انسان کو حقیقتاً نیک بنایا گیا ہے بدی صرف زنگ ہے۔ جس دھات سے وہ بنا ہے وہ نیکی ہے۔ اسے اس حقیقت سے آگاہ کرنا چاہئے تا کہ اس میں دلیری پیدا ہو اور مایوسی دُور ہو۔ اسے اس کے پاک مبدء کی طرف توجہ دلاؤ۔ اس طرح وہ خود بخود نیکی کی طرف مائل ہوتا چلا جائے گا۔

اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے سامان

تیرھواں کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیا کہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے سامان پیدا کئے، جو یہ ہیں:

(1) تبلیغ اسلام۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس کام کو جو مدتوں سے بند ہو چکا تھا جاری کیا آپ کی بعثت سے پہلے مسلمان تبلیغ اسلام کے کام سے بالکل غافل ہو چکے تھے۔ اپنے ارد گرد کے لوگوں میں کبھی کوئی مسلمان تبلیغ کر لیتا تو کر لیتا، لیکن تبلیغ کو باقاعدہ کام کے طور پر کرنا مسلمانوں کے ذہن میں ہی نہ تھا اور مسیحی ممالک میں تبلیغ کو تو بالکل ناممکن خیال کیا جاتا تھا۔ آپ نے 1870ء کے قریب سے اس کام کی طرف توجہ کی اور سب سے پہلے خطوط کے ذریعہ سے اور پھر ایک اشتہار کے ذریعہ سے یورپ کے لوگوں کو اسلام کے مقابلہ کی دعوت دی اور بتایا کہ اسلام اپنے محاسن میں تمام مذاہب سے بڑھ کر ہے، اگر کسی مذہب میں ہمت ہے تو اس کا مقابلہ کرے۔ مسٹر الیگزنڈر وِب مشہور امریکن مسلم مشنری آپ ہی کی تحریرات سے مسلمان ہوئے اور ہندوستان آپ ہی کی ملاقات کو آئے تھے کہ دوسرے مسلمانوں نے انہیں ورغلا دیا کہ مرزا صاحب کے ملنے سے باقی مسلمان ناراض ہو جائیں گے اور آپ کے کام میں مدد نہ دیں گے امریکہ واپس جا کر انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور مرتے دم تک اپنے اس فعل پر مختلف خطوط کے ذریعہ ندامت کا اظہار کرتے رہے۔ اور آج دنیا کے مختلف ملکوں میں اسلام کی تبلیغ کیلئے آپ کی جماعت کی طرف سے مشن کام کر رہے ہیں اور تعجب ہے کہ آج ساٹھ سال کے بعد صرف آپ ہی کی جماعت اس کام کو کر رہی ہے۔

(2) دوسرے آپ نے جہاد کی صحیح تعلیم دی۔ لوگوں کو یہ دھوکا لگا ہوا ہے کہ آپ نے جہاد سے روکا ہے۔ حالانکہ آپ نے جہاد سے کبھی بھی نہیں روکا بلکہ اس پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں نے حقیقت جہاد کو بھلا دیا ہے اور وہ صرف تلوار چلانے کا نام جہاد سمجھتے رہے ہیں۔

اگر مسلمان جہاد کی یہ تعریف جانتے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے کہ جہاد ہر اس فعل کا نام ہے جسے انسان نیکی اور تقویٰ کے قیام کیلئے کرتا ہے اور وہ جس طرح تلوار سے ہوتا ہے اسی طرح اصلاحِ نفس سے بھی ہوتا ہے اور اسی طرح تبلیغ سے بھی ہوتا ہے اور مال سے بھی ہوتا ہے اور ہر ایک قسم کے جہاد کا الگ الگ موقع ہے تو آج کا روز بد نہ دیکھنا پڑتا، اگر اس تعریف کو سمجھتے تو اسلام کے ظاہری غلبہ کے موقع پر جہاد کے حکم کو ختم نہ سمجھتے بلکہ انہیں خیال رہتا کہ صرف ایک قسم کا جہاد ختم ہوا۔ دوسری اقسام کے جہاد ابھی باقی ہیں اور تبلیغ کا جہاد شروع کرنے کا زیادہ موقع ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ نہ صرف اسلام اسلامی ممالک میں پھیل جاتا بلکہ یورپ بھی آج مسلمان ہوتا اور اس کی ترقی کے ساتھ اسلام کو زوال نہ آتا۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کے مواقع بتائے ہیں۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تلوار کا جہاد منع ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں شریعت کے مطابق کس جہاد کا موقع ہے اور خود بڑے زور سے اس جہاد کو شروع کر دیا ہے اور تمام دنیا میں تبلیغ جاری کر دی ہے۔ اب بھی اگر مسلمان اس جہاد کو شروع کر دیں تو کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر مسلمان سمجھیں تو آپ کا یہ فعل ایک زبردست خدمت اسلامی ہے۔

(3) تیسرا کام اسلام کی ترقی کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کیا ہے کہ آپ نے جدید علم کلام پیدا کیا ہے۔ آپ کی بعثت سے پہلے مذاہب کی جنگ گوریلا وار سے مشابہ تھی۔ ہر اک شخص اٹھ کر کسی ایک بات کو لیکر اعتراض شروع کر دیتا اور اپنے خصم کو شرمندہ کرنے کی کوشش کرنے لگتا تھا۔ آپ نے اس نقص کو دُور کیا اور اعلان کیا کہ مذاہب کی پرکھ مندرجہ ذیل اصول پر ہونی چاہئے۔

(الف) مشاہدہ پر۔ یعنی ہر مذہب جس غرض کیلئے کھڑا ہے اس کا ثبوت دے۔ یعنی یہ ثابت کرے کہ اس پر چل کر وہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ جس مقصد کو پورا کرنا اس مذہب کا کام ہے۔ مثلاً اگر خدا کا قرب اس مذہب کی غرض ہے اور ہر مذہب کی یہی غرض ہوتی ہے تو اسے چاہئے کہ ثابت کرے کہ اس مذہب پر چلنے والوں کو خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

(ب) دوسرا اصل مذہبی مباحثات کے متعلق آپ نے یہ پیش کیا کہ دعویٰ اور دلیل دونوں الہامی کتاب میں موجود ہیں۔ آپ نے مذہبی دنیا کی توجہ اس طرف پھیری کہ اس زمانہ میں یہ ایک عجیب رواج ہو رہا ہے کہ ہر شخص اپنے خیالات کو اپنے مذہب کی طرف منسوب کر کے اس پر بحث کرنے لگ جاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ اس کی فتح اس کے مذہب کی فتح ہوتی ہے اور نہ اس کی شکست اس کے مذہب کی شکست ہوتی ہے اور اس طرح لوگ فضول وقت مذہبی بحثوں میں ضائع کرتے رہتے ہیں، فائدہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ پس چاہئے کہ مذہبی بحثوں کے وقت اس امر کا التزام رکھا جائے کہ جس دعویٰ کو پیش کیا جائے اس کے متعلق پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ وہ اس مذہب کی آسمانی کتاب میں موجود ہے اور پھر دلیل بھی اسی کتاب میں سے دی جائے کیونکہ خدا

کا کلام بے دلیل نہیں ہوسکتا۔ ہاں مزید وضاحت کیلئے تائیدی دلائل دیئے جاسکتے ہیں۔ آپ کے اس اصل نے مذہبی دنیا میں ایک تہلکہ مچادیا۔

(ج) تیسرا اصل آپ نے یہ پیش کیا کہ ہر مذہب جو عالمگیر ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے اس کیلئے صرف یہ ضروری نہیں کہ وہ یہ ثابت کردے کہ اس کے اندر اچھی تعلیم ہے بلکہ عالمگیر مذہب کیلئے ضروری ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ اس کی تعلیم ہر فطرت کو تسلی دینے والی اور ضرورتِ حقّہ کو پورا کرنے والی ہے۔

(4) چوتھا کام اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کیلئے آپ نے یہ کیا کہ سکھ جو ہندوستان کی پُرجوش اور کام کرنے والی قوم ہے، اسے اسلام کے قریب کردیا۔ آپ نے تاریخ سے اور سکھوں کی مذہبی کتب سے ثابت کر کے دکھا دیا کہ باوا نانک علیہ الرحمۃ سکھ مذہب کے بانی مسلمان پیروں سے عموماً اور باوا فرید علیہ الرحمۃ سے خصوصاً بہت عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ یہ تحقیق ایسی زبردست اور یقینی ہے کہ ایک طبقہ کے اندر اس تحقیق کا گہرا اثر نمایاں ہے اور جلد یا بدیر یہ تحریک عظیم الشان نتائج پیدا کرنے کا موجب ہوگی۔

(5) پانچواں کام آپ نے اسلام کی ترقی کیلئے یہ کیا کہ عربی کو اُمّ الْاَلْسِنَۃ ثابت کیا اور اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں کو عربی زبان سیکھنی چاہئے۔ مسلمانوں نے ابھی تک اس بات کی عظمت کو سمجھا نہیں۔

(6) چھٹا کام اسلام کی ترقی کیلئے آپ نے یہ کیا کہ ایک عظیم الشان ذخیرہ اسلام کے تائیدی دلائل کا جمع کردیا ہے اور آپ کی کتب کی مدد سے اب ہر مذہب اور ہر ملت کے لوگوں کا اور علوم جدیدہ کے غلط استعمال سے جو مفاسد پیدا ہوتے ہیں ان کا مقابلہ کرنے کیلئے ہر طرح کی آسانیاں پیدا ہوگئی ہیں۔

(7) ساتواں کام آپ نے یہ کیا ہے کہ امید جو مسلمان کے دلوں سے بالکل مفقود ہوگئی تھی اسے پھر پیدا کردیا ہے۔ آپ کے ظہور سے پہلے مسلمان بالکل ناامید ہو چکے تھے اور سمجھے بیٹھے تھے کہ اسلام دب گیا آپ نے آکر بہ زور اعلان کیا کہ اسلام کو میرے ذریعہ ترقی ہوگی اور اسلام پہلے دلائل کے ذریعہ سے دنیا پر غالب ہوگا اور آخر تبلیغ کے ذریعہ سے طاقتور قومیں اس میں شامل ہوکر اس کی سیاسی طاقت کو بڑھا دیں گی۔ اس طرح آپ نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو باندھا۔ جھکی ہوئی کمر کو سہارا دیا۔ بیٹھے ہوئے حوصلوں کو کھڑا کیا اور مُردہ امنگوں کو زندہ کیا اور اس میں کیا شک ہے کہ جب امید اور زبردست امید پیدا ہوجائے تو سب کچھ کرالیتی ہے۔ امید ہی سے قربانی وایثار پیدا ہوتے ہیں اور چونکہ مسلمانوں میں امید نہ تھی، قربانی بھی نہ رہی تھی۔ احمدیوں میں امید ہے، اس لئے قربانی بھی ہے۔

امن عامہ کا قیام

چودھواں کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیا کہ آپ نے امن عامہ کو قائم کیا ہے اس غرض کیلئے آپ نے چند تدبیریں کی ہیں جن پر عمل کرنے سے دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے اور ہوگا۔

(1) دنیا میں سب سے بڑی وجہ فساد کی یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے بزرگوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور دوسرے مذاہب کی خوبیوں سے آنکھیں بند کرلیتے ہیں۔ حالانکہ عقلِ سلیم اسے تسلیم نہیں کرسکتی کہ خدا تعالیٰ جو رب العالمین ہے وہ کسی ایک قوم کو ہدایت کیلئے چُن لے گا اور باقی سب کو چھوڑ دے گا۔ مگر عقل سلیم خواہ کچھ کہے دنیا میں یہ خیال پھیلا ہوا تھا اور اس کی وجہ سے سخت فسادات پیدا ہو رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس صداقت کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور بڑے زور سے دعویٰ کیا کہ ہر قوم میں نبی گذرے ہیں اور اس طرح ایک عظیم الشان وجہ فساد کو بیخ وبُن سے اکھاڑ پھینکا۔

(2) بعض کا خیال تھا کہ ان کے بانی کی آمد سے پہلے تو دنیا کی ہدایت کا دروازہ بند تھا مگر اس کے آنے کے بعد کھلا ہے۔ مسیحی لوگ اس خیال کے پابند ہیں۔ انکے نزدیک ہدایت عام حضرت مسیح ناصری کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔

(3) بعض کا خیال تھا کہ ہدایت قومی تو ان کی قوم سے ہی مخصوص ہے لیکن خاص خاص افراد دوسری اقوام کے بھی نجات حاصل کرسکتے ہیں اگر وہ خاص زور لگائیں۔ سناتن دھرمی لوگوں کا یہی عقیدہ ہے۔

مسلمانوں کے خیالات بھی باوجود اس کے کہ قرآن کریم نے اس مسئلہ کو حل کردیا تھا، غیر معیّن تھے۔

اس قسم کے خیالات کا نتیجہ یہ تھا کہ مختلف اقوام میں صلح ناممکن ہورہی تھی اور ضِدّ میں آکر سب لوگ کہنے لگ گئے تھے کہ صرف ہم ہی نجات پائیں گے، ہمارے سوا اور کوئی نہیں نجات پاسکتا۔ بعض لوگ دوسروں کے بزرگوں کو بھی تسلیم کرلیتے تھے لیکن ایک مصلح یا معلّم کی صورت میں نہیں بلکہ ایک بزرگ یا پہلوان کی صورت میں جس نے اپنے زور سے ترقی کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر اس نقطہ نگاہ ہی کو بالکل بدل دیا۔

☆ آپ نے سورج اور اس کی شعاعوں پانیوں اور انکے اثرات، ہوا اور اسکی تاثیرات کو دیکھا اور کہا جس خدا نے سب انسانوں کو ان چیزوں میں مشترک کیا ہے وہ ہدایت میں فرق نہیں کرسکتا اور اصولاً سب قوموں میں انبیاء کا ہونا لازمی قرار دیا۔ پس آپ نے مثلاً حضرت کرشن کو اسلئے نبی تسلیم نہ کیا کہ وہ ایک بزرگ ہستی تھے بلکہ اس لئے کہ آپ نے خدا تعالیٰ کی صفات پر غور کرکے یہ نتیجہ نکالا کہ ایسا خدا ممکن نہ تھا کہ ہندو قوم کو بُھلا دے اور اس کی ہدایت کا کوئی سامان نہ کرے۔

☆ دوسرے آپ نے انسان کی فطرت اور اس کی قوتوں کو دیکھا اور بے اختیار ہوکر بول اٹھے کہ یہ جَوہر ضائع ہونے والا نہیں، خدا نے اسے ضرور قبول کیا ہوگا اور اس کو روشن کرنے کے اسباب پیدا کئے ہوں گے۔

غرض آپ کا نقطہ نگاہ بالکل جُدا گانہ تھا اور آپ کا فیصلہ چند شاندار ہستیوں سے مرعوب ہونے کا نتیجہ نہ تھا بلکہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور انسانی قابلیت اور پاکیزگی کی بنا پر تھا۔

اب صلح کا رستہ کھل گیا۔ کوئی ہندو یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر میں اسلام قبول کروں تو مجھے اپنے بزرگوں کو بُرا سمجھنا پڑے گا کیونکہ اسلام ان کو بھی بزرگ قرار دیتا ہے اور اسلام قبول کرنے میں وہ انہی کی تقلید کرے گا۔

☆ دوسرا ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امن عامہ کے قیام کیلئے یہ اختیار کیا کہ آپ نے تجویز پیش کی کہ ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ دوسرے مذاہب پر اعتراض نہ کریں کیونکہ دوسرے مذاہب کے عیب بیان کرنے سے اپنے مذہب کی سچائی ثابت نہیں ہوتی بلکہ دوسرے مذہب کے لوگوں میں بغض وکینہ پیدا ہوتا ہے۔

☆ تیسرا اصل امن عامہ کے قیام کیلئے آپ نے یہ تجویز کیا کہ ملک کی ترقی فساد اور بغاوت کے ذریعہ سے نہ چاہی جائے، بلکہ امن اور صلح کے ساتھ گورنمنٹ سے تعاون کرکے اس کیلئے کوشش کی جائے۔ مگر تعاون سے مراد خوشامد نہیں، خوشامد اور شے ہے اور تعاون اور شے ہے جسے ہر شخص جو غور وفکر کا مادہ رکھتا ہو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ خوشامد اور عہدوں کی لالچ ملک کو تباہ کرتی ہے اور غلامی کو دائمی بناتی ہے مگر تعاون آزادی کی طرف لے جاتا ہے۔

معاد کے متعلق خیالات کی اصلاح

پندرھواں کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کیا ہے کہ جزا اور سزا اور باقی امور معاد کے متعلق ایک ایسی صحیح تحقیق پیش کی ہے کہ جس سے بڑھ کر اور عقل کو تسلی دینے والی تحقیق ذہن میں نہیں آسکتی۔ آپ سے پہلے تمام مذاہب میں جزا وسزا اور معاد کے متعلق عجیب قسم کے خیالات پھیلے تھے۔ جن کی وجہ سے دنیا اس عقیدہ سے ہی متنفر ہورہی تھی اور معاد کو وہم قرار دے رہی تھی۔ مختلف مذاہب کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے:

(1) بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ نجات عدم احساس کا نام ہے۔ جیسے بدھوں کا خیال تھا۔

(2) بعض کا خیال تھا کہ نجات خدا میں فنا ہوجانے کا نام ہے۔ سناتنی ہندو اسی عقیدہ کے ہیں۔ (3) بعض کا خیال تھا کہ نجات مادہ سے روح کے تعلق کے کامل طور پر آزاد ہوجانے کا نام ہے۔ جینیوں کا یہی خیال تھا۔ (4) بعض کا خیال تھا نجات عارضی اور وقتی ہے، جیسے آریہ۔

(5) بعض کا خیال تھا کہ جزا وسزا صرف روحانی ہیں، جیسے سپر یچولسٹ۔ (6) بعض کا خیال تھا کہ جزا وسزا خالص جسمانی ہیں، جیسے یہود اور مسلمان۔ (7) بعض کا خیال تھا کہ دوزخ جسمانی اور جنت روحانی ہے، جیسے مسیحی۔

(8) بعض کا خیال کا تھا دوزخ کی سزائیں جنت کی نعماء کی طرح ہمیشہ کیلئے ہیں۔

مگر یہ سب امر نہایت ہی قابل اعتراض اور شک وشُبہ پیدا کرنے والے تھے۔ اگر عدم احساس نجات ہے تو خدا نے انسان کو پیدا ہی کیوں کیا؟ پیدا تو اس چیز کیلئے کیا جاتا ہے جو آئندہ حاصل ہونے والی ہو۔ عدم احساس تو پیدائش سے پہلے موجود تھا۔ پھر پیدا کرنے کی کیا غرض تھی؟ اسی طرح نجات اگر خدا میں فنا ہو جانے کا نام ہے تو یہ انعام کیا ہوا۔ فنا خواہ الگ ہو خواہ خدا میں ایک کامل الاحساس ہستی کیلئے انعام نہیں کہلا سکتی۔ اگر مادہ سے نجات کا نام نجات ہے تو ارواح پہلے ہی مادہ میں کیوں ڈالی گئیں۔ اس نئے دور کے اجراء کی غرض کیا تھی۔

اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ جزاء وسزا صرف روحانی ہیں کیونکہ انسان کی ایک خاصیت یہ ہے کہ وہ باہر کے اثرات کو جذب کرنا چاہتا ہے اور

انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ باہر سے بھی لذت حاصل کرے اور اندر سے بھی۔ اسی طرح وہ جو کہتے ہیں کہ جزاء وسزا صرف جسمانی ہیں وہ بھی غلط کہتے ہیں۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ انسان کو ابدی زندگی اس لئے دی جائے گی کہ وہ کھائے اور پیئے اور ایک بے مقصد زندگی بسر کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سب خیالات ﷺ کی تردید کی ہے اور مندرجہ ذیل حقیقت پیش کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ: انسان کا مقصد نجات نہیں بلکہ فلاح ہے۔ نجات کے معنی تو بچ جانے کے ہیں اور بچ جانا عدم پر دلالت کرتا ہے اور عدم مقصد نہیں ہوسکتا۔ پس انسان کا مقصد فلاح ہے اور فلاح کچھ کھونے کا نام نہیں بلکہ کچھ حاصل کرنے کا نام ہے اور جب حاصل کرنے کا نام فلاح ہے تو ضروری ہے کہ اگلے جہان میں احساس اور زیادہ تیز ہوں تا کہ زیادہ حاصل کرسکیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرنے کے بعد کی زندگی کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے۔ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ کہ اس دنیا میں تو چار بنیادی صفات کا ظہور انسان کیلئے ہوتا ہے۔ اگلے جہان میں عرش آٹھ بنیادی صفات کا ظہور ہو گا یعنی اس دنیا کی نسبت اگلے جہان کی تجلیات بہت بڑھ کر ہوں گی۔

پھر آپ نے ثابت کیا کہ نجات یا فلاح دائمی ہیں اور بتایا کہ عمل کا بدلہ کام کرنے والے کی نیت اور جزا دینے والے کی طاقت پر ہوتا ہے۔ ان دونوں باتوں کو مدنظر رکھ کر اور انسان کی فطرت پر نظر کرتے ہوئے جو فنا سے بھاگتی اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنا چاہتی ہے، فلاح کی ہمیشگی ثابت ہے۔

اسی طرح آپ نے یہ بھی بتایا کہ جزاء وسزا نہ صرف روحانی ہیں اور نہ صرف جسمانی اور نہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک جسمانی ہو اور دوسری روحانی، کیونکہ اعمال نیک وبد کا مرکز ایک ہی ہوتا ہے۔ اس جزاء وسزا کا طریق بھی ایک ہی ہونا چاہئے۔ ہاں چونکہ کامل احساس اندرونی وبیرونی جذبات کے ملنے سے ہوتا ہے اس لئے جزا وسزا اندرونی اور بیرونی دونوں قسم کی حسّوں پر مشتمل ہونگی اور چونکہ وہ عالَم زیادہ تیز احساسات کی جگہ ہوگا، اس لئے وہاں کی جزاء وسزا کے مطابق اور ضروریات کے لحاظ سے ایک نیا جسم انسان کو ملے گا۔ وہاں بے شک یہ جسم نہ ہوگا مگر ہوگا ضرور، یعنی نیا جسم دیا جائے گا جو یہاں کے لحاظ سے روحانی ہوگا۔ یہاں کی عبادتیں وہاں مختلف اشیاء کی شکل میں نظر آئیں گی۔ ان کی ظاہری شکل تو ہوگی مگر باوجود اس کے وہ اس دنیا کے مادہ سے نہ بنی ہوئی ہوں گی۔ گویا وہاں پھل اور دودھ اور شہد اور مکانات تو ہوں گے مگر اس دنیا کی قسم کے نہیں بلکہ ایک لطیف مادہ کے جنہیں لطافت کے سبب سے اس دنیا کے مقابلہ میں روحانی جسم والا کہا جاسکتا ہے۔

اب آخر میں مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی کہے کہ یہ سب باتیں تو قرآن کریم میں موجود تھیں۔ مرزا صاحب نے کیا کیا؟ ان باتوں کے اظہار سے ان کا کام کس طرح ثابت ہوگیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم یہ کہے کہ ساری باتیں تو خدا نے بتائیں۔ محمد ﷺ نے کیا کام کیا۔ تو کیا یہی نہیں کہو گے کہ بے شک جو کچھ آپ نے دنیا کو بتایا، وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ملا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اور کسی کو کیوں نہ ملا؟ آخر کوئی نیکی اور تقویٰ اور قربانی کا درجہ آپ کو ایسا حاصل تھا جو دوسروں کو حاصل نہ تھا۔ تب ہی تو خدا تعالیٰ نے آپ پر یہ علوم کھولے پس وہ کام آپ ہی کا کام کہلائے گا۔ یہی جواب ہم دیں گے کہ بے شک یہ سب کچھ قرآن کریم میں موجود تھا۔ مگر باوجود اس کے لوگوں کو نظر نہ آتا تھا اور خدا تعالیٰ نے ان علوم کو کسی پر نہ کھولا مگر آپ پر ان علوم کو کھول دیا اور ایسے وقت میں کھولا جب کہ دنیا قرآن کریم کی طرف سے روگردان ہو رہی تھی۔ پس گو یہ علوم قرآن کریم میں موجود تھے مگر دنیا کی نظر سے چونکہ پوشیدہ تھے اور خدا تعالیٰ نے ان کے کھولنے کیلئے آپ کو چُنا، اسلئے وہ آپ ہی کا کام کہلائیں گے۔

میں نے آپ کے کاموں کی تعداد پندرہ بتائی ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ کا کام یہیں تک ختم ہو گیا ہے۔ آپ کا کام اس سے بہت وسیع ہے اور جو کچھ کہا گیا ہے یہ اصولی ہے اور اس میں بھی انتخاب سے کام لیا گیا ہے۔ اگر آپ کے سب کاموں کو تفصیل سے لکھا جائے تو ہزاروں کی تعداد سے بھی بڑھ جائیں گے اور میرے خیال میں اگر کوئی شخص انہیں کتاب کی صورت میں جمع کر دے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ منشا پورا ہوسکتا ہے جو آپ نے براہین احمدیہ میں ظاہر فرمایا ہے اور وہ یہ کہ اس کتاب میں اسلام کی تین سو خوبیاں بیان کی جائیں گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ وعدہ اپنی مختلف کتابوں کے ذریعہ پورا کر دیا۔ آپ نے اپنی کتابوں میں تین سَو سے بھی زائد خوبیاں بیان فرمادی ہیں اور میں یہ ثابت کرنے کیلئے تیار ہوں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(انوار العلوم جلد 10 صفحہ 111)

☆......☆......☆......

نہیں اسلام کو کچھ خوف محمود
کہ اس گلشن کا احمد باغباں ہے

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا پاکیزہ منظوم کلام)

ظہورِ مہدیٔ آخر زماں ہے ★ سنبھل جاؤ کہ وقتِ امتحاں ہے
محمدؐ میرے تن میں مثلِ جاں ہے ★ یہ ہے مشہور جاں ہے تو جہاں ہے
گیا اسلام سے وقتِ خزاں ہے ★ ہوئی پیدا بہار جاوداں ہے
اگر پوچھے کوئی عیسیٰؑ کہاں ہے ★ تو کہہ دو اس کا مسکن قادیاں ہے
ہر اک دشمن بھی اب رطب اللساں ہے ★ مِرے احمد کی وہ شیریں زباں ہے
مُقدر اپنے حق میں عِزّ و شاں ہے ★ جو ذِلّت ہے نصیب دُشمناں ہے
مسیحائے زماں کا یاں مکاں ہے ★ زمینِ قادیاں دارالاماں ہے
فِدا تجھ پہ مسیحؑا میری جاں ہے ★ کہ تو ہم بے کسوں کا پاسباں ہے
مسیحؑا سے کوئی کہہ دو یہ جا کر ★ مریضِ عشق تیرا نیم جاں ہے
نہ پھولو دوستو دُنیائے دُوں پر ★ کہ اس کی دوستی میں بھی زِیاں ہے
دورنگی سے ہمیں ہے سخت نفرت ★ جو دِل میں ہے جَبیں سے بھی عیاں ہے
تِرے اس حالِ بد کو دیکھ کر قوم ★ جگر ٹکڑے ہے اور دل خوں فِشاں ہے
جسے کہتی ہے دُنیا سنگ پارس ★ مسیحا کا وہ سنگِ آستاں ہے
دیا ہے رَہنما بڑھ کر خضرؑ سے ★ خدا بھی ہم پہ کیسا مہرباں ہے
فلک سے تا منارہ آئیں عیسیٰ ★ مگر آگے تلاشِ نَردباں ہے
ترقی احمدی فرقہ کی دیکھے ★ بٹالہ میں جو اک پیرِ مُغاں ہے
نہ یوں حملہ کریں اِسلام پر لوگ ★ ہمارے منہ میں بھی آخر زباں ہے
مخالف اپنے ہیں گو زور پر آج ★ مگر ان سے قوی تر پاسباں ہے
مَرا ڈوئی دَمِ مُعجز نُما سے ★ یہ عیسیٰؑ کی صداقت کا نشان ہے
مسلمانوں کی بدحالی کے غم میں ★ دَھرا سینہ پر اک سنگ گِراں ہے
پریشاں کیوں نہ ہوں دُشمن مسیحا! ★ ظفر کی تیرے ہاتھوں میں عناں ہے
نہیں دُنیا میں جس کا جوڑ کوئی ★ ہمارا پیشوا وہ پہلواں ہے
کرے قرآن پر چِشمک حسد سے ★ کہاں دُشمن میں یہ تاب وتواں ہے
نہیں دُنیا کی خواہش ہم کو ہرگز ★ فِدا دیں پر ہی اپنا مال و جاں ہے

نہیں اسلام کو کچھ خوف محمود
کہ اس گلشن کا احمدؐ باغباں ہے

☆......☆......☆

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نہ کسی کی مذمّت و تحقیر کرتے نہ توہین و تنقیص
چھوٹی سے چھوٹی نعمت کو بھی بڑا اظاہر فرماتے، شکر گزاری کا رنگ نمایاں تھا

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے انداز کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یوں لگتے جیسے کسی مسلسل اور گہری سوچ میں ہیں اور کسی خیال کی وجہ سے کچھ بے آرامی سی ہے۔ آپؐ اکثر چپ رہتے۔ بلاضرورت بات نہ کرتے۔ جب بات کرتے تو پوری وضاحت سے کرتے۔ آپ کی گفتگو مختصر لیکن فصیح و بلیغ پُرحکمت اور جامع مضامین پر مشتمل اور زائد باتوں سے خالی ہوتی۔ لیکن اس میں کوئی کمی یا اِبہام نہیں ہوتا تھا۔ نہ کسی کی مذمّت و تحقیر کرتے نہ توہین و تنقیص۔ چھوٹی سے چھوٹی نعمت کو بھی بڑا اظاہر فرماتے۔ شکر گزاری کا رنگ نمایاں تھا۔ کسی چیز کی مذمّت نہ کرتے۔ نہ اتنی تعریف جیسے وہ آپؐ کو بے حد پسند ہو۔ مزیدار یا بدمزہ ہونے کے لحاظ سے کھانے پینے کی چیزوں کی تعریف یا مذمّت میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا آپ کی عادت نہ تھی۔ ہمیشہ میانہ روی شعار تھا۔ کسی دُنیوی معاملے کی وجہ سے نہ غصّے ہوتے نہ بُرا مناتے۔ لیکن اگر حق کی بے حرمتی ہوتی یا حق غصب کر لیا جاتا تو پھر آپ کے غصّے کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ جب تک اس کی تلافی نہ ہو جاتی آپؐ کو چین نہیں آتا تھا۔ اپنی ذات کیلئے کبھی غصّے نہ ہوتے اور نہ اس کے لئے بدلہ لیتے۔ جب اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے کرتے صرف انگلی نہ ہلاتے۔ جب آپ تعجّب کا اظہار کرتے تو ہاتھ کو اُلٹا دیتے۔ جب کسی بات پر خاص طور پر زور دینا ہوتا تو ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے اس طرح ملاتے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو مارتے۔ جب کسی ناپسندیدہ بات کو دیکھتے تو منہ پھیر لیتے۔ اور جب خوش ہوتے تو آنکھ کسی قدر بند کر لیتے۔ آپؐ کی زیادہ سے زیادہ ہنسی کِھلے تبسّم کی حد تک ہوتی یعنی زور کا قہقہہ نہ لگاتے۔ ہنسی کے وقت آپؐ کے دندان مبارک ایسے نظر آتے تھے جیسے بادل سے گرنے والے سفید سفید اولے ہوتے ہیں۔ (شمائل ترمذی باب کیف کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بحوالہ حدیقۃ الصالحین، حدیث نمبر 23)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسلام سے عشق و محبت اور جوش تبلیغ روایات کی روشنی میں

(نصیر احمد عارف، نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(سورۃ الانعام:163)

یعنی تو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مَرنا اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

اس آیت کریمہ میں ہمارے پیارے آقا سید نا و مولانا حضرت محمد ﷺ کا مقام فنا فی اللہ بیان کیا گیا ہے۔ جس کی مثال ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اس دور آخرین میں ہمارے پیارے آقا آنحضرت ﷺ کے روحانی فرزند کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی کہ وہ آپؐ کے رنگ میں رنگین ہو گیا اور پیارے آقا ﷺ کا ظل بن گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ساری زندگی اُسوۂ محمدی کی پیروی میں گزری جس کی خدا تعالیٰ نے خود شہادت دی اور مندرجہ بالا آیت کریمہ بطور تجدید آپ پر الہاماً نازل ہوئی۔

(تذکرہ، صفحہ 573، الہام 9 مارچ 1906)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ابتداء سے ہی جناب الٰہی سے ایسا جذب عطا ہوا کہ آپ شروع ہی سے خلوت نشین ہو گئے تھے۔ اور سارا سارا دن مسجد میں بیٹھ کر قرآن کریم پڑھتے اور اس کے حاشیہ پر نوٹ لکھتے رہتے اور اسلام اور مسلمانوں کی خستہ حالی کو دیکھ کر دن رات مضطرب اور بے چین ہو جاتے۔ غیرت رسول ﷺ کا بے پناہ جذبہ شروع سے ہی ایسا موجزن تھا کہ 16-17 سال کی عمر سے عیسائیوں کے اعتراضات جمع کرنے کی مہم شروع کر دی آپؑ فرماتے ہیں کہ اوائل ہی سے خانہ خدا میرا مکان، صالحین میرے بھائی اور ذکر الٰہی میری دولت اور خلق خدا میرا خاندان رہا ہے۔

1864 سے 1867 تک آپ علیہ السلام سیالکوٹ میں بسلسلہ ملازمت قیام فرما رہے جہاں دفتری فرائض کے بعد آپ کا پورا وقت تلاوت قرآن اور عبادت گزاری، خدمت خلق اور تبلیغ اسلام میں گزرتا۔ عیسائیوں نے پنجاب کو اور پنجاب میں خصوصاً سیالکوٹ کو عیسائیت کے فروغ کا بھاری مرکز بنا رکھا تھا، حضرت اقدسؑ نے یہاں تبلیغ اسلام اور ردّ عیسائیت کا پر جوش محاذ کھول دیا۔ سیالکوٹ سے واپسی پر آپ جب قادیان تشریف لائے تو خدمت دین اور ملت کی سرگرمیاں جاری کر دیں۔ 1889 میں آپ نے خدا تعالیٰ کے اذن سے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی اور سلسلہ بیعت کا آغاز فرمایا اور بیعت کی شرائط میں اس بات کو بطور خاص شامل کیا کہ بیعت کنندہ اس بات کا عہد کرے کہ وہ۔

”دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا“

(تاریخ احمدیت، جلد اوّل، صفحہ 337)

19 ویں صدی کے آخر میں ہندوستان عیسائیت کی بھر پور زد میں آ گیا ہر طرف عیسائیت کی تبلیغی سرگرمیاں زور پکڑنے لگیں۔ مسلمان بے دست و پا ہو کر رہ گئے اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں جو درد اٹھا اس کا اندازہ آپ کی اس درد بھری تحریر سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے یہانتک کہ وہ جو آل رسول کہلاتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم ﷺ کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریم ﷺ کی کی گئی دُکھا۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 51 تا 52)

1880 تا 1884 آپؑ کے قلم مبارک سے براہین احمدیہ جیسی معرکتہ الآرا تصنیف منظر عام پر آئی جس سے برصغیر کی مذہبی دنیا میں زبردست تہلکہ مچ گیا اور مسلمانان ہند جو عیسائیت، آریہ سماج اور مغربی فلسفہ اور الحاد کے مرکب اور خوفناک حملہ سے نیم جاں اور نڈھال ہو چکے تھے، اسلام کے اس زبردست دفاع سے ایک نئی زندگی اور نئی طاقت محسوس کرنے لگے اور مسلمان علماء مثلاً ابو سعید محمد حسین بٹالوی، حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی مولانا محمد شریف صاحب بنگلوری نے اس کتاب کو ایک بے نظیر شاہکار تسلیم کیا اور دشمنان اسلام کے ہاں صف ماتم بچھ گئی ساتھ ہی کفر کی طاقتیں جمع اور منظم ہو کر آپؑ کے خلاف برسر پیکار ہو گئیں۔

آپؑ کے دل میں اسلام سے عشق اور محبت کا جذبہ اس قدر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ آپؑ نے اس کی تبلیغ اور اشاعت کیلئے بہت سے سفر بھی اختیار کئے۔ آپ نے اس غرض کیلئے لاہور، سیالکوٹ، کپورتھلہ، جالندھر، فیروز پور، لدھیانہ، دہلی، وغیرہ کا سفر اختیار کیا اور حق کی آواز پنجاب بلکہ ملک کے کونہ کونہ تک پہنچا دی۔ امرتسر میں عیسائیوں سے ایک فیصلہ کن مباحثہ کیا جس کی بازگشت انگلستان میں بھی سنائی دی چنانچہ لارڈ بشپ نے پادریوں کی عالمی کانفرنس میں اس خطرہ کا اظہار کیا کہ اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں اور ہندوستان کی برطانوی مملکت میں محمد کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1893 میں ایک نہایت پر معارف اور معرکتہ الآراء کتاب آئینہ کمالات اسلام تصنیف فرمائی اور اس میں ایک تفصیلی خط تحریر فرمایا اور اس خط میں آپ نے فقراء اور مشائخ ہند کے علاوہ اس زمانہ کی طاقتور ملکہ وکٹوریہ کو دعوت اسلام دی آپؑ نے لکھا کہ:

”اے ملکہ مسلمان ہو جا تُو اور تیری سلطنت محفوظ رہے گی۔“

(تاریخ احمدیت، جلد اوّل، صفحہ 476)

یہ خط پا کر ملکہ نے آپ کو شکریہ کا خط لکھا اور خواہش ظاہر کی کہ حضور اپنی دیگر تصانیف بھی اسے بھجوائیں۔ پس یہ حضرت مسیح موعودؑ کا عشق اسلام ہی تھا جس کے لئے آپؑ کمر بستہ رہے اور ملکہ وکٹوریا کو اسلام کا پیغام دے دیا۔

ادیان عالم پر دین اسلام کی عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ برتری ثابت کرنا اور اسے زندہ کامل اور مکمل مذہب کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرنا آپ کی زندگی کا مقصد تھا اور آپ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک چومکھی لڑائی میں مصروف تھے۔ آپ فرماتے ہیں

”میں اس مولیٰ کریم کا اس وجہ سے بھی شکر کرتا ہوں کہ اُس نے ایمانی جوش اسلام کی اشاعت میں مجھ کو اس قدر بخشا ہے کہ اگر اس راہ میں مجھے اپنی جان بھی فدا کرنی پڑے تو میرے پر یہ کام بفضلہٖ تعالیٰ کچھ بھاری نہیں ....اسی کے فضل سے مجھ کو یہ عاشقانہ روح ملی ہے کہ دکھ اُٹھا کر بھی اس کے دین کے لئے خدمت بجا لاؤں اور اسلامی مہمات کو بشوق و صدق تمام تر انجام دوں۔ اس کام پر اس نے آپ مجھے مامور کیا ہے اب کسی کے کہنے سے میں رک نہیں سکتا............ اور چاہتا ہوں کہ میری ساری زندگی اسی خدمت میں صرف ہو اور درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی زندگی ہے جو الٰہی دین کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو۔“ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 35 تا 36)

ہستی باری تعالیٰ۔ توحید باری تعالیٰ۔ صفات باری تعالیٰ اور آقا و مطاع آنحضرت ﷺ کا مقام۔ اسلام کا ایک کامل اور مکمل دین ہونا۔ اسلام کا ادیان باطلہ کے مقابل پر سچا ہونے پر آپ کے مضامین کی تالیف و تصنیف کا سلسلہ جاری رہا اہل اسلام سے آپ مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔

”میں ہر ایک مسلمان کی خدمت میں نصیحتاً کہتا ہوں کے اسلام کے لئے جاگو کہ اسلام سخت فتنہ میں پڑا ہے اس کی مدد کرو کہ اب

یہ غریب ہے اور میں اسی لئے آیا ہوں اور مجھے خدا تعالیٰ نے علم قرآن بخشا ہے اور حقائق، معارف اپنی کتاب کے میرے پر کھولے ہیں اور خوارق مجھے عطا کئے ہیں۔ سو میری طرف آؤ تا اس نعمت سے تم بھی حصہ پاؤ......

......اے لوگو! اسلام نہایت ضعیف ہو گیا ہے اور اعداء دین کا چاروں طرف سے محاصرہ ہے اور تین ہزار سے زیادہ مجموعہ اعتراضات کا ہو گیا ہے۔ ایسے وقت میں ہمدردی سے اپنا ایمان دکھاؤ اور مردان خدا میں جگہ پاؤ۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔''

(برکات الدعا، روحانی خزائن، جلد 6 صفحہ 36)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ

''میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے۔ اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولتمند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں اور وہ بھوکے مریں اور میں عیش کروں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا دل ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر کباب ہو جاتا ہے ان کی تاریکی اور تنگ گزرانی پر میری جان گھٹی جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے انکے گھر بھر جائیں اور سچائی اور یقین کے جواہر ان کو اتنے ملیں کہ ان کے دامن استعداد پر ہو جائیں۔''

(اربعین، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 344 تا 345)

اسلام کی حالت زار پر حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں جو تلاطم تھا اس کا اندازہ آپ کے ان اشعار سے بھی لگایا جاسکتا ہے آپ فرماتے ہیں ؎

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعف دین مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
اے میرے پیارے مجھے اس سیل غم سے کر رہا
ورنہ ہو جائے گی جاں اس درد سے تجھ پر نثار
اس دیں کی شان و شوکت یا رب مجھے دکھا دے
سب جھوٹے دیں مٹا دے میری دعا یہی ہے

یہی وہ درد تھا جو آپ کو دن رات بے قرار رکھتا تھا اور آپ اسلامی فتح کے لئے تڑپتے اور خدا تعالیٰ کے حضور اپنی دعاؤں اور التجاؤں کے ساتھ جھکے جاتے پس ان کیفیات سے گزرتے ہوئے اور گریہ وزاری کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے خدمت اسلام کا علم بلند کیا اور اس علم کو آخری سانسوں تک سر بلند کئے رکھا۔ عشق اسلام اور خدمت اسلام کا جذبہ جو آپؑ کے دل میں موجزن تھا اس کا حقیقی مقصد دنیا کو مالک حقیقی سے آگاہ کرنا تھا جو آپؑ کے الفاظ میں تحریر ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھادوں۔ کس دف سے مَیں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کیلئے لوگوں کے کان کھلیں۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 21 تا 22)

ان الفاظ سے آپ کا عشق اسلام کا جذبہ جس شان سے جھلک رہا ہے وہ وضاحت کا محتاج نہیں آپ کے دل میں خدمت اسلام اور عشق اسلام کی ایک تڑپ تھی اور ایک ایسی لگن تھی جس کا اندازہ فہم سے باہر ہے عشق اسلام کا یہ جذبہ آپکے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''آہ! میں تم کو کیونکر دکھاؤں جو اسلام کی حالت ہو رہی ہے۔ دیکھو! میں پھر کھول کر کہتا ہوں کہ یہی بدر کا زمانہ ہے اسلام پر ذلت کا وقت آچکا ہے۔ مگر اب خدا نے چاہا ہے کہ اس کی نصرت کرے۔ چنانچہ اس نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اسلام کو براہین اور حجج ساطعہ کے ساتھ تمام ملتوں اور مذہبوں پر غالب کر کے دکھاؤں۔''

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 432 ایڈیشن 2003 قادیان)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ ''میرا تو خیال ہے کہ پاخانہ پیشاب پر بھی مجھے افسوس آتا ہے کہ اتنا وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ یہ بھی کسی دینی کام میں لگ جائے۔ اور فرمایا۔ کوئی مشغولی اور تصرف جو دینی کاموں میں حارج ہو اور وقت کا کوئی حصہ لے، مجھے سخت ناگوار ہے اور فرمایا: جب کوئی دینی ضروری کام آپڑے تو میں اپنے اُوپر کھانا پینا اور سونا حرام کر لیتا ہوں، جب تک کہ وہ کام نہ ہو جائے۔ فرمایا: ہم دین کے لئے ہیں اور دین کی خاطر زندگی بسر کرتے ہیں۔ بس دین کی راہ میں ہمیں کوئی روک نہ ہونی چاہئے۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ صفحہ 28)

پس تبلیغ اسلام کا جذبہ آپ کے دل میں ایسا موجزن تھا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی اپنے آقا ومطاع ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپؑ نے تبلیغ اسلام کے جام پر جام پیئے اور آپؑ کے اندر شدید تڑپ تھی کہ مخلوق خدا اپنے حقیقی خالق کو شناخت کر لے اس مہم کے لئے آپ نے اپنی پوری زندگی صرف کر دی آپؑ نہایت درد اور تڑپ سے فرماتے ہیں:

''ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچا لیں۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھا دے تو ہم خود پھر کر اور دورہ کر کے تبلیغ کریں اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جاویں۔''

(ملفوظات، جلد دوم، صفحہ 219، ایڈیشن 2003 قادیان)

آپؑ کے تبلیغ اسلام کے جذبہ کا اظہار 1885 میں اس وقت بھی ہوا جب حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی سفر حج پر جانے لگے حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے ایک دعا ان کو لکھ کر دی کہ یہ دعا ان کی طرف سے خانہ کعبہ اور میدان عرفات میں بطور خاص کی جائے۔ وہ دُعا یہ تھی:

''اے ارحم الراحمین جس کام کی اشاعت کیلئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کیلئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جواب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر''

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 265)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ کو حضور اقدس کے قرب میں رہنے کا کافی موقعہ ملا آپ حضور علیہ السلام کے عشق اسلام، خدمت اسلام اور تبلیغ اسلام کے جذبہ کے حوالہ سے اپنے تاثرات تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ اکثر سوتے کم تھے اور بہت کم لیٹتے تھے اور رات اور دن کا زیادہ حصہ مخالفوں کے ردّ اور اسلام کی خوبیاں اور آنحضرت ﷺ کے ثبوت رسالت و نبوت اور قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے کے دلائل اور توحید باری تعالیٰ اور ہستی باری تعالیٰ کے بارہ میں لکھنے میں گزرتا تھا اور اس سے جو وقت بچتا تو دعاؤں میں خرچ ہوتا۔ دعاؤں کی حالت میں نے دیکھی ہے کہ ایسے اضطراب اور بے قراری سے دعا کرتے تھے کہ آپؑ کی حالت متغیر ہو جاتی۔ اور بعض وقت اسہال ہو جاتے اور دوران سر ہو جاتا۔''

(تذکرۃ المہدی، حصہ اوّل، صفحہ 11)

پس آپ کا خدمت اسلام اور تبلیغ اسلام کا فدایانہ جذبہ ناقابل بیان ہے آپ نے اپنی ساری عمر اسی راہ میں قربان کر دی اور یہی آپؑ کی دلی آرزو تھی آپؑ فرماتے ہیں۔

جانم فدا شود برہ دین مصطفےٰ
ایں است کام دل اگر آید میسرم

یعنی کہ میری جان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر فدا ہو جائے۔ یہی میرے دل کا مدعا ہے اے کاش کہ یہ بات مجھے میسر آجائے۔

حضرت مولوی فتح دین صاحب دھرم کوٹی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ''میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور اکثر حاضر ہوا کرتا تھا اور کئی مرتبہ حضور کے پاس ہی رات کو قیام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحب بہت بے قراری سے تڑپ رہے ہیں اور ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف تڑپتے ہوئے چلے جاتے ہیں جیسے کہ ماہی بے آب تڑپتی ہے یا کوئی مریض شدت درد کی وجہ سے تڑپ رہا ہوتا ہے۔ میں اس حالت کو دیکھ کر سخت ڈر گیا اور بہت فکر مند ہوا اور دل میں کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ اس وقت میں پریشانی میں ہی مبہوت لیٹا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ حالت جاتی رہی۔ صبح میں نے اس واقعہ کا حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا کہ رات کو میری آنکھوں نے اس قسم کا نظارہ دیکھا ہے کیا حضور کو کوئی تکلیف تھی یا درد گردہ وغیرہ کا دورہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ’’میاں فتح دین! کیا تم اس وقت جاگتے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے اور جو جو مصیبتیں اس وقت اسلام پر آرہی ہیں ان کا خیال آتا ہے تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہوجاتی ہے اور یہ اسلام ہی کا درد ہے جو ہمیں اس طرح بے قرار کردیتا ہے۔‘‘

(سیرت المہدی، حصہ سوم، صفحہ 29)

حضور علیہ السلام کی یہ دلی تمنا تھی کہ ساری دنیا میں اسلام کا بول بالا اور غلبہ ہو یہ فکر ہمہ وقت آپ کے دامنگیر رہتی آپ کی بے تابی کا اندازہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک کمرہ میں بیٹھے تھے۔ حضور ایک کتاب کی تصنیف میں مصروف تھے۔ دروازہ پر کسی شخص نے خوب زور دار دستک دی۔ آپؑ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میں جاکر معلوم کروں کہ کون ہے اور کس غرض سے آیا ہے۔ میں نے دروازہ کھولا تو دستک دینے والے نے بتایا کہ مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی نے بھجوایا ہے کہ حضور کی خدمت میں یہ خوشخبری عرض کی جائے کہ آج فلاں شہر میں ان کا ایک غیر احمدی مولوی سے مناظرہ ہوا ہے اور انہوں نے اس کو شکست فاش دی۔ اس کو بہت رگیدا اور وہ مولوی بالکل لاجواب ہوگیا۔ حضرت مفتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے یہ سارا پیغام من وعن حضور کی خدمت میں عرض کیا تو حضور سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ ان کے اس طرح زوردار دروازہ کھٹکھٹانے سے میں سمجھا تھا کہ شاید وہ یہ خبر لائے ہیں کہ یورپ مسلمان ہوگیا ہے!

(بحوالہ سیرت المہدی، حصہ اوّل، صفحہ 289 تا 290)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یورپ میں اسلام کے غالب آنے کا کتنا خیال تھا آپؑ کی حقیقی خوشی یہی تھی کہ سارا یورپ اسلام قبول کرلے اللہ تعالیٰ آپؑ کی یہ دلی تڑپ جلد پوری فرمائے اور یورپ ہی نہیں بلکہ ساری دنیا احمدیت یعنی حقیقی اسلام قبول کرلے۔ آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے بیٹے مرزا سلطان احمد صاحب کا بیان ہے کہ:

’’شرک کے خلاف حضرت کو اس قدر جوش تھا کہ اگر ساری دنیا کا جوش ایک پلڑے میں اور حضرت کا جوش دوسرے پلڑے میں ہو تو آپ کا پلڑا بھاری ہوگا۔‘‘

(تاریخ احمدیت، جلد اوّل، صفحہ 114)

خدمت دین میں غیر معمولی محویت اور انہماک کا ایک واقعہ حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ’’میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس نازک سے نازک مضمون لکھ رہے ہیں یہاں تک کہ عربی زبان میں بے مثل فصیح کتابیں لکھ رہے ہیں اور پاس ہنگامۂ قیامت برپا ہے۔ بے تمیز بچے اور سادہ عورتیں جھگڑ رہی ہیں ...... مگر حضرت یوں لکھے جارہے ہیں اور کام میں یوں مستغرق ہیں کہ گویا خلوت میں بیٹھے ہیں ...... میں نے ایک دفعہ پوچھا، اتنے شور میں حضور کو لکھنے میں یا سوچنے میں ذرا بھی تشویش نہیں ہوتی۔ مسکرا کر فرمایا: میں سنتا ہی نہیں! تشویش کیا ہو اور کیونکر ہو۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ، صفحہ 23)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جذبۂ خدمتِ اسلام کا اندازہ اس بظاہر معمولی لیکن بہت پُر معارف بات سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ خدمت دین کرنے والوں کے بارہ میں آپ کا انداز کیسا دلربا تھا۔ حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ’’کوئی دوست کوئی خدمت کرے۔ کوئی شعر بنالائے کوئی شعر تائید حق پر لکھے آپؑ بڑی قدر کرتے ہیں اور بہت ہی خوش ہوتے ہیں اور بار بار فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تائید دین کیلئے ایک لفظ نکال کر ہمیں دے تو ہمیں موتیوں اور اشرفیوں کی جھولی سے بھی زیادہ بیش قیمت معلوم ہوتا ہے۔ اصل قبلۂ ہمت آپ کا، دین اور خدمت دین ہی ہے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ، صفحہ 50)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب رضی اللہ عنہ اپنی کتاب حیات احمد میں لکھتے ہیں: ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور لالہ ملاوامل صاحب کی ملاقات اور تعلقات میں جو بات بدیہی طور پر پرنظر آتی ہے وہ تبلیغ اسلام ہی ہے۔ سب سے پہلی ملاقات اور محض ناواقفیت کی ملاقات اور اس میں بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ نے تبلیغ ہی شروع کردی۔ لالہ ملاوامل صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ سمجھا کہ شاید مسلمانوں کے ہاں عشاء کی نماز سے پہلے کسی دوسرے کو تبلیغ اسلام کرنا ایک ضروری فرض ہے کیونکہ مرزا صاحب نے نماز سے پہلے اس کام کو ضروری سمجھا۔‘‘

(حیات احمد از یعقوب علی عرفانی صاحبؓ، جلد اوّل، حصہ دوم، صفحہ 149)

حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی غیرت کے حوالہ سے اپنے جذبات کی کیفیت کچھ اس طرح بیان کی کہ ’’میری جائیداد کا تباہ ہونا اور میرے بچوں کا آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہونا مجھ پر آسان ہے بہ نسبت دین کی ہتک اور استخفاف کے دیکھنے اور اس پر صبر کرنے کے۔‘‘ (سیرت مسیح موعودؑ، صفحہ 61)

حضرت مولانا عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ ’’جن دنوں میں وہ موذی اور خبیث کتاب ’’امہات المومنین‘‘ جس میں بجز دل آزاری اور کوئی معقول بات نہیں، چھپ کر آئی اس قدر صدمہ اس کو دیکھنے سے آپ کو ہوا کہ فرمایا۔ ہمارا آرام تلخ ہو گیا ہے۔‘‘ (سیرت مسیح موعودؑ، صفحہ 61)

ابتدائی زمانہ کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خبر ملی کہ بٹالہ کے ایک مولوی قدرت اللہ نامی نے اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کرلی ہے۔ آپ کو اس خبر سے دلی صدمہ ہوا۔ آپ نے منشی نبی بخش صاحب کو جو یہ خبر لے کر آئے تھے تاکیدی ارشاد فرمایا کہ پُر حکمت انداز میں ہر ممکن کوشش کریں کہ کسی طرح مولوی صاحب واپس اسلام میں آجائیں۔ آپ نے اس سلسلہ میں انہیں تفصیلی ہدایات بھی دیں اور فرمایا کہ اگر میری ضرورت ہوئی تو میں خود بھی جانے کو تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام سے کسی کا مرتد ہو جانا ایک بڑا امر ہے جس کو سرسری نہیں سمجھنا چاہئے۔ آپ نے منشی نبی بخش صاحب کو فرمایا کہ تم جاکر اس سلسلہ میں بھرپور کوشش کرو۔ میں دعا کروں گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل سے مولوی قدرت اللہ صاحب واپس اسلام میں آگئے جس سے حضرت اقدس کو بے حد خوشی ہوئی۔ (تاریخ احمدیت، جلد اوّل، صفحہ 114)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تبلیغ کس قدر عزیز تھی اور کس طرح ہر وقت اس طرف توجہ رہتی تھی، اس کا اندازہ مکرم مولوی عبد القادر صاحبؓ مرحوم لدھیانوی کی بیٹی صفیہ بیگم صاحبہ کی روایت سے ہوتا ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ:

’’ایک دفعہ میرے والد صاحب نے مجھے بھیجا کہ جاکر حضرت صاحب سے عرض کرو کہ اب میں کیا کروں۔ مَیں گئی۔ حضور اقدس صحن میں کھٹولی پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے۔ مولوی محمد احسن صاحب مرحوم پاؤں دبا رہے تھے۔ میں نے جاکر والد صاحب کی طرف سے کہا۔ آپؑ نے فرمایا ’’حضرت مولوی صاحب سے کہو کہ باہر جاویں تبلیغ کیلئے۔‘‘ میں نے آکر والد صاحب کو کہہ دیا۔ والد صاحب ہنسے اور بہت خوش ہوئے۔ فرماتے تھے۔ اللہ! اللہ! حضرت صاحب کو تبلیغ سب کاموں سے پیاری ہے اور میرے دل میں بھی تبلیغ کا بہت شوق ہے۔‘‘

(سیرت المہدی، حصہ پنجم، صفحہ 309)

حضرت پیر سراج الحق نعمانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’ایک روز کا ذکر ہے کہ قصیدہ اعجاز احمدی آپ لکھ رہے تھے ...... مجھے بھی بلوایا اور فرمایا کہ تم کاپی لکھو تا کہ جلدی یہ قصیدہ چھپ جائے اور فرمایا کہ کاپی ہمارے پاس بیٹھ کر لکھو میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ آپ ایسا جلدی قصیدہ تصنیف کرتے تھے اور مجھے دیتے جاتے تھے کہ میں ابھی مضمون ختم نہیں کرسکتا تھا جو آپ اور مضمون دے دیتے تھے۔ رات کے گیارہ بج گئے آپ کیلئے کھانا آیا۔ فرمایا شام سے تو تم یہیں لکھ رہے ہو کھانا نہیں کھایا ہوگا آؤ ہم تم ساتھ کھائیں۔ ہمیں تو اسلام کی خوبیاں اور قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے کے دلائل دینے اور ثبوت نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں یہاں تک استیلا اور غلبہ ہے کہ ہمیں نہ کھانا اچھا لگتا ہے نہ پانی نہ نیند۔ جب بھوک اور نیند کا سخت غلبہ ہوتا ہے تو ہم کھاتے ہیں یا سوتے ہیں۔‘‘

(تذکرۃ المہدی، حصہ اوّل، صفحہ 16)

حضرت منشی ظفر احمد کپورتھلوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ’’لدھیانہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ سردرد کا دورہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس قدر سخت ہوا کہ ہاتھ پیر برف کی مانند سرد ہوگئے۔ میں نے ہاتھ لگاکر دیکھا تو نبض بہت کمزور ہوگئی تھی۔ آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اسلام پر کوئی اعتراض یاد ہو تو اس کا جواب دینے سے میرے بدن میں گرمی آجائے گی اور دورہ موقوف ہوجائے گا۔ میں نے عرض کی کہ حضور اس وقت تو مجھے کوئی اعتراض یاد نہیں آتا۔ فرمایا آنحضرت ﷺ کی نعت میں سے کچھ اشعار آپ کو یاد ہوں تو پڑھیں۔ میں نے براہین احمدیہ کی نظم ’اے خدا! اے چارۂ آزار ما‘ خوش

الحانی سے پڑھنی شروع کر دی اور آپ کے بدن میں گرمی آنی شروع ہوگئی۔ پھر آپ لیٹے رہے اور سنتے رہے۔ پھر مجھے ایک اعتراض یاد آ گیا ...... جب میں نے یہ اعتراضات سنائے تو حضور کو جوش آ گیا اور فوراً بیٹھ گئے اور بڑے زور کی تقریر جواباً کی اور بہت سے لوگ بھی آ گئے اور دورہ ہٹ گیا۔‘‘

(سیرت المہدی، جلد چہارم، صفحہ 38، 39)

حضرت منشی ظفر احمد کپورتھلوی رضی اللہ عنہ ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ’’ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام لدھیانہ میں قیام پذیر تھے میں اور محمد خان مرحوم ڈاکٹر صادق علی صاحب کو لے کر لدھیانہ گئے۔ (ڈاکٹر صاحب کپورتھلہ کے رئیس اور علماء میں سے شمار ہوتے تھے) کچھ عرصہ کے بعد حضور مہندی لگوانے لگے۔ اس وقت ایک آریہ آ گیا جو ایم۔اے تھا۔ اس نے کوئی اعتراض اسلام پر کیا۔ حضرت صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا آپ ان سے ذرا گفتگو کریں تو میں مہندی لگوالوں۔ ڈاکٹر صاحب جواب دینے لگے۔ مگر اس آریہ نے جو جوابی تقریر کی تو ڈاکٹر صاحب خاموش ہو گئے۔ حضرت صاحب نے یہ دیکھ کر فوراً مہندی لگوانی چھوڑ دی اور اسے جواب دینا شروع کیا اور وہی تقریر کی جو ڈاکٹر صاحب نے کی تھی مگر اُس تقریر کو ایسے رنگ میں بیان فرمایا کہ وہ آریہ حضور کے آگے سجدہ میں گر پڑا۔ حضور نے ہاتھ سے اُسے اٹھایا۔ پھر وہ دونوں ہاتھوں سے سلام کر کے پچھلے پیروں ہٹتا ہوا واپس چلا گیا۔‘‘

(سیرت المہدی، جلد چہارم، صفحہ 36)

ایک اور بزرگ صحابی حضرت پیر منظور محمد صاحب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ’’ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت اچھی نہ تھی۔ ڈُونگے دالان کے صحن میں چارپائی پر لیٹے تھے اور لحاف اوپر لیا ہوا تھا۔ کسی نے کہا کہ ایک ہندو ڈاکٹر حضور سے ملنے آیا ہے۔ حضور نے اندر بلوا لیا۔ وہ آ کر چارپائی کے پاس کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کا رنگ نہایت سفید اور سرخ تھا۔ جنٹل مینی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ طبیعت پوچھنے کے بعد شاید اس خیال سے کہ حضور بیمار ہیں، جواب نہیں دے سکیں گے، مذہب کے بارہ میں اس وقت جو چاہوں کہہ لوں، اس نے مذہبی ذکر چھیڑ دیا۔ حضور فوراً لحاف اتار کر اٹھ بیٹھے اور جواب دینا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر اس نے کہا کہ میں پھر کبھی حاضر ہوں گا اور چلا گیا۔‘‘

(سیرت المہدی، جلد چہارم، صفحہ 134)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے ہیں: ’’ایک دفعہ سخت گرمی کے موسم میں چند ایک خدام اندرون خانہ حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم نے عرض کی کہ گرمی بہت ہے یہاں ایک پنکھا لگا لینا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا پنکھا تو لگ سکتا ہے اور پنکھا ہلانے والے کا بھی انتظام کیا جا سکتا ہے لیکن جب ٹھنڈی ہوا چلے گی تو بے اختیار نیند آنے لگے گی اور ہم سو جائیں گے تو یہ مضمون کیسے ختم ہوگا؟‘‘

ایک دفعہ جب سخت گرمی پڑی تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے ایک مضمون لکھا جس میں گرمی کا اظہار کرتے ہوئے اور گرمی کے سبب کام نہ کر سکنے کی معذرت کرتے ہوئے یہ الفاظ بھی لکھ دیئے کہ ’’گرمی ایسی سخت ہے کہ اس کے سبب سے خدا کی مشین بھی بند ہوگئی ہے۔‘‘ اس میں مولوی صاحب مرحوم نے اس امر کی طرف اشارہ کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی شدت گرمی کے سبب کام چھوڑ دیا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ مضمون سنا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو غلط ہے ہم نے تو کام نہیں چھوڑا۔

ایک دفعہ کسی دوست نے عرض کی کہ گرمی بہت ہے حضور کسی پہاڑ پر تشریف لے چلیں۔ فرمایا ’’ہمارا پہاڑ تو قادیان ہی ہے یہاں چند روز دھوپ تیز ہوتی ہے تو پھر بارش آجاتی ہے۔‘‘ (ذکر حبیب، صفحہ 126)

پس ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ آپؑ کی ساری زندگی ہی خدمت اسلام اور تبلیغ اسلام میں گزری آپؑ کی ابتدائی زندگی میں سہولیات کم تھیں تنہا ہی سارے کام کرتے خود مضمون لکھتے کاتب کو دیتے درستی کرتے اشاعت کے لئے پریس لے جاتے یہ تبلیغ اسلام اور عشق اسلام کا جذبہ ہی تھا جو آپؑ کے سینہ میں ہمہ وقت موجزن تھا۔

پس حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا بنیادی مقصد احیائے اسلام اور دنیا کے مذاہب پر اسلام کو غالب کرنا تھا آپ نے اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی بسر کی اور اپنی صلاحیتوں کا ایک ایک ذرہ قربان کر دیا۔ پس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے محبوب آقا کے نقش قدم پر چلنے اور اس عظیم فریضہ کو نبھانے کی توفیق عطا کرے تا ساری دنیا احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے جھنڈے تلے آجائے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے پناہ عشق

منظوم کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلاوے
یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے

یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

جل رہے ہیں یہ سبھی بغضوں میں اور کینوں میں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

آج اُن نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

مورد قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کی ہم
جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے

زعم میں ان کے مسیحائی کا دعویٰ میرا
افترا ہے جسے از خود ہی بنایا ہم نے

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ مِلّت میں رکھایا ہم نے

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

نور دکھلا کے تیرا سب کو کیا ملزم و خوار
سب کا دل آتش سوزاں میں جلایا ہم نے

نقش ہستی تری الفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرّہ تری رہ میں اڑایا ہم نے

تیرا میخانہ جو اِک مرجع عالم دیکھا
خُم کا خُم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے

دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بُھلایا ہم نے

بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے

دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

...★...★...★...

اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں

(محمد ہدایت اللہ منڈاشی، نظارت نشر و اشاعت قادیان)

اس وقت دنیا کے بیشتر ممالک بے چینی، بدامنی اور پریشانیوں کا شکار ہیں۔ انسان مادہ پرستی، خودغرضی اور مفاد پرستی کے پیچھے دوڑ رہا ہے ایسے حالات میں افراد بھی غیر مطمئن ہیں اور قومیں بھی پریشان ہیں۔ بہت سے ممالک اپنی سلامتی کیلئے خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔ یوں محسوس ہو رہا ہے کہ انسانیت تباہی و بربادی کے کنارے پر کھڑی ہے۔ ممالک اپنی حفاظت کے خیال سے خوفناک تباہ کن اسلحہ کی تیاری میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے پر تلے ہوئے ہیں۔ مہلک ایٹمی ایجادات کی دوڑ لگی ہے۔ اس کام پر زیادہ تر ملک اپنی آمدنی کا گراں قدر حصہ صرف کر رہے ہیں۔ بعض علاقوں میں عالمی طاقتیں قیام امن کے بہانے سے مداخلت کر رہی ہیں۔ دولت اور مادی ترقی کے حصول نے انسان کو دیوانہ بنا دیا ہے۔ ناجائز طور سے حصول زر کے لئے زبردست جنگ جاری ہے۔

یہ سب دنیا کے حالات و واقعات واضح طور پر بتلا رہے ہیں کہ دنیا غیر معمولی تیزی کے ساتھ ایک خوفناک تیسری عالمی جنگ کیطرف جارہی ہے۔ پچھلی دو عالمگیر جنگوں کے بھیانک نتائج سے ہم سب بخوبی آگاہ ہیں اور اب اگر خدا نخواستہ تیسری عالمگیر جنگ ہوئی تو اس کے پہلے سے کہیں زیادہ بھیانک نتائج نکلیں گے۔ دنیا کی ایک بڑی آبادی ایٹمی بموں سے موت کی گود میں ابدی نیند سو جائے گی اور آئندہ نسلیں اس ایٹمی جنگ کی وجہ سے تباہ کن نتائج کا سامنا کریں گی اور ہم انہیں معذوریوں کا تحفہ دینے والے ہونگے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک عرصہ سے دُنیا میں پیدا شدید خطرات کے حالات اور ایٹمی جنگ کے خطرات سے طاقتور ممالک کو متنبہ کرتے چلے آرہے ہیں اور اس موضوع پر آپ کئی ایک خطبات و خطابات ارشاد فرما چکے ہیں۔ آپ تیسری عالمی جنگ کے خطرات سے بچنے کیلئے جس سب سے مؤثر ذریعہ کی طرف پوری دُنیا کو توجہ دلا رہے ہیں وہ ہے مکمل انصاف، مکمل انصاف اور مکمل انصاف۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 9/اکتوبر 2016 کو جلسہ سالانہ کینیڈا کے اختتامی خطاب میں فرمایا:

اس وقت دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ وہ لوگ جو انصاف کے نام پر بڑے بڑے لیکچر دیتے ہیں وہ کیا کرتے ہیں کہ اپنے مفادات کیلئے سب کام ہو رہے ہیں۔ ایک بڑی طاقت حکومت کی مدد کرتی ہے تو دوسری طاقت حکومت مخالف گروہوں کی مدد کرتی ہے تا کہ علاقے میں اپنی برتری قائم رہے۔ مثلاً سعودی عرب کو مختلف ممالک کی طرف سے کئی بلین ڈالرز کا اسلحہ بیچا گیا اور یہ بھی پتہ ہے کہ وہ یمن کے خلاف، ایک چھوٹے سے ملک کے خلاف صرف ان کو تباہ کرنے کیلئے استعمال ہو رہا ہے۔ پس یہاں مسلمان بھی باوجود اسلام کا دعویٰ کرنے کے خواہشات کی پیروی کیلئے عدل سے دور ہٹ رہے ہیں اور غیر مسلم طاقتیں بھی اپنے مفادات اور خواہشات کی تسکین کیلئے عدل سے دور جارہی ہیں، انصاف سے دور جارہی ہیں اور بدامنی پیدا کر رہی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا میں فساد کی حالت ہے۔ جن کو انصاف کی کرسی پر بٹھایا گیا ہے وہی انصاف کی دھجیاں اڑا رہے ہیں تو پھر مذہب کو اور خاص طور پر اسلام کو کیوں الزام دیتے ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جب بھی موقع ملے میں اکثر ان لوگوں کو کہتا ہوں کہ اگر تم انصاف کرو تو دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے۔ اسلام تو انصاف اور عدل کی اتنی تلقین کرتا ہے کہ اس جیسے معیار تو کہیں دیکھے ہی نہیں جا سکتے۔ اس وقت اسلامی تعلیم کے ہر پہلو کو تو بیان نہیں کیا جا سکتا تاہم میں قرآن کریم کی بعض آیات اس وقت پیش کروں گا جن میں اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف کے معیار قائم کرنے، بے چینیاں دور کرنے، امن قائم کرنے کے معیار مقرر فرمائے ہیں اور یہی وہ تعلیم ہے جو دنیا کے امن کی ضمانت ہے۔ سورۃ مائدہ کی آیت 9 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (المائدۃ:9)" کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔"

یہ ہے وہ انتہاؤں کو پہنچا ہوا معیار۔ دشمنوں کی بات تو ایک طرف رہی دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ حکومتیں تو اپنے معاہدوں کا بھی پاس نہیں کرتیں۔ ایک طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہیں تو دوسری طرف اگر مفادات حاصل نہ ہوں تو نقصانات پہنچانے کیلئے منصوبہ بندی کرتی ہیں۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ملکی مفادات بہرحال پہلے ہیں اور ضروری ہیں۔ بیشک اس میں کوئی شک نہیں کہ ملکی مفادات مقدم ہونے چاہئیں لیکن پھر عدل کا تقاضا یہ ہے کہ جو بات ہے کھل کر دوسرے کو بتائی جائے اور واضح کیا جائے کہ اب ہمارا معاہدے پر قائم رہنا ممکن نہیں۔ یہ عدل ہے، نہ کہ ظاہری دوستی کا نام ہو اور چھپ کے حملے بھی ہو رہے ہوں۔ نقصان پہنچانے کے منصوبے بھی کئے جا رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ عہد ایک امانت ہے اور اس کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ہم اس زمانے میں خوش قسمت ہیں جنہوں نے زمانے کے امام کو مانا ہے۔ جنہوں نے ہماری صحیح رہنمائی کی ہے، جنہوں نے ہمیں بتایا کہ فسادوں کی بنیاد مذہب اور اس کی تعلیمات نہیں بلکہ فسادوں کی بنیاد مذہب اور خدا تعالیٰ سے دوری ہے۔ دینی مفادات کے حصول کیلئے، دینی تعلیمات کے حصول کیلئے اپنے مفادات سے بالاتر ہو کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ اپنے مفادات کے حصول کیلئے عدل و انصاف سے ہٹی ہوئی حرکتیں کرو۔ اگر یہ کرو گے تو پھر تباہی ہے۔ چنانچہ اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: "حق اور انصاف پر قائم ہو جاؤ اور چاہئے کہ ہر ایک گواہی تمہاری خدا کیلئے ہو اور چاہئے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں سچی گواہی سے نہ روکے۔"

پھر ذرا تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ نے عدل کے بارے میں جو بغیر سچائی پر پورا قدم مارنے کے حاصل نہیں ہوسکتی فرمایا ہے۔ یعنی اگر صحیح طرح تم سچائی پر نہیں چلو گے تو عدل حاصل نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۔ اِعْدِلُوْا ۔ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى یعنی دشمن قوموں کی دشمنی تمہیں انصاف سے مانع نہ ہو انصاف کرنے سے نہ روکے۔ فرمایا کہ انصاف پر قائم رہو کہ تقویٰ اسی میں ہے۔

فرماتے ہیں کہ "آپ کو معلوم ہے کہ جو قومیں ناحق ستاویں، دکھ دیویں اور خون ریزیاں کریں اور تعاقب کریں اور بچوں اور عورتوں کو قتل کریں جیسا کہ مکہ والے کافروں نے کیا تھا اور پھر لڑائیوں سے باز نہ آویں ایسے لوگوں کے ساتھ معاملات میں انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنا کس قدر مشکل ہوتا ہے مگر قرآنی تعلیم نے ایسے جانی دشمنوں کے حقوق کو بھی ضائع نہیں کیا۔ ان جانی دشمنوں کے حقوق کو بھی قائم کیا ہے۔ اور انصاف اور راستی کیلئے وصیت کی ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دشمن سے مدارات سے پیش آنا آسان ہے۔ یہ تو ٹھیک بات ہے کوئی دشمن ہو اس سے آدمی کہیں موقع ملے تو اخلاق سے پیش آجائے یا ظاہری اخلاق سے پیش آجائے مگر دشمن کے حقوق کی حفاظت کرنا اور مقدمات میں عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ دینا یہ بہت مشکل ہے اور فقط جواں مردوں کا کام ہے۔ اکثر لوگ اپنے شریک دشمنوں سے محبت تو کرتے ہیں اور میٹھی میٹھی باتوں سے پیش آتے ہیں مگر ان کے حقوق دبا لیتے ہیں۔ ایک بھائی دوسرے بھائی سے محبت کرتا ہے اور محبت کے پردہ میں دھوکہ دے کر اس کے حقوق دبا لیتا ہے۔ مثلاً اگر زمیندار ہے تو چالاکی سے اس کا نام کاغذات بندوبست میں نہیں لکھواتا اور یوں اتنی محبت کہ اس پر قربان ہوا جاتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: پس خدا تعالیٰ نے اس آیت میں محبت کا ذکر نہ کیا بلکہ معیار محبت کا ذکر کیا ہے۔ یہ نہیں کہ تم محبت کرو بلکہ اس کا ذکر کیا ہے کہ تمہاری محبت کا معیار کیا ہونا چاہئے؟ کیونکہ جو شخص اپنے جانی دشمن سے عدل کرے گا اور سچائی اور انصاف سے درگزر نہیں کرے گا وہی ہے جو سچی محبت بھی کرتا ہے۔ سچائی اور انصاف کو پیچھے نہیں چھوڑے گا تو وہی سچی محبت ہے۔ چھوٹے پیمانے پر دنیا دار انسان اپنے دائرے میں عدل سے دور جا کر یہ حرکتیں کرتا ہے اور جیسا کہ میں نے کہا کہ بڑے پیمانے پر حکومتیں یہ حرکتیں کر رہی ہوتی ہیں۔ اپنی مخالف قوموں کو اس قدر دبایا جاتا ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ ویسے ملکوں سے ظاہری تعلقات بھی ہوتے ہیں۔ اگر تعلقات خراب ہو جائیں تو ان پر معاشی پابندیاں، اقتصادی پابندیاں لگا کر عوام پر اس کی وجہ سے ظلموں کی انتہا کی جاتی ہے۔ بچے بھوکے مرتے ہیں۔ کسی بھی قوم پر اگر اقتصادی پابندی لگائیں گے تو اس قوم کے بچے بھوکے مریں گے۔ اس قوم کے لوگ بیروزگار ہوں گے۔ ہسپتالوں میں علاج کی سہولتیں یا کم ہو جائیں گی یا بہت مہنگی ہو جائیں گی۔ مریض مرنے شروع ہو جائیں گے۔ حالانکہ انصاف کا تقاضا یہ تھا اور یہ ہے کہ اگر کسی حکومت کو ظلم سے روکنا ہے تو حکومت کے خلاف کارروائی کی جائے جس کا پھر قرآن کریم نے حل بتایا ہے۔ اگر کوئی حکومت ظلم کر رہی ہے یا بین الاقوامی قوانین کو توڑ رہی ہے یا ہمسایوں کو تنگ کر رہی ہے، ان پہ حملے کر رہی ہے اور معاہدات کو توڑ رہی ہے تو اس کے خلاف کس طرح کارروائی کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَہُمَا ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰىہُمَا عَلَی الۡاُخۡرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیۡ تَبۡغِیۡ حَتّٰی تَفِیۡٓءَ اِلٰۤی اَمۡرِ اللّٰہِ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَہُمَا بِالۡعَدۡلِ وَاَقۡسِطُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ (الحجرات:10) اور اگر مؤمنوں میں سے دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرواؤ۔ پس اگر ان میں سے ایک دوسری کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کر رہی ہے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف لوٹ آئے۔ پس اگر وہ لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل سے صلح کرواؤ اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: پس ظلموں سے ہاتھ روکنے کا یہ طریقہ ہے نہ یہ کہ بڑی حکومتیں صرف اپنی برتری حاصل کرنے کے لئے معاشی پابندیاں لگا دیں۔ یہ طاقتور قوموں کے مظالم ہی تھے جن کی وجہ سے لیگ آف نیشن ناکام ہوئی تھی اور دوسری جنگ عظیم لڑی گئی اور یہی حرکتیں اب UNO بڑی حکومتوں کے دباؤ پر کر رہی ہے اور UNO کی ناکامی بھی شروع ہو چکی ہے اور اب خود بھی UNO کے بعض سابق عہدیدار لکھنے لگ گئے ہیں کہ بے انصافی کی وجہ سے UNO اپنے مقصد میں ناکام ہو چکی ہے اور اس کے ثبوت ہم دیکھتے ہیں۔ دنیا کی حالت ہمارے سامنے ہے۔ روس کی فوجیں شام میں موجود ہیں اور عالمی جنگ کے خطرے بڑھتے چلے جا رہے ہیں بلکہ دو دن ہوئے لندن کے ایک مشہور اخبار ٹائمز نے غالباً editorial میں یہ بھی لکھا تھا کہ عالمی جنگ اور ایٹمی جنگ منہ پھاڑے کھڑی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اس آیت میں بیشک مومنوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ ظلم کے ہاتھ کو کس طرح روکنا ہے لیکن اصولی طور پر یہ ہدایت تمام قوموں کے لئے رہنما ہے کہ صلح کرواتے وقت اپنے فوائد اور مفادات کو سامنے نہ رکھا کرو بلکہ اصل مسئلہ کا فیصلہ کرواؤ۔ شاید UN نے جب سے قائم ہوئی ہے ایک آدھ معاملہ میں اس کی مثال قائم کی ہو کہ عدل اور انصاف سے کام لیا ہو اور فیصلہ کیا ہو لیکن عموماً یو۔این بھی بڑی حکومت کے ہاتھوں میں کھلونا ہی بنی رہی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: پس اگر دیرپا امن قائم کرنا ہے تو انصاف کے یہ اصول قائم کرنے ہوں گے ورنہ لکھنے والے یہ لکھنا بھی شروع ہو گئے ہیں اور میں عرصے سے اس بات کی طرف توجہ بھی دلا رہا ہوں کہ عالمی جنگ منہ پھاڑے کھڑی ہے اور اس کے نتیجہ میں دنیا تباہی کے کنارے پر کھڑی ہے اور اگر وہ جنگ ہوئی جس کا غالب امکان ہے کہ ایٹمی جنگ ہو گی تو پھر اللہ تعالیٰ پناہ دے۔ ہم اپاہج بچوں کی المناک نسل پیچھے چھوڑ کر جائیں گے۔ پس مذہب اور خاص طور پر اسلام تو یہ بتا کر ہوشیار کر رہا ہے کہ ہوش میں آ ؤ ورنہ یہ فتنہ و فساد تمہیں تباہ کر دیں گے۔ لوگوں سے کیا سلوک ہونا چاہئے اور دنیا کو انصاف سے بڑھ کر کیا دینے اور کیسا سلوک کرنے کی ضرورت ہے تا کہ دنیا میں مکمل انصاف قائم ہو۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ”آپ کے اعمال کے متعلق یہ آیت جامع قرآن شریف میں ہے“ کچھ حصہ پڑھ رہا ہوں اس آیت کا کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی (النحل:91) یعنی خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ انصاف کرو اور عدل پر قائم ہو جاؤ اور اگر اس سے زیادہ کامل بننا چاہو تو پھر احسان کرو یعنی ایسے لوگوں سے سلوک اور نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی اور اگر اس سے بھی زیادہ کامل بننا چاہو تو محض ذاتی ہمدردی سے اور محض طبعی جوش سے بغیر نیت کسی شکریہ ممنون منت کرنے کے بنی نوع سے نیکی کرو۔ یعنی بغیر اس نیت کے کہ کوئی ہمارا شکریہ ادا کرے، ہمارا شکر گزار ہو تب بھی ان سے نیکی کرو۔ فرمایا ”جیسا کہ ماں اپنے بچے سے فقط اپنے طبعی جوش سے نیکی کرتی ہے“ ایسی نیکی ہونی چاہئے ”اور فرمایا کہ خدا تمہیں اس سے منع کرتا ہے کہ کوئی زیادتی کرو یا احسان جتلاؤ یا سچی ہمدردی کرنے والے کے کافر نعمت بنو اور اسی آیت کی تشریح میں ایک اور مقام میں فرماتا ہے وَیُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّیَتِیۡمًا وَّاَسِیۡرًا ۔ اِنَّمَا نُطۡعِمُکُمۡ لِوَجۡہِ اللّٰہِ لَا نُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُکُوۡرًا (الدھر:9،10) یعنی کامل راستباز جب غریبوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھانا دیتے ہیں تو محض خدا کی محبت سے دیتے ہیں نہ کسی غرض سے دیتے ہیں اور وہ انہیں مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ یہ خدمت خاص خدا کیلئے ہے۔ اس کا ہم کوئی بدلہ نہیں چاہتے اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا شکر کرو۔“

(بحوالہ اخبار بدر مورخہ 24 نومبر 2016)

اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے اس تعلق میں خاکسار قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات میں سے کچھ پیش کرتا ہے۔

اسلام کے معنے ہی امن و سلامتی کے ہیں۔ بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اَلسَّلَامُ مِنَ الۡاِسۡلَامِ“ امن اور سلامتی اسلام سے ہی ہے نیز فرمایا:

”اَلۡمُسۡلِمُ مَنۡ سَلِمَ النَّاسُ مِنۡ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ“

(سنن النسائی کتاب الایمان والشرائع)

یعنی حقیقی مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔

اسلام تمام بنی نوع انسان کو سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وَاللّٰہُ یَدۡعُوۡۤا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ (سورۃ یونس: 26) یعنی اللہ تمہیں سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے۔

اسلام نے بین الاقوامی سطح پر امن و آشتی باہمی محبت و پیار، شرف انسان کے قیام اور انسانی حقوق کے احترام کی جو تعلیم دی ہے وہ ہر لحاظ سے مکمل مفید بے مثال اور قیام امن کی ضامن ہے۔

اسلام کی امن بخش تعلیم جو قرآن مجید کی شکل میں ہمارے سامنے ہے اس پر عمل کے ساتھ ساتھ جب تک اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم نہ ہوگا چاہے قرآن مجید کے ماننے والے بھی کیوں نہ ہوں دنیا سے بدامنی، بے چینی جھوٹ مفاد پرستی ناانصافی کا سلسلہ ختم نہ ہوگا۔

اس کیلئے گزشتہ چودہ سو سال میں ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے سمجھانے والے مجددین اور اولیاء اللہ بھیجے ہیں جو الہام الٰہی کی روشنی میں قرآن مجید کی حقیقی تعلیم سے دنیا کو روشناس کرتے رہے اور اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مثیل کو امام مہدی و مسیح موعود کے نام سے مبعوث فرمایا جس نے اسلام کی تعلیم یعنی قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ الہام کی روشنی میں دنیا میں پھیلایا۔

امام مہدی کے متعلق یہ بھی پیشگوئی تھی کہ وہ جنگوں کے سلسلہ کو ختم کر کے امن و سلامتی کو پھیلائے گا۔ چنانچہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوۃ والسلام تمام مذاہب کے علماء کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

”میں بکمال ادب و انکسار حضرات علماء مسلمانان و علماء عیسائیان و پنڈتان ہندوان و آریان یہ اشتہار بھیجتا ہوں اور اطلاع دیتا ہوں کہ میں اخلاقی و اعتقادی و ایمانی کمزوریوں اور غلطیوں کی اصلاح کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہوں۔ اور میرا قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم پر ہے۔ انہیں معنوں سے میں مسیح موعود کہلاتا ہوں کیونکہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ محض فوق العادت نشانوں اور پاک تعلیم کے ذریعہ سے سچائی کو دُنیا میں پھیلاؤں۔ میں اس بات کا مخالف ہوں کہ دین کے لئے تلوار اُٹھائی جائے اور مذہب کے لئے خدا کے بندوں کے خون کئے جائیں .... میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع

سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔''
(اربعین نمبر1، روحانی خزائن، جلد17 صفحہ 343 تا 344)

پس آج اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسلام کی امن بخش تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کے لئے مامور فرمایا ہے۔ اسلام کی صلح اور امن بخش تعلیم آپؑ کے ارشادات کی روشنی میں کسی قدر اختصار کے ساتھ بیان کی جاتی ہے۔

خدا کی ذات ربّ العلمین ہے

اسلام نے امن وامان قائم کرنے کے لئے پہلی تعلیم جو پیش فرمائی وہ خدا تعالیٰ کی ذات کو ربّ العالمین کے طور پر پیش کیا ہے۔ اسلام کا یہ عقیدہ دنیا کے امن وسلامتی کے لئے بمنزلہ ایک بنیادی چٹان کے ہے۔ اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ جس طرح ہمارا ربّ اپنے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں سے یکساں سلوک کر رہا ہے اسی طرح ہمارا بھی عمل ہونا چاہیے کہ ہم ہر انسان کو انسان سمجھتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق سمجھتے ہوئے اُس کے ساتھ پیار محبت اور ہمدردی کا سلوک کریں۔

اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نہیں اٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اس کے چھڑانے کیلئے مدد نہیں کرتا تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔...... میں حلفاً کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ مجھے کسی قوم سے دشمنی نہیں۔ ہاں جہاں تک ممکن ہے ان کے عقائد کی اصلاح چاہتا ہوں۔ اور اگر کوئی گالیاں دے تو ہمارا شکوہ خدا کی جناب میں ہے نہ کسی اور عدالت میں۔ اور بایں ہمہ نوع انسان کی ہمدردی ہمارا حق ہے۔''
(سراج منیر، روحانی خزائن جلد12 صفحہ 28)

تمام پیشوایان اور مذہبی بزرگوں کا احترام

اسلام نے امن وامان قائم کرنے کیلئے دوسری اہم تعلیم یہ بیان کی ہے کہ ہر ایک قوم میں خدا کے برگزیدہ انسان ہوئے ہیں تم ان سب کی عزت کرو اس طریق سے اتحاد بین الاقوام کی ایک نہایت مستحکم بنیاد رکھی۔ اللہ تعالیٰ اس ضمن میں قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر:25) دنیا کی ہر قوم کی طرف خدا کے رشی منی اوتار اور پیغمبر آئے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پیغام صلح صفحہ 22 میں فرماتے ہیں: ''اے عزیزو!! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور اُن کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ رُوح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دُنیا دونوں کو تباہ کرتی ہے۔ وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبر دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہو سکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں۔''
(روحانی خزائن، جلد23، صفحہ 452)

نیز فرماتے ہیں:

''اسلام وہ پاک اور صلح کار مذہب تھا جس نے کسی قوم کے پیشوا پر حملہ نہیں کیا۔ اور قرآن وہ قابل تعظیم کتاب ہے جس نے قوموں میں صلح کی بنیاد ڈالی اور ہر ایک قوم کے نبی کو مان لیا۔ اور تمام دُنیا میں یہ فخر خاص قرآن شریف کو حاصل ہے۔ جس نے دُنیا کی نسبت ہمیں یہ تعلیم دی کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ یعنی تم اے مسلمانو! یہ کہو کہ ہم دُنیا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں تفرقہ نہیں ڈالتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو رد کر دیں۔''
(پیغام صلح، روحانی خزائن، جلد23، صفحہ 459)

اسلام دوسرے مذاہب کی صداقتوں کو تسلیم کرتا ہے

اسلام کی امن بخش تعلیم میں سے ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ وہ کسی دوسرے مذہب کی صداقت سے انکار نہیں کرتا بلکہ اس کی اعلیٰ تعلیم اور صداقتوں کو تسلیم کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلام کی اس خوبی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہم لوگ دوسری قوموں کے نبیوں کی نسبت ہرگز بدزبانی نہیں کرتے بلکہ ہم یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس قدر دنیا میں مختلف قوموں کے لئے نبی آئے ہیں اور کروڑہا لوگوں نے ان کو مان لیا ہے اور دنیا کے کسی ایک حصہ میں اُن کی محبت اور عظمت جاگزیں ہوگئی ہے اور ایک زمانہ دراز اس محبت اور اعتقاد پر گذر گیا ہے تو بس یہی ایک دلیل اُن کی سچائی کے لئے کافی ہے کیونکہ اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ قبولیت کروڑہا لوگوں کے دلوں میں نہ پھیلتی خدا اپنے مقبول بندوں کی عزت دوسروں کو ہرگز نہیں دیتا اور اگر کوئی کاذب اُن کی کرسی پر بیٹھنا چاہے تو جلد تباہ ہوتا اور ہلاک کیا جاتا ہے۔''
(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد23 صفحہ 452 تا 453)

اسلام مذہبی عبادتگاہوں کی تقدیس وحرمت کا خیال رکھتا ہے۔ اسلام نے جہاں مذہبی راہنماؤں اور کتب مقدسہ کی تعظیم وتکریم کو قائم فرمایا ہے وہاں مذہبی عبادتگاہوں کی تقدیس وحرمت کا بھی خیال رکھا ہے۔

اِس ضمن میں اسلامی تعلیم بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ یہ ظاہر فرماتا ہے کہ ان تمام عبادت خانوں کا میں ہی حامی ہوں اور اسلام کا فرض ہے کہ اگر مثلاً کسی عیسائی ملک پر قبضہ کرے تو اُن کے عبادت خانوں سے کچھ تعرض نہ کرے اور منع کر دے کہ اُن کے گرجے مسمار نہ کئے جائیں اور یہی ہدایت احادیث نبویہ سے مفہوم ہوتی ہے کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ کوئی اسلامی سپہ سالار کسی قوم کے مقابلہ کیلئے مامور ہوتا تھا تو اُس کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ عیسائیوں اور یہودیوں کے عبادت خانوں اور فقراء کے خلوت خانوں سے تعرض نہ کرے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کس قدر تعصب کے طریقوں سے دور ہے کہ وہ عیسائیوں کے گرجاؤں اور یہودیوں کے معبدوں کا ایسا ہی حامی ہے جیسا کہ مساجد کا حامی ہے۔''
(پیغام صلح، روحانی خزائن، جلد23، صفحہ 393 اور 394)

مذہبی آزادی

اسلام میں مذہبی آزادی کو پورے طور پر برقرار رکھا گیا ہے اور اس طرح سے اسلام نے دنیا میں امن اور قوموں میں اتحاد کو پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ: 257) یعنی دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔ اسلام کی طرف سے جو لڑائیاں لڑی گئیں وہ دفاعی رنگ کی تھیں تا کہ مذہبی آزادی اور امن کا قیام ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلامی جہاد کی حقیقت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بعض نا سمجھ جو اسلام پر جہاد کا الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب لوگ جبراً تلوار سے مسلمان کئے گئے تھے، افسوس ہزار افسوس کہ وہ اپنی بے انصافی اور حق پوشی میں حد سے گذر گئے ہیں۔ ہائے افسوس ان کو کیا ہوگیا کہ وہ عمداً صحیح واقعات سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے ملک میں ایک بادشاہ کی حیثیت سے ظہور فرما نہیں ہوئے تھے تا یہ گمان کیا جاتا کہ چونکہ وہ بادشاہی جبروت اور شوکت اپنے ساتھ رکھتے تھے اسلئے لوگ جان بچانے کیلئے انکے جھنڈے کے نیچے آ گئے تھے۔

پس سوال تو یہ ہے کہ جبکہ آپ کیلئے اپنی غریبی اور مسکینی اور تنہائی کی حالت میں خدا کی توحید اور اپنی نبوت کے بارے میں منادی شروع کی تھی تو اس وقت کس تلوار کے خوف سے لوگ آپ ﷺ پر ایمان لے آئے تھے اور اگر ایمان نہیں لائے تھے تو پھر جبر کرنے کیلئے کس بادشاہ سے کوئی لشکر مانگا گیا تھا اور مدد طلب کی گئی تھی۔ اے حق کے طالبو! تم یقیناً سمجھو کہ یہ سب باتیں ان لوگوں کی افترا ہیں جو اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ تاریخ کو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا۔ اور ماں صرف چند ماہ کا بچہ چھوڑ کر مرگئی تھی تب وہ بچہ جس کے ساتھ خدا کا ہاتھ تھا بغیر کسی کے سہارے کے خدا کی پناہ میں پرورش پاتا رہا اور اس مصیبت اور یتیمی کے ایام میں بعض لوگوں کی بکریاں بھی چرائیں اور بجز خدا کے کوئی متکفل نہ تھا۔ اور پچیس برس تک پہنچ کر بھی کسی چچا نے بھی آپ کو اپنی لڑکی نہ دی۔ کیونکہ جیسا کہ بظاہر نظر آتا تھا آپ اس لائق نہ تھے کہ خانہ داری کے اخراجات کے متحمل ہو سکیں۔ اور نیز محض اُمّی تھے اور کوئی حرفہ اور پیشہ نہیں جانتے تھے۔ پھر جب آپ چالیس برس کے سن تک پہنچے تو یک دفعہ آپ کا دل خدا کی طرف کھینچا گیا۔ ایک غار مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ جس کا نام حرا ہے۔ آپ اکیلے وہاں جاتے اور غار کے اندر چھپ جاتے اور اپنے خدا کو یاد کرتے۔ ایک دن اُسی غار میں آپ پوشیدہ طور پر عبادت کر رہے تھے تب خدا تعالیٰ آپ پر ظاہر ہوا اور آپ کو حکم ہوا کہ دنیا نے خدا کی راہ کو چھوڑ دیا ہے۔ اور زمین گناہ سے آلودہ ہوگئی ہے۔ اس لئے میں تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجتا ہوں۔ اب تُو اور لوگوں کو متنبہ کر کہ وہ

عذاب سے پہلے خدا کی طرف رجوع کریں۔ اس حکم کے سننے سے آپ ڈرے کہ میں ایک اُمّی یعنی ناخواندہ آدمی ہوں اور عرض کیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تب خدا نے آپ کے سینہ میں تمام روحانی علوم بھر دیئے اور آپ کے دل کو روشن کیا تھا۔ آپ کی قوت قدسیہ کی تاثیر سے غریب اور عاجز لوگ آپ کے حلقہ اطاعت میں آنے شروع ہو گئے اور جو بڑے بڑے آدمی تھے انہوں نے دشمنی پر کمر باندھ لی۔ یہاں تک کہ آخر کار آپ کو قتل کرنا چاہا۔ اور کئی مرد اور کئی عورتیں بڑے عذاب کے ساتھ قتل کر دیئے گئے اور آخری حملہ یہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ مگر جس کو خدا بچاوے اس کو کون مارے۔ خدا نے آپ کو اپنی وحی سے اطلاع دی کہ آپ اس شہر سے نکل جاؤ۔ اور میں ہر قدم میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ پس آپ شہر مکہ سے ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر نکل آئے اور تین رات تک غار ثور میں چھپے رہے۔ دشمنوں نے تعاقب کیا اور ایک سراغ رسان کو لے کر غار تک پہنچے اس شخص نے غار تک قدم کا نشان پہنچا دیا اور کہا کہ اس غار میں تلاش کرو اس کے آگے قدم نہیں اور اگر اس کے آگے گیا ہے تو پھر آسمان پر چڑھ گیا ہوگا مگر خدا کی قدرت کے عجائبات کی کون حد بست کر سکتا ہے۔ خدا نے ایک ہی رات میں یہ قدرت نمائی کی کہ عنکبوت نے اپنی جالی سے غار کا تمام منہ بند کر دیا اور ایک کبوتری نے غار کے منہ پر گھونسلا بنا کر انڈے دیدیئے اور جب سراغ رسان نے لوگوں کو غار کے اندر جانے کی ترغیب دی تو ایک بڈھا آدمی بولا کہ یہ سراغ رسان تو پاگل ہو گیا ہے۔ میں تو اس جالی کو غار کے منہ پر اس زمانہ سے دیکھ رہا ہوں جبکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اس بات کو سن کر سب لوگ منتشر ہو گئے اور غار کا خیال چھوڑ دیا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ طور پر مدینہ میں پہنچے اور مدینہ کے اکثر لوگوں نے آپ کو قبول کر لیا۔ اس پر مکہ والوں کا غضب بھڑکا اور افسوس کیا کہ ہمارا شکار ہمارے ہاتھ سے نکل گیا اور پھر کیا تھا دن رات انہیں منصوبوں میں لگے کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ اور کچھ تھوڑا گروہ مکہ والوں کا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا تھا وہ بھی مکہ سے ہجرت کر کے مختلف ممالک کی طرف چلے گئے۔ بعض نے حبشہ کے بادشاہ کی پناہ لے لی تھی۔ اور بعض مکہ میں ہی رہے کیوں کہ وہ سفر کرنے کے لئے زادِ راہ نہیں رکھتے تھے اور وہ بہت دُکھ دیئے گئے۔ قرآن شریف میں اُن کا ذکر ہے کہ کیوں کر وہ دن رات فریاد کرتے تھے۔ اور جب کفار قریش کا حد سے زیادہ ظلم بڑھ گیا۔ اور انہوں نے غریب عورتوں اور یتیم بچوں کو قتل کرنا شروع کیا اور بعض عورتوں کو ایسی بیدردی سے مارا کہ اُن کی دونوں ٹانگیں دو رسوں سے باندھ کر دو اُونٹوں کے ساتھ وہ رسے خوب جکڑ دیئے اور پھر اُن اُونٹوں کو دو مختلف جہات میں دوڑایا اور اس طرح پر وہ عورتیں دو ٹکڑے ہو کر مر گئیں۔

جب بے رحم کافروں کا ظلم اِس حد تک پہنچ گیا۔ خدا نے جو آخر اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے۔ اپنے رسول پر اپنی وحی نازل کی کہ مظلوموں کی فریاد میرے تک پہنچ گئی۔ آج میں اجازت دیتا ہوں کہ تم بھی اُن کا مقابلہ کرو اور یاد رکھو کہ جو لوگ بے گناہ لوگوں پر تلوار اُٹھاتے ہیں وہ تلوار سے ہی ہلاک کئے جائیں گے۔ مگر تم کوئی زیادتی مت کرو کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ یہ ہے حقیقت اسلام کے جہاد کی جس کو نہایت ظلم سے بُرے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ بیشک خدا حلیم ہے۔ مگر جب کسی قوم کی شرارت حد سے گذر جاتی ہے تو وہ ظالم کو بے سزا نہیں چھوڑتا اور آپ اُن کیلئے تباہی کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے: لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (البقرہ:257) یعنی دین اسلام میں جبر نہیں۔

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 464 تا 468)

اسلام میں کسی خونی مہدی کے آنے کی گنجائش نہیں

مذہب اسلام کی پر امن اور بے جبر تعلیم میں خونی مہدی کے آمد کی گنجائش نہیں۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اے مسلمانو! اپنے دین کی ہمدردی تو اختیار کرو مگر سچی ہمدردی۔ کیا اس معقولیت کے زمانہ میں دین کیلئے یہ بہتر ہے کہ ہم تلوار سے لوگوں کو مسلمان کرنا چاہیں..... خدا سے ڈرو اور یہ بیہودہ الزام دین اسلام پر مت لگاؤ..... معاذ اللہ ہرگز قرآن شریف کی یہ تعلیم نہیں ہے اور نہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ کوئی خونی مہدی یا خونی مسیح آئے گا جو جبراً مسلمان کرے گا اور انسانوں کو قتل کرنا اس کا کام ہوگا۔“

(تریاق القلوب، روحانی خزائن، جلد 15 صفحہ 156)

حب الوطن من الایمان

اسلام نے قیام امن کیلئے وطن سے محبت کو ایمان کا جُزو قرار دیا ہے۔ اسی طرح حکام وقت کی اطاعت کو بھی دین اسلام کا حصہ ہے اس سلسلہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ایک سچا مسلمان جو اپنے دین سے واقعی خبر رکھتا ہو اس گورنمنٹ کی نسبت جس کی ظل عاطفت کے نیچے امن کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے ہمیشہ اخلاص اور اطاعت کا خیال رکھتا ہے اور مذہب کا اختلاف اس کو سچی اطاعت اور فرمانبرداری سے نہیں روکتا۔“

(تحفہ قیصریہ، روحانی خزائن، جلد 12 صفحہ 281)

نیز فرماتے ہیں: ”اسلام ہمیں ہرگز یہ نہیں سکھلاتا کہ ہم ایک غیر قوم اور غیر مذہب والے بادشاہ کی رعایا ہو کر اور اسکے زیر سایہ ہر ایک دشمن سے امن میں رہ کر پھر اسی کی نسبت بد اندیشی اور بغاوت کا خیال دل میں لاویں۔ بلکہ وہ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر تم اس بادشاہ کا شکر نہ کرو جس کے زیر سایہ تم امن میں رہتے ہو تو پھر تم نے خدا کا شکر بھی نہیں کیا۔“

(تحفہ قیصریہ، روحانی خزائن، جلد 12 صفحہ 282)

اسلام صلح اور امن کو پسند کرتا ہے

اسلام ہر حال میں امن اور صلح چاہتا ہے چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے محض اس لئے کہ ملک میں امن وامان قائم ہو اُس صلح نامہ کو منظور فرمایا جس کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے لئے بہت نقصان دہ معلوم ہوتی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صلح کے متعلق فرماتے ہیں: ”مَیں صلح کو پسند کرتا ہوں اور جب صلح ہو جاوے پھر اس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہئے کہ اس نے کیا کہا یا کیا کیا تھا۔ مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص جس نے مجھے ہزاروں مرتبہ دجّال اور کذّاب کہا ہو اور میری مخالفت میں ہر طرح کوشش کی ہو اور وہ صلح کا طالب ہو تو میرے دل میں خیال بھی نہیں آتا اور نہیں آ سکتا کہ اُس نے مجھے کیا کہا تھا اور میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ ہاں خدا تعالیٰ کی عزت کو ہاتھ سے نہ دیوے۔“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 69، ایڈیشن 2003، قادیان)

پس اسلام امن آشتی کا مذہب ہے انسانی مساوات کا علمبردار ہے۔ اسلام کی ہی تعلیم پر عمل پیرا ہونے سے وہ مسائل حل ہو سکتے ہیں جن سے آج دنیا دو چار ہے۔ اسلام کی انہی امن بخش صلح کاری اور رواداری اور بنی نوع انسان سے ہمدردی کی تعلیمات کو رواج دینے کیلئے موجودہ دور میں جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا ہے۔ جس کی بنیاد سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی علیہ السلام نے 1889ء میں رکھی۔

آج جماعت احمدیہ، عالمگیر طور پر بھائی چارہ اور امن عالم کیلئے شب و روز مصروف عمل ہے اور ہمارا یہ پختہ یقین ہے کہ ہم اس مقصد میں ضرور کامیاب ہونگے اور انشاء اللہ ساری دنیا ایک دن امن وسلامتی اور صلح اور آشتی کا گہوارہ بن جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک میں دُور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 304)

پس اگر دنیا نے اسلام کی اس پُر امن تعلیم کو ٹھکرا کر لا پرواہی اختیار کی تو اس کے نتیجہ میں اُنہیں کہیں بھی امان نصیب نہیں ہوگا۔ اور لازماً بھیانک اور خوفناک تباہی و بربادی کا اُنہیں سامنا کرنا ہوگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کو یہ وارننگ دی ہے کہ:

”اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 269)

......☆......☆......

مَیں ہمیشہ
تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں
کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے
(ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس
عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں
ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں
افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُسکے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا
وہ توحید جو دُنیا سے گم ہوچکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اُسکو دنیا میں لایا

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدا دانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلایا کہ ایک قوم جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی اُن کو نجاست سے اُٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا۔ اور وہ جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے اُن کے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ اُن کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنایا اور اس قدر اُن کے لئے نشان ظاہر کئے کہ اُنکو خدا دکھلا دیا اور اُن میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ اُنہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے۔ یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی اُمّت کی نسبت ظہور میں نہ آئی کیونکہ اُن کے صحبت یاب ناقص رہے۔ پس مَیں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہوچکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیا اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے، وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذُرّیّتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اِسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 118 تا 119)

...★...★...★...

ارشادِ نبوی ﷺ

اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْن

(نماز دین کا ستون ہے)

طالبِ دُعا:
اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

ارشادِ نبوی ﷺ

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

(اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے)

طالبِ دُعا:
افراد خاندان مکرم جے وسیم احمد صاحب مرحوم (چنتہ کنٹہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

......★......★......★......

سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے

......★......★......★......

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اِک قمر ہے
اُس پر ہر اک نظر ہے بدرالدّجیٰ یہی ہے

......★......★......★......

پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اُتارے
مَیں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

......★......★......★......

پَردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
دِل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

......★......★......★......

وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے

......★......★......★......

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے

......★......★......★......

حق سے جو حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے

......★......★......★......

آنکھ اُس کی دُوربیں ہے دِل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیا یہی ہے

......★......★......★......

جو راز دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے

......★......★......★......

اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

......★......★......★......

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

......★......★......★......

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

اللہ تعالیٰ کی محبت میں
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا — بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہوگیا — کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا
اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے — مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تا تار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف — جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں — ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا
تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک — اس سے ہے شورِ محبت عاشقان زار کا
کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص — کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں — کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا
خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی — ہر گُل و گلشن میں ہے رنگ اُس ترے گلزار کا
چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے — ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خم دار کا
آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب — ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا
ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اِک تیغ تیز — جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا
تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں — تا مگر درماں ہو کچھ اِس ہجر کے آزار کا
ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا — جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا
شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر — خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

مسلمانو! بناؤ تام تقویٰ

(انتخاب از کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

ہمیں اُس یار سے تقویٰ عطا ہے — نہ یہ ہم سے کہ احسان خدا ہے
کرو کوشش اگر صدق و صفا ہے — کہ یہ حاصل ہو جو شرط لقا ہے
یہی آئینۂ خالق نما ہے — یہی اک جوہر سیف دعا ہے
ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اتّقا ہے — ''اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے''
یہی اک فخرِ شانِ اولیاء ہے — بجُز تقویٰ زِیادت ان میں کیا ہے
ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے — اگر سوچو ، یہی دارُالجزاء ہے
مجھے تقویٰ سے اُس نے یہ جزا دی — فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ
عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ — مُبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
سنو! ہے حاصل اسلام تقویٰ — خُدا کا عشق ، مَے اور جام تقویٰ
مسلمانو! بناؤ تام تقویٰ — کہاں ایماں اگر ہے خام تقویٰ
یہ دولت تُو نے مجھ کو اے خدا دی — فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

قرآں کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا

پاکیزہ منظوم کلام سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

تو نے سکھایا فرقاں جو ہے مدَارِ ایماں
جس سے ملے ہے عرفاں اور دور ہووے شیطاں
قرآں کتاب رحماں سکھلائے راہ عرفاں
جو اس کے پڑھنے والے اُن پر خدا کے فَیضاں
اُن پر خدا کی رحمت جو اس پہ لائے ایماں
یہ روز ہے مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ
ہے چشمۂ ہدایت جس کو ہو یہ عِنایت
یہ ہیں خدا کی باتیں ان سے مِلے وِلایت
یہ نور دل کو بخشے دِل میں کرے سَرایت
یہ روز ہے مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ
قرآں کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فِکر معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا
اکسیر ہے پیارے صِدق و سَداد رکھنا
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ

☆......☆......☆

قرآن دل کی قوت قرآن ہے سہارا

منظوم کلام ڈاکٹر میر محمد اسمعیل صاحب رضی اللہ عنہ

قرآن سب سے اچھا قرآن سب سے پیارا
قرآن دل کی قوت قرآن ہے سہارا
اللہ میاں کا خط ہے جو میرے نام آیا
اُستانی جی پڑھاؤ جلدی مجھے سپارہ
پہلے تو ناظرے سے آنکھیں کروں گی روشن
پھر ترجمہ سکھانا جب پڑھ چکوں میں سارا
مطلب نہ آئے جب تک کیونکر عمل ہے ممکن
بے ترجمے کے ہرگز اپنا نہیں گزارا
یارب تو رحم کر کے ہم کو سکھا دے قرآں
ہر دُکھ کی یہ دَوا ہو ہر درد کا ہو چارا
دل میں ہو میرے ایماں سینے میں نور قرآں
بن جاؤں پھر تو سچ مچ میں آسماں کا تارا

☆......☆......☆

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بحیثیت سلطان القلم

محمد کریم الدین شاہد، پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان (تقریر جلسہ سالانہ جرمنی 2015)

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝ (الصّف:۱۰)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے دین (کے ہر شعبہ) پر کُلّیۃً غالب کر دے خواہ مشرک بُرا منائیں۔

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب مَیں دیتا ہوں اگر کوئی ملے اُمیدوار
صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحُجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

سامعین کرام! خاکسار کی تقریر کا عنوان ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام بحیثیت سلطان القلم'' ہے۔ قدیم سے سنّت اللہ یہی چلی آ رہی ہے کہ جب وہ اصلاحِ خلق کیلئے اپنے مامورین و مرسلین کو مبعوث فرماتا ہے تو جسمانی و ذہنی قوتوں کے ساتھ ساتھ اُنہیں اظہارِ خیال کیلئے بھی زبان و بیان کی قوتوں اور صلاحیتوں سے دیگر ابنائے زمانہ سے کہیں زیادہ بلند و بالا قوت عطا فرماتا ہے۔ مثال کے طور پر ہمارے پیارے نبی سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ آپؐ اُمّی محض تھے لیکن آپؐ فرماتے ہیں اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ وَ الْعَجَمِ۔ مَیں تمام عرب وعجم سے زیادہ فصیح البیان ہوں۔ اور فرمایا اُوْتِيْتُ جَوَامِعُ الْكَلِمِ وَخَوَاتِمَهٗ۔ مجھے خدا تعالیٰ نے جامع اور افضل کلمات عطا فرمائے ہیں۔

پس انبیاء و مامورین کو زبان و بیان کی قوتوں سے اس لئے سرفراز کیا جاتا ہے کہ یہ خُوبی اُن کی تکمیلِ انسانیت پر ایک دلیل ہو۔ اور اُن کے مخصوص اندازِ بیان سے اُن کے کلچر کی خُوبی، اوصاف کی فضیلت اور اطوار کی برگزیدگی کا اندازہ ہو اور چونکہ انبیاء ارشاداتِ الٰہیہ کے پہنچانے والے ہوتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ سے سنیں، سیکھیں اور سمجھیں اُسے پوری کامیابی کے ساتھ اپنے مخاطبین کے دلوں میں اُتار دیں اور یہ بات بغیر زبان پر پُوری قدرت کے ممکن نہیں۔

اِسی سے مخلوقِ خدا کے جذبات کو اُبھار کر زبردست مادّی، اخلاقی اور روحانی انقلابات برپا کئے جاسکتے ہیں جو بعثتِ انبیاء کی غرض اور اِس دُنیا میں اُن کی تشریف آوری کا اصل مقصدو مدّعا ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اِس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو اصلاحِ خلق اور تربیتِ انسانی کے لئے مامور فرما کر آپؑ کے سپرد یہ کام کیا ہے کہ اشاعتِ اسلام کر کے ضلالت و گمراہی میں بھٹکتے لوگوں کو آستانۂ الٰہی پر لا ڈالیں۔ اس کے لئے جہاں آپ کو ذہنی، اخلاقی اور روحانی قوتیں عطا فرمائیں وہاں تحریر کے ملکہ سے بھی کما حقّہٗ سرفراز فرمایا۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اِس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقار فرمایا۔''
(تذکرہ، صفحہ ۳۳۳، ایڈیشن پنجم ۲۰۰۴ء)

اور فرمایا:

یدِ بیضا کہ با او تا بندہ
باز با ذوالفقار مے بینم

یعنی اُس کا وہ روشن ہاتھ جو اتمام کے حجت کی رُو سے تلوار کی طرح چمکتا ہے پھر مَیں اُس کو ذوالفقار کے ساتھ دیکھتا ہوں۔ یعنی ایک زمانہ ذوالفقار کا تو وہ گزر گیا کہ جب ذوالفقار علی کرّم اللہ وجہہٗ کے ہاتھ میں تھی مگر خدا تعالیٰ پھر ذوالفقار اس امام کو دے دیگا اس طرح پر کہ اُس کا چمکنے والا ہاتھ وہ کام کرے گا جو پہلے زمانہ میں ذوالفقار کرتی تھی۔ سو وہ ہاتھ ایسا ہوگا کہ گویا وہ ذوالفقار علی کرّم اللہ وجہہٗ ہے جو پھر ظاہر ہوگئی ہے۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ امام سلطان القلم ہوگا اور اُس کی قلم ذوالفقار کا کام دے گی۔ یہ پیشگوئی بعینہٖ اِس عاجز کے اُس الہام کا ترجمہ ہے جو اِس وقت سے دس برس پہلے براہینِ احمدیہ میں چھپ چُکا ہے اور وہ یہ ہے کتابُ الولی ذوالفقار علی یعنی کتاب اس ولی کی ذوالفقار علی کی ہے۔ یہ اِس عاجز کی طرف اشارہ ہے۔

اِسی بناء پر بارہا اِس عاجز کا نام مکاشفات میں غازی رکھا گیا ہے۔''
(نشان آسمانی، صفحہ ۱۵)

اور فرمایا:

''مَیں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں۔ کیونکہ جب مَیں عربی میں یا اُردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔''
(نزول المسیح، صفحہ ۵۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کو دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ نے مُلک کے مذہبی جمود کو توڑ کر اُس میں ایک نئی روح پھُونکنے کیلئے ایک اثر انگیز، وجد آفریں اور پُر معارف زندہ لٹریچر کی بُنیاد رکھی اور ایسی تصنیفات اپنے بعد چھوڑی ہیں جن میں ادب و انشاء پردازی کے تمام اعلیٰ اجزاء شامل ہیں جو تصنّع اور تکلّف سے پاک ہیں۔ اُن میں سادگی، اصلیّت اور جوش پایا جاتا ہے۔ اظہارِ خیال میں جہاں تفصیل درکار تھی وہاں تفصیل سے کام لیا اور جہاں اختصار کا موقع تھا وہاں اختصار ہی کو ترجیح دی۔ غرض آپؑ کا کلام اتنا نفع رساں، اس کے الفاظ اتنے حسین، اسلوبِ ادا اتنا خوبصورت اور دلکش، سلاست اور روانی ایسی دلآویز و دلنشین اور مقاصد ایسے واضح روشن اور ٹھوس دلائل سے مزیّن کہ طبیعت تاثّر سے سرشار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اِسی لئے تو مخالف علماء عامۃ المسلمین کو اِن کُتب کے پڑھنے سے یہ کہہ کر روکتے تھے اور اب بھی روکتے ہیں کہ مرزا صاحبؑ کی کتابوں میں جادو ہے۔ وہ جادو کیا ہے؟ درحقیقت یہ حق و صداقت اور روشن دلائل کا جادُو ہے جو پاک دلوں کو موہ لیتا ہے۔

حضرات! سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قلمی مجاہدہ کا آغاز ۱۸۷۲ء سے ہوا جبکہ آپؑ نے ملک کے مختلف اخبارات میں اپنے مضامین شائع کروانے شروع فرمائے اور سب سے پہلا مضمون بنگلور کے دس روزہ اخبار ''منشورِ محمدی'' ۲۵؍اگست ۱۸۷۲ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ اس تاریخی مضمون میں ایک نہایت اہم اعلان تھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مذاہبِ عالم کو یہ زبردست چیلنج دیا کہ تمام انسانی معاملات اور تعلّقات میں سچّائی ہی تمام خوبیوں کی بُنیاد اور اساس ہے۔ اس لئے ایک سچّے مذہب کی نشان دہی کا آسان طریق یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ اُس نے سچّائی پر کاربند ہونے کی کہاں تک زوردار اور مؤثر طریق پر تلقین کی ہے۔ یہ زبردست معیار قائم کرتے ہوئے آپؑ نے پُورے وثوق سے یہ اعلان کیا کہ آپؑ ہر اُس غیر مسلم کو پانچ سو روپے کی رقم بطور انعام پیش کرنے کیلئے تیار ہیں جو اپنی مسلّمہ مذہبی کُتب سے اُن تعلیمات کے مقابل آدھی بلکہ تہائی تعلیمات بھی پیش کر دے جو آپؑ اسلام کی مسلّمہ اور مستند مذہبی کتابوں سے سچّائی کے موضوع پر نکال کر دکھائیں گے۔ خدا کے شیر کی یہ پہلی للکار تھی جِسے سُن کر پورے ہندوستان میں خاموشی کا عالم طاری ہوگیا اور کسی شخص کو حضرت اقدسؑ کا یہ چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوسکی۔
(تاریخ احمدیت، جلد اوّل، صفحہ ۱۱۸)

سامعینِ کرام! یہ وہ زمانہ تھا جب عیسائیت، آریہ سماج، برہمو سماج وغیرہ منظّم شکل میں اسلام پر حملہ آور تھے اور ایک ایسی مستقل تصنیف کی ضرورت تھی جس میں باطل کے اِس مرکب حملے کا علمی، عملی، عقلی اور منقولی سبھی ہتھیاروں سے دندان شکن جواب دیا جائے۔ اور اپنے رُوحانی تجربات اور حقّانیتِ اسلام کے تازہ نشانوں کو پیش کر کے اسلام کی فضیلت، خاتم النّبیّین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن مجید کی فوقیت اور برتری کے ثبوت اندرونی و بیرونی، ماضی و حال کے زبردست دلائل کی ایک ایسی عظیم الشان صف بستہ فوج کھڑی کر دی جائے کہ دُشمن کے مورچے بےکار ہو جائیں اور اسلام فاتحانہ شان کے ساتھ ہر قلبِ سلیم میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ دینِ حق کے سپہ سالار اور سلطان القلم

نے رُوح الحق کی تائید سے نہایت مختصر وقت میں ایک معرکۃ الآراء کتاب ''براہین احمدیہ'' تصنیف فرمائی۔ یہی وہ مبارک کتاب تھی جس کے متعلق مدّتوں قبل عالمِ شباب میں بذریعہ کشف آپؑ کو خبر دی گئی تھی کہ قطبی نام کی ایک کتاب لکھنا آپؑ کیلئے مقدّر ہے۔ گویا یہ کتاب آسمانِ ہدایت پر قطب ستارے کی طرح چمکے گی اور گمراہی وضلالت کی تاریکیوں میں دینِ حق کی روشن راہ دکھانے والی ثابت ہوگی اور سلطان القلم کے اِس عظیم شاہکار کو ذوالفقار علی قرار دیا کہ یہ حضرت علیؓ کی تلوار کی طرح باطل شکن کتاب ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس مایۂ ناز تصنیف کے دلائل و براہین کے ناقابلِ تردید اور اٹل ہونے پر اس درجہ یقین اور ایمان تھا کہ ۱۸۸۰ء میں جب اس کتاب کا پہلا حصّہ شائع ہوا تو اُس میں آپؑ نے مذاہبِ عالم کو دس ہزار روپے کا انعامی چیلنج دیتے ہوئے یہ پُرشوکت اعلان فرمایا کہ جو شخص حقیتِ فرقانِ مجید اور صدقِ رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن دلائل کا جو قرآن مجید سے اخذ کر کے پیش کئے گئے ہیں، اپنی الہامی کتاب میں سے آدھا یا تہائی یا چوتھا یا پانچواں حصّہ ہی نکال کر دکھلائے یا اگر بکلّی پیش کرنے سے عاجز ہو تو حضورؑ ہی کے دلائل کو نمبروار توڑ دے تو آپؑ بلا تامّل اپنی دس ہزار کی جائیداد اُس کے حوالے کر دیں گے بشرطیکہ تین ججوں پر مشتمل مسلّمہ بورڈ یہ فیصلہ دے کہ شرائط کے مطابق جواب تحریر کر دیا گیا ہے۔

حضرات! واقعاتی لحاظ سے بھی براہین احمدیہ سلطان القلم کا شاہکار ثابت ہوئی۔ اور کُفر والحاد کا وہ سیلاب جو نہایت تیزی سے بڑھ رہا تھا اس کے منصّۂ شہود پر آتے ہی یکسر پلٹ گیا اور عیسائیت کا وہ فولادی قلعہ جس کی پُشت پناہی حکومت کی پُوری مشینری کر رہی تھی پاش پاش ہوگیا۔ اور ہم یقین سے کہتے ہیں کہ مستقبل میں اسلام کی طرف سے کُفر کے خلاف جو آخری رُوحانی جنگ ہونے والی ہے وہ اُنہی ہتھیاروں سے لڑی جائے گی جو براہین احمدیہ کے روحانی اسلحہ خانہ میں پہلے سے موجود ہیں۔

براہین احمدیہ کے منظرِ عام پر آتے ہی ملک کے طول وعرض میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ مسلمانانِ ہند جو کُفر کے پے در پے حملوں سے نڈھال ہو بیٹھے تھے خوشی اور مسرّت سے تمتما اُٹھے اور حضورؑ کو بے مثال خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے اسے اسلامی مدافعت کا زبردست شاہکار قرار دیا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے اس کتاب کے محاسن و کمالات پر قریباً دو سو صفحات پر محیط ایک مبسوط ریویو لکھا اور اس کتاب کو اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں اپنی نوعیت کی واحد اسلامی خدمت قرار دیا۔ وہ لکھتے ہیں:

''ہماری رائے میں یہ کتاب اِس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لَعَلَّ اللّٰہُ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا...... مؤلف براہین احمدیہ نے مسلمانوں کی عزّت رکھ دکھائی ہے۔ اور مخالفین اسلام سے شرطیں لگا لگا کر تحدّی کی ہے۔ اور یہ منادی اکثر روئے زمین پر کر دی ہے کہ جس شخص کو اسلام کی حقّانیت میں شک ہو وہ ہمارے پاس آئے اور اسکی صداقت دلائلِ عقلیہ قرآنیہ و معجزاتِ نبویہ محمدیہ سے (جس سے وہ اپنے الہامات و خوارق مراد رکھتے ہیں) بچشم خود ملاحظہ کر لے۔''

(اشاعۃ السُّنۃ جلد ہفتم نمبر ۶ صفحہ ۳۴۸ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ ۱۷۲، ۱۷۳)

براہین احمدیہ کے دوسرے تبصرہ نگار لدھیانہ کے مشہور باکمال صوفی مُرتاض حضرت صوفی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کا بلند مقام اور عالی مرتبہ فوراً بھانپ لیا اور ہزار جان سے فریفتہ ہو کر پُکار اُٹھے ؎

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تُم مسیحا بنو خدا کے لئے

مشہور مسلم اخبار منشورِ محمدی بنگلور کے ایڈیٹر مولوی محمد شریف صاحب نے لکھا:

''اس کتاب کی زیادہ تعریف کرنی ہماری حدِّ امکان سے باہر ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جس تحقیق و تدقیق سے اس کتاب میں مخالفین اسلام پر حُجتِ اسلام قائم کی گئی ہے وہ کسی تعریف و توصیف کی محتاج نہیں...... اثباتِ اسلام و حقّیتِ نبوّت و قرآن میں یہ لاجواب کتاب اپنا نظیر نہیں رکھتی۔''

(منشور محمدی بنگلور ۵ر جمادی الآخر ۱۳۰۱ھ صفحہ ۲۱۴ تا ۲۱۷ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ ۱۷۷)

سامعین محترم! سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن مضمون نگاروں میں سے نہیں تھے جو کبھی کبھار لکھتے ہیں اور جن کا سرمایۂ تحریر بہت قلیل ہوتا ہے بلکہ اپنی ۳۶ سالہ تحریری زندگی میں آپؑ نے ہزارہا صفحات کا زندہ لٹریچر دُنیا کو دیا ہے جو آج تک اپنی عظمتِ شان اور انواع و اقسام کے دقیق در دقیق علومِ ظاہری و باطنی سے لبریز حقائق کے لحاظ سے اپنی ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ قلم پر آپؑ کا اقتدار محض کسی ایک مضمون پر اظہارِ خیال تک محدود نہ تھا بلکہ آپؑ نے اسلام کی صداقت کے دلائل دیئے، قرآنِ مجید کے فضائل بتائے، آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر لکھی، اسلام کے مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیئے، ویدّ اور قرآن کا موازنہ کیا، وحی و الہام کی حقیقت بیان کی، دُعا کی فلاسفی اور ضرورت بتائی، معجزات اور مکاشفات کی کیفیت ظاہر کی، مسیح ناصری علیہ السلام کی وفات کے دلائل دیئے، اپنے دعاوی کی تشریح کی، پیشگوئیوں کے ثبوت دیئے۔ دجّال، یاجوج ماجوج اور ذوالقرنین کی حقیقت بتائی۔ احادیث کا صحیح مرتبہ متعیّن کیا۔ زندہ مذہب کی علامات بتلائیں، زندہ خدا اور زندہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت دیا، مسئلہ تناسخ اور قدامتِ رُوح و مادہ کا ردّ لکھا۔ علم النّفس کے نکات سمجھائے۔ مُنہ پھٹ مخالفین کو برجستہ اور برمحل جوابوں سے مبہوت بنایا۔ غرض اپنے مخصوص دائرے میں رہتے ہوئے بحث کے عنوانات میں ایک زبردست تنوّع کا ثبوت دیا اور پھر یہ سب کچھ کسی ایک زبان میں نہیں لکھا۔ بلکہ عربی میں بھی لکھا۔ فارسی میں بھی لکھا اور اُردو میں بھی لکھا اور ان تینوں زبانوں میں نہ صرف نثر میں ہی لکھا بلکہ نظم میں بھی صدہا صفحات لکھے۔ تاکہ ہر ذوق کا انسان اِس چشمۂ رواں سے سیراب ہو سکے۔ اور یوں تحریر کا ایک زندہ سرمایہ اور گراں قدر ذخیرہ اپنے پیچھے چھوڑا جس سے تاقیامت آنے والی نسلیں استفادہ کرتی چلی جائیں۔

حضرات! اِس موقعہ پر خاکسار سلطان القلم کے لیکچر ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کا ذکر کرنا نہایت ضروری سمجھتا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مذاہبِ عالم پر اسلام کی برتری اور فوقیت ثابت کی جائے۔ جیسا کہ آیت قرآنیہ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ سے واضح ہے۔ اور اس غرض کے لئے آپؑ ہمیشہ ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے تھے کہ جس میں اسلام کے محاسن اور خُوبیاں بیان کر کے اُس کی عظمتِ شان اور غلبہ ثابت کیا جائے۔ اور یہ موقع آپؑ کو ۱۸۹۶ء میں اُس وقت میسّر آ گیا جب لاہور میں جلسہ مذاہبِ عالم منعقد کیا گیا اور اِس جلسہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اپنا مضمون سُنانے کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ آپؑ نے جنابِ الٰہی میں دُعا کی کہ وہ آپؑ کو ایسے مضمون کا اِلقاء کرے جو اِس مجمع کی تمام تقریروں پر غالب رہے۔ آپؑ نے دُعا کے بعد دیکھا کہ ایک قوت آپؑ کے اندر پھُونک دی گئی اور آپؑ نے آسمانی قوت کی ایک زبردست جُنبش اپنے اندر محسوس کی۔ اُن دنوں آپؑ کو اسہال کا عارضہ تھا۔ آپؑ نے ناسازئ طبع کے باعث لیٹے لیٹے ہی قلم برداشتہ مضمون لکھنا شروع کیا۔ آپؑ ایسی تیزی اور جلدی سے لکھتے تھے کہ نقل کرنے والوں کے لئے مشکل ہوگیا کہ اس قدر جلدی سے اُس کی نقل کر سکیں۔ جب حضورؑ مضمون مکمل کر چکے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ مضمون بالا رہا۔ یہ الٰہی خوشخبری پاتے ہی آپؑ نے ۲۱ر دسمبر ۱۸۹۶ء کو ایک اشتہار لکھا جس کا عنوان تھا ''سچائی کے طالبوں کیلئے ایک عظیم الشان خوشخبری''۔ جس میں آپؑ نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ر دسمبر ۱۸۹۶ء کو ضرور اِس جلسہ میں شامل ہوں۔ کیونکہ خدائے علیم نے اپنے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔ چنانچہ جب آپؑ کا یہ مضمون پڑھا جا رہا تھا تو جلسہ کا مقررہ وقت ختم ہوگیا۔ اس پر منتظمین جلسہ نے جلسہ کا وقت بڑھا دیا۔ لیکن پھر بھی صرف ایک سوال کا جواب مکمل ہو سکا تھا جبکہ چار اَور سوالوں کے جوابات پڑھے جانے باقی تھے۔ تب حاضرین کے اشتیاق اور اصرار پر جلسہ کا ایک دن اَور بڑھا دیا گیا اور جب مکمل مضمون سُنا دیا گیا تو ہر شخص کی زبان پر یہی الفاظ تھے کہ مضمون بالا رہا۔ مضمون بالا رہا۔ سچ ہے ؎

رات بھر پچھلا دُعا میں اشک اشک اُس کا وجود
تب کہیں یہ صبح نکلی ہے چمن پہنے ہوئے

اِس طرح حضرت سلطان القلم کا ایک اَور عظیم الشان شاہکار منصّۂ شہود پر آ گیا جس پر تبصرہ کرتے ہوئے ملک کے مختلف اخبارات نے اس مضمون کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ جس کے اقتباسات پیش ہیں:

کلکتہ کے اخبار ''جنرل و گوہر آصفی'' نے ۲۴ر جنوری ۱۸۹۷ء کی اشاعت میں لکھا:

''صرف ایک حضرت مرزا غلام احمد

صاحب رئیس قادیان تھے جنہوں نے اِس میدانِ مقابلہ میں اسلامی پہلوانی کا پُورا حق ادا فرمایا ہے...... اگر اِس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے رُو برو ذلّت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچالیا۔ بلکہ اُس کو اِس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی سچّی فطرتی جوش سے کہہ اُٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے، بالا ہے۔‘‘

(بحوالہ تاریخِ احمدیت، جلد اوّل، صفحہ ۵۷۲)

اخبار ’’چودھویں صدی‘‘ راولپنڈی یکم فروری ۱۸۹۷ء نے لکھا:

’’عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سُنا...... مرزا صاحب کا لیکچر بحیثیتِ مجموعی ایک مکمّل اور حاوی لیکچر تھا جس میں بے شمار معارف و حقائق و حِکم و اَسرار کے موتی چمک رہے تھے اور فلسفۂ الٰہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہلِ مذاہب ششدر ہو گئے تھے...... مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت خلقت اِس طرح آ آ کر گری جیسے شہد پر مکھیاں۔‘‘

(بحوالہ حیاتِ طیبہ، صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸)

خلاصۂ کلام یہ کہ یہ لیکچر جو بعد میں ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کے نام سے اُردو میں شائع ہوا، اُسکے اب تک ۵۲ زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں جو لاکھوں لوگوں کیلئے راہِ ہدایت ثابت ہو چکے ہیں۔

حاضرینِ کرام! سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بحیثیت سلطان القلم اپنی زندگی میں اسّی سے زیادہ کُتب تحریر فرمائی ہیں جن کا احاطہ کرنا ایک مختصر اور محدود وقت میں جُوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ تاہم مختصر تعارف کے طور پر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ چھتّیس سالہ عرصۂ تحریر میں حضور علیہ السلام نے ’’پُرانی تحریروں‘‘ کو چھوڑ کر ’’براہینِ احمدیہ‘‘ سے حُجّتِ اسلام پُوری کی۔ آریہ دھرم کو للکارا۔ اُن کے لئے ’’شحنۂ حق‘‘ تیار کیا ’’نسیم دعوت‘‘ کے ذریعہ خشک دماغوں کے ترو تازہ بن جانے کا موقعہ پیدا کیا۔ ’’فتح اسلام‘‘ اور خدا تعالیٰ کی تجلّیٔ خاص کی بشارت اور اس کی پیروی کی راہوں اور اس کی تائید کے طریقوں کی طرف دعوت دی۔ ’’توضیح مرام‘‘ کی۔ ازالۂ اوہام‘‘ فرمایا۔ ’’آئینہ کمالاتِ اسلام‘‘ تیار کر کے اسلام کی زندہ خُوبیوں اور دائمی برکتوں کا چہرہ دکھایا۔ ’’برکات الدعا‘‘ بتائیں۔ اپنی ’’سچائی کا اظہار‘‘ کیا۔ پھر بغداد، گولڑہ اور ندوہ والوں اور عبدالحق غزنوی اور قیصرۂ ہند کیلئے روحانی ’’تحفے‘‘ تیار کئے۔ ’’کرامات الصادقین‘‘ ظاہر فرمائیں۔ ’’شہادۃ القرآن‘‘ پیش کی۔ ’’نُور الحق‘‘، ’’ضیاء الحق‘‘ اور نُور القرآن‘‘ پھیلایا۔ ’’سِرّ الخلافہ‘‘ بیان کیا۔ آریوں اور سکھّوں کے غلط خیالات کو ’’ست بچن‘‘ سے ردّ فرمایا۔ ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ بتائی۔ عالَم پر حُجّۃ اللہ‘‘ قائم کی۔ ’’ضرورت الامام‘‘ پیش کی۔ ’’نجم الہدیٰ‘‘ چمکایا۔ رازِ حقیقت‘‘ کھولے۔ ’’کشف الغطا‘‘ کیا۔ ’’حقیقت المہدی‘‘ بیان کی۔ ’’نزول المسیح‘‘ کی کیفیت بتائی۔ حضرت مسیحؑ کی سیاحت کے تذکرہ میں بتایا کہ کس طرح ’’مسیح ہندوستان میں‘‘ پہنچے۔ ’’تریاق القلوب‘‘ تیار کیا، توبۃ النصوح کرنے والوں کیلئے ’’کشتی نوحؑ بنائی۔ ’’کتاب البریہ‘‘ میں اپنے سوانح حیات قلمبند کئے۔ ’’سیرت الابدال‘‘ لکھی۔ دو عظیم الشان فدائیانِ ملّت کی شہادتوں پر ’’تذکرۃ الشہادتین‘‘ تحریر کیا۔ ’’علامات المقربین‘‘، ’’تجلّیات اِلٰہیہ‘‘ کی چمکار دکھلائی۔ ’’حقیقۃ الوحی‘‘ سپردِ قلم کی۔ ’’چشمۂ معرفت‘‘ کا پتہ دیا اور برادرانِ وطن کے نام ’’پیغامِ صُلح‘‘ بھیجا۔

پس سلطان القلم علیہ السلام کی ہزارہا تحریرات میں سے بطور نمونہ چند اقتباسات ضیافتِ طبع اور ازدیادِ ایمان کے لئے حاضرین کی خدمت میں پیش ہیں۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ تمام مذاہبِ عالم کا نقطۂ مرکزی خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ اُس پر روشنی ڈالتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

’’ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق اور وفا سے اُس کے ہو گئے ہیں۔ وہ غیروں پر جو اُس کی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اُس کے صادق وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔ کیا بد بخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اُس کا ایک خُدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ مَیں کیا کروں اور کس طرح اِس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کِس دَف سے مَیں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں اور کس دوا سے مَیں علاج کروں تا سُننے کے لئے لوگوں کے کان کھُلیں۔ اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہوگے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہوگے اور خدا اُسے دیکھے گا اور اُس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دِن نہ آتا کہ تم دُنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے۔ پھر اگر تم کو اُس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خُود کیوں ہوتے۔ خدا ایک پیارا خزانہ ہے اسکی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مدد گار ہے۔ تم بغیر اُس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔‘‘

(روحانی خزائن، جلد ۱۹، کشتی نُوح، صفحہ ۲۱، ۲۲)

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھُل سکتا ہے پیچ اِس عُقدۂ دُشوار کا

ہمارے پیارے آقا خاتم الانبیاء سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں آپؑ فرماتے ہیں:

’’وہ اعلیٰ درجہ کا نُور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرّد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا یعنی انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نُور اُس انسان کو دیا گیا اور حسبِ مراتب اُس کے تمام ہمرنگوں کو بھی یعنی اُن لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں...... اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سیّد ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی نبیٔ اُمّی، صادق مصدوق محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی۔‘‘

(روحانی خزائن جلد ۵ آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۱۶۰ تا ۱۶۲)

فرمایا: ’’مَیں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیا اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔‘‘

(روحانی خزائن، جلد ۲۲، حقیقۃ الوحی، صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹)

مصطفٰے پر ترا بیحد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نُور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مِری جاں کو مدام
دِل کو وہ جام لبالب ہے پِلایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
وہ پیشوا ہمارا جِس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمد دِلبر مرا یہی ہے
اُس نُور پر فِدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
بعد از خدا بعشقِ محمد مخمّرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

قرآن مجید کی بلند شان کے بارے میں فرماتے ہیں: ’’قرآن کی وہ اعلیٰ شان ہے کہ ہر ایک شان سے بلند ہے۔ اور وہ حَکَم ہے یعنی فیصلہ کرنیوالا اور وہ مُہیمن ہے یعنی تمام ہدایتوں کا مجموعہ ہے۔ اُس نے تمام دلیلیں جمع کر دیں اور دُشمنوں کی جمعیّت کو تتّر بتّر کر دیا اور وہ ایسی کتاب ہے کہ اُس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور اُس میں آئندہ اور گزشتہ کی خبریں موجود ہیں اور باطل کو اُس کی طرف راہ نہیں ہے۔ نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔ اور وہ خدا تعالیٰ کا نُور ہے۔‘‘

(روحانی خزائن، جلد ۱۶، خطبہ الہامیہ، صفحہ ۱۰۳)

نُورِ فرقاں ہے جو سب نُوروں سے اجلیٰ نِکلا
پاک وہ جِس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرُجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی ترا فرقاں ہے کہ اِک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اِس میں مہیّا نکلا

سامعینِ کرام! اُنیسویں صدی عیسوی میں غیر مسلموں کی جانب سے اسلام اور قرآنِ مجید پر حملوں کے نتیجہ میں جہاں مسلمان لیڈر اور علماء اعتذاری رنگ اختیار کر رہے تھے وہاں استجابتِ دُعا سے بھی منکر ہو رہے تھے۔ اس تعلق سے سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب ''برکات الدعا'' تحریر فرمائی اور اس میں قبولیتِ دُعا کو معقولی اور منقولی رنگ میں ثابت کرتے ہوئے خود اپنا وجود بطور ثبوت پیش کیا اور فرمایا:

''دُعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے ربّ میں ایک تعلق مجاذبہ ہے۔ یعنی پہلے خدا تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خدا تعالیٰ اُس سے نزدیک ہو جاتا ہے اور دُعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہونچ کر اپنے خواصِ عجیبہ پیدا کرتا ہے۔ سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل اُمید اور کامل محبّت اور کامل وفاداری اور کامل ہمّت کے ساتھ جھُکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے، پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہِ الُوہیّت ہے۔ اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ تب اُس کی روح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے۔ اور قوّتِ جذب جو اُس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ تب اللہ جلّشانہٗ اس کام کے پُورا کرنے کی طرف متوجّہ ہوتا ہے۔ اور اس دُعا کا اثر اُن تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کیلئے ضروری ہیں ...... خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظیریں کچھ کم نہیں ہیں بلکہ اعجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابتِ دُعا ہی ہے۔ اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیاء کرام اِن دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اُس کا اصل اور منبع یہی دُعا ہے۔ اور اکثر دُعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قُدرتِ قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں۔ وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پُشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دُنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اِس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا کُچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنھوں نے دُنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اُس اُمّی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ وَ غَمِّهٖ وَحُزْنِهٖ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ اَنْزِلْ عَلَیْهِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَى الْاَبَدِ اور مَیں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دُعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے۔ بلکہ اسبابِ طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دُعا ہے۔''

(رُوحانی خزائن، جلد ۶، برکات الدعا، صفحہ ۹ تا ۱۱)

حضرات! سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی مقدس جماعت پر آنے والے ابتلاؤں پر صبر و ثبات اختیار کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے جماعتِ احمدیہ مُسلمہ کے مستقبل کے بارے میں یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ:

''یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پَودا ہے خدا اِس کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ وہ راضی نہیں ہوگا جب تک کہ اِس کو کمال تک نہ پہنچا دے۔ اور وہ اِس کی آبپاشی کرے گا اور اِس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجّب انگیز ترقیات دے گا۔ کیا تُم نے کچھ کم زور لگایا؟ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا اور اِس کا نام و نشان باقی نہ رہتا۔''

(روحانی خزائن، جلد ۱۱، انجامِ آتھم، صفحہ ۶۴)

اور فرمایا: ''مَیں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ مَیں سچ پر ہوں اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے اِس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک مَیں دُور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دُنیا اپنی سچائی کے تحتِ اقدام دیکھتا ہوں۔ اور قریب ہے کہ مَیں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اَور زبان بول رہی ہے۔ اور میرے ہاتھ کی تقویّت کے لئے ایک اَور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دُنیا نہیں دیکھتی مگر مَیں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی رُوح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پُتلی کی طرح اِس مُشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ مَیں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بِینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں۔ کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو اِس آسمانی صدا کا احساس نہیں۔''

(روحانی خزائن، جلد ۳، ازالہ اوہام، صفحہ ۴۰۳)

سامعینِ محترم! آخر میں مَیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سلطان القلم کی وفات پر غیروں نے جو خراج تحسین پیش کیا اُن کے چند اقتباسات پیش کر کے اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

مولانا ابوالکلام آزاد جو اُن دنوں اخبار ''وکیل'' امرتسر کے ایڈیٹر تھے، لکھتے ہیں:

''وہ شخص بہت بڑا شخص، جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسّمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی اُنگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دُنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کے خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دُنیا سے اُٹھ گیا............ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دُنیا میں نہیں آتے یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عالَم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دُنیا میں انقلاب پیدا کر کے دِکھا جاتے ہیں............ اُن کی یہ خُصوصیّت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پُورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اِس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جاوے............ آئندہ اُمید نہیں ہے کہ ہندوستان کی مذہبی دُنیا میں اِس شان کا شخص پیدا ہو۔''

(اخبار وکیل امرتسر، بحوالہ تاریخِ احمدیت، صفحہ ۵۶۰، جلد دوئم)

''کرزن گزٹ'' دہلی کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی نے لکھا کہ:

''مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اُس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اُس نے مناظرہ کا رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بُنیاد ہندوستان میں قائم کر دی .... اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اُس کے قلم میں اس قدر قوّت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندیٔ ہند میں بھی اس قوّت کا لکھنے والا نہیں اُس کا پُرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اُس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔''

(کرزن گزٹ دہلی، مورخہ یکم جون ۱۹۰۸ء بحوالہ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۸۲ تا ۱۸۳)

لاہور کے مشہور غیر احمدی رسالہ ''تہذیب النسواں'' کے ایڈیٹر صاحب نے لکھا:

''مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے۔ اور نیکی کی ایسی قوّت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دل کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم، بلند ہمت مُصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم اُنہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے لیکن اُن کی ہدایت اور رہنمائی مُردہ رُوحوں کیلئے واقعی مسیحائی تھی۔''

(بحوالہ سلسلہ احمدیہ، صفحہ ۱۸۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ ؎

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ مَیں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار
اِس قدر مُجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم
جن کا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شُمار

و اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الحمد للہ ربّ العٰلمین۔

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خدمت قرآن

’’مُجھکو خداتعالیٰ نے قرآن کریم کی اشاعت کیلئے مامور کیا ھے‘‘ (ارشاد مسیح موعودؑ)

(تنویر احمد ناصر، نائب مدیر اخبار بدر قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

(الفرقان:31)

یعنی ’’اور رسول کہے گا کہ اے میرے رب! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو متروک کر چھوڑا ہے۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ اس آیت کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’یہ ایک پیشگوئی ہے جو آئندہ زمانہ میں پوری ہونے والی تھی جب آنحضرت ﷺ کی قوم عملاً قرآن کو چھوڑ دے گی اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کریں گے۔‘‘

(ترجمۃ القرآن ،صفحہ 617)

حدیث شریف میں بھی مسلمانوں کے اس تنزل کی خبر دی گئی ہے۔جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ۔

(مشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثالث صفحہ ۳۸ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہیں رہے گا اور الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔

اسی طرح ایک اور روایت میں اس نازک وقت کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے کہ:

زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بات کا ذکر کیا اور فرمایا: ’’یہ اس وقت ہوگا جب علم اُٹھ جائے گا‘‘ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! علم کیسے اُٹھ جائے گا جب کہ ہم قرآن پڑھتے اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھائے گی اسی طرح قیامت تک سلسلہ چلتا رہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’زیاد! تمہاری ماں تم پر روئے، میں تو تمہیں مدینہ کا سب سے سمجھدار آدمی سمجھتا تھا، کیا یہ یہود و نصاریٰ تورات اور انجیل نہیں پڑھتے؟ لیکن ان میں سے کسی بات پر بھی یہ لوگ عمل نہیں کرتے۔‘‘

(سنن ابن ماجہ، باب: ذہاب القرآن والعلم)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نازک دور میں دین کے احیا اور قرآن کریم کی کھوئی ہوئی عظمت اور بھولی ہوئی ہدایت کو دوبارہ دنیا میں قائم کرنے کے لئے اُمت محمدیہ میں سے ایک ایسے شخص کے آنے کی بشارت دی جو فارسی الاصل ہوگا۔ چنانچہ جب سورۃ جمعہ نازل ہوئی تو صحابہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آخرین کے بارے میں دریافت کیا کہ یارسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپؐ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ جمعہ و مسلم)

اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ گیا یعنی زمین سے اُٹھ گیا تو ان لوگوں (یعنی اہل فارس) میں سے کچھ لوگ یا ایک شخص اس کو واپس لے آئیں گے۔

رجل فارس کا ظہور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آپ کو ان احادیث کا مصداق قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’حدیثوں میں یہ وارد ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن زمین سے اُٹھا لیا جائے گا اور علم قرآن مفقود ہو جائے گا اور جہل پھیل جائے گا اور ایمانی ذوق اور حلاوت دلوں سے دور ہو جائے گی۔ پھر ان حدیثوں میں یہ حدیث بھی ہے کہ اگر ایمان ثریا کے پاس جا ٹھہرے گا یعنی زمین پر اس کا نام و نشان نہیں رہے گا تو ایک آدمی فارسیوں میں سے اپنا ہاتھ پھیلائے گا اور وہیں ثریا کے پاس سے اس کو لے لیگا اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب جہل اور بے ایمانی اور ضلالت جو دوسری حدیثوں میں دُخان کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے دنیا میں پھیل جائے گی اور زمین میں حقیقی ایمانداری ایسی کم ہو جائے گی کہ گویا وہ آسمان پر اُٹھ گئی ہو گی اور قرآن کریم ایسا متروک ہو جائے گا کہ گویا وہ خدائے تعالیٰ کی طرف اٹھایا گیا ہو گا۔‘‘

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 455)

فرمایا: ’’جب یہ حال ہو گا تو ابنائے فارس میں سے ایک شخص آوے گا اور وہ دین کو از سرِ نو واپس لائے گا اور دین کو اور قرآن کو از سرِ نو تازہ کرے گا۔ قرآن کی کھوئی ہوئی عظمت اور بھولی ہوئی ہدایت اور ثریا پر چڑھ گیا ہوا ایمان دوبارہ دنیا میں پھیلاوے گا۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 553)

نیز فرمایا: ’’یہ میری نسبت پیشگوئی تھی جیسا کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے وہی حدیث بطور وحی میرے پر نازل کی اور وحی کی رو سے مجھ سے پہلے اس کا کوئی مصداق معین نہ تھا اور خدا کی وحی نے مجھے معین کر دیا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 407)

حضرت مسیح موعود کی آمد کا مقصد

بحیثیت خادم قرآن ،اپنی آمد کا مقصد بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’مجھ کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی اشاعت کے مامور کیا ہے تا میں جو ٹھیک ٹھیک منشا قرآن کریم کا ہے لوگوں پر ظاہر کروں۔‘‘

(الحق مباحثہ لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 30)

نیز فرمایا: ’’خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا کہ میں ان خزائن مدفونہ کو دنیا پر ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو ان درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے۔ اس سے ان کو پاک صاف کروں۔ خدا تعالیٰ کی غیرت اس وقت بڑی جوش میں ہے کہ قرآن شریف کی عزت کو ہر ایک خبیث دشمن کے داغ اعتراض سے منزہ و مقدس کرے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 38 جدید ایڈیشن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن شریف کی تیسری تجلی ہیں، آپ فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف کیلئے تین تجلیات ہیں۔ وہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے نازل ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنھم کے ذریعہ سے اس نے زمین پر اشاعت پائی اور مسیح موعود کے ذریعہ سے بہت سے پوشیدہ اسرار اس کے کھلے وَلِكُلِّ اَمْرٍ وَقْتٌ مَّعْلُوْمٌ اور جیسا کہ آسمان سے نازل ہوا تھا ویسا ہی آسمان تک اس کا نور پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اس کے تمام احکام کی تکمیل ہوئی اور صحابہ رضی اللہ عنھم کے وقت میں اس کے ہر ایک پہلو کی اشاعت کی تکمیل ہوئی اور مسیح موعود کے وقت میں اس کے روحانی فضائل اور اسرار کے ظہور کی تکمیل ہوئی۔‘‘

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 66 حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن کریم کے خزانوں کو تقسیم کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں، فرمایا:

جس قدر معارف و حقائق بطون قرآن کریم میں چھپے ہوئے ہیں جو ہر یک قسم کے ادیان فلسفیہ و غیر فلسفیہ کو مقہور و مغلوب کرتے ہیں اُن کے ظہور کا زمانہ یہی تھا۔ کیونکہ وہ بجز تحریک ضرورت پیش آمدہ کے ظاہر نہیں ہو سکتے تھے...... یہ زمانہ درحقیقت ایک ایسا زمانہ ہے جو بالطبع تقاضا کر رہا ہے جو قرآن شریف اپنے اُن تمام بطون کو ظاہر کرے جو اُس کے اندر مخفی چلے آتے ہیں......اب وہ ابن مریم جس کا روحانی باپ زمین پر بجز معلم حقیقی کے کوئی نہیں جو اس وجہ سے آدم سے بھی مشابہت رکھتا ہے بہت سا خزانہ قرآن کریم کا لوگوں میں تقسیم کرے گا یہاں تک کہ لوگ قبول کرتے کرتے تھک جائیں گے اور لَا يَقْبَلُهٗ اَحَدٌ کا مصداق بن جائیں گے اور ہر یک طبیعت اپنے ظرف کے مطابق پُر ہو جائے گی۔‘‘

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 464 تا 467)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن مجید کی حفاظت کیلئے مبعوث ہوئے ہیں، فرمایا:

’’وہ پاک وعدہ جس کو یہ پیارے الفاظ ادا کر رہے ہیں کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:10) وہ انہیں دنوں کے لئے وعدہ ہے جو بتلا رہا ہے کہ جب اسلام پر سخت بلا کا زمانہ آئے گا اور سخت دشمن اس کے

مقابل کھڑا ہوگا اور سخت طوفان پیدا ہوگا تب خدائے تعالیٰ آپ اس کا معالجہ کرے گا اور آپ اس طوفان سے بچنے کے لئے کوئی کشتی عنایت کرے گا وہ کشتی اس عاجز کی دعوت ہے۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، رخ، جلد 5 صفحہ 264 حاشیہ)

جو معنے قرآن شریف کے مسیح موعود کرے گا وہی صحیح ہوں گے

فرمایا: ’’میری حیثیت ایک معمولی مولوی کی حیثیت نہیں ہے۔ بلکہ میری حیثیت سنن انبیاء کی سی حیثیت ہے۔ مجھے ایک سماوی آدمی مانو۔ پھر یہ سارے جھگڑے اور تمام نزاعیں جو مسلمانوں میں پڑی ہوئی ہیں، ایک دم میں طے ہوسکتی ہیں۔ جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر حکم بن کر آیا ہے، جو معنی قرآن شریف کے وہ کرے گا، وہی صحیح ہوں گے اور جس حدیث کو وہ صحیح قرار دے گا، وہی حدیث صحیح ہوگی۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 399)

محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب مرحوم ومغفور اپنی کتاب ’’حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم فہم قرآن‘‘ میں فرماتے ہیں:

’’قرآن کریم کی تعبیر وتفسیر کو ایک مضبوط قلعہ کی دو نا قابل تسخیر فصیلوں میں محفوظ کر دیا گیا ہے تو کسی فردِ اُمت کو یہ اختیار نہیں کہ وہ قرآن کریم کے ان دو پشتی بانوں اور مامنوں کے فرمودات کی راہ نمائی سے صرف نظر کر کے اور ان کے بتائے ہوئے اسالیب فہم قرآن کے کامل اتباع کیے بغیر اپنی عقل وفہم کے مطابق قرآن کریم کے معانی اور تفسیر بیان کرے۔ اس قلعہ بندی کے بعد جو تفسیر وتعبیر قرآن اس کی دیواروں سے باہر بیٹھ کر لکھی جائے گی اس کی صداقت پر مہرِ الٰہ نہیں ہوگی اور وہ لوح محفوظ کے مندرجات میں شمار نہیں کی جائے گی۔

حضرت اقدس کی بعثت کے بعد قرآن کریم کے حصن حصین کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ اس حریم قدس میں کسی غیر کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ یہی وہ راز ہے جس کو آپ نے منصب حکم وعدل کی تعریف میں بیان کیا ہے۔ آپ قرآن کریم کے عرفان کی آخری تجلی ہیں۔ آپ امام آخرزمان ہیں اور قرآن کریم کے خمخانے کی شراب معرفت کا آخری دورِ جام ہیں۔ اس لیے قرآن کریم کا فہم وادراک صرف اور صرف اس جام کو نوش کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ آپ کا یہ شعر کس قدر بامعنی اور دلفریب ہے ؎

احمدِ آخر زماں نامِ من است
آخریں جامے ہمیں جامِ من است

احمد آخر زمان میرا نام ہے اور معرفت الٰہی میں میرا جام آخری جام ہے‘‘

(حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم فہم قرآن، صفحہ xxii)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو معارف قرآنی عطا کیے گئے ہیں

فرمایا: ’’خدا تعالیٰ نے بشارت دی کہ ضلالت کے وقت اللہ تعالیٰ اس دین کو ضائع نہ کرے گا بلکہ آنے والے زمانے میں خدا تعالیٰ حقائق قرآنیہ کو کھول دے گا۔ آثار میں ہے کہ آنے والے مسیح کی ایک یہ فضیلت ہوگی کہ وہ قرآنی فہم اور معارف کا صاحب ہوگا اور صرف قرآن سے استنباط کر کے لوگوں کو ان کی غلطیوں سے متنبہ کرے گا جو حقائق قرآن کی ناواقفیت سے لوگوں میں پیدا ہوگئی ہوں گی۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 25)

اسی طرح فرمایا:

’’یہ بھی یاد رہے کہ جب کہ مجھ کو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ایک خدمت سپرد کی گئی ہے، اس وجہ سے کہ ہمارا آقا اور مخدوم تمام دنیا کے لئے آیا تھا تو اُس عظیم الشان خدمت کے لحاظ سے مجھے وہ قوتیں اور طاقتیں بھی دی گئی ہیں جو اس بوجھ کے اُٹھانے کے لئے ضروری تھیں اور وہ معارف اور نشان بھی دیئے گئے ہیں جن کا دیا جانا اتمام حجت کے لئے مناسب وقت تھا۔‘‘

(حقیقت الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 155)

ایک اور مقام پر فرمایا:

’’مجھے خدا نے قرآن کا علم دیا ہے اور زبان عرب کے محاورات کے سمجھنے کے وہ فہم عطا کیا ہے کہ میں بلا فخر کہتا ہوں کہ اس ملک میں کسی دوسرے کو یہ فہم عطا نہیں ہوا۔‘‘

(کشف الغطا، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 208)

نیز فرمایا:

’’قرآن کریم بلاشبہ جامع حقائق و معارف اور ہر زمانہ کی بدعات کا مقابلہ کرنے والا ہے۔ اس عاجز کا سینہ اس کی چشم دید برکتوں اور حکمتوں سے پُر ہے...... بلاشبہ ہماری بھلائی اور ترقی علمی اور ہماری دائمی فتوحات کیلئے قرآن ہمیں دیا گیا ہے اور اس کے رموز اور اسرار غیر متناہی ہیں جو بعد تزکیہ نفس اشراق اور روشن ضمیری کے ذریعہ سے کھلتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے جس قوم کے ساتھ کبھی ہمیں ٹکرا دیا اس قوم پر قرآن کے ذریعہ سے ہی ہم نے فتح پائی وہ جیسا ایک اُمّی دیہاتی کی تسلی کرتا ہے ویسا ہی ایک فلسفی معقولی کو اطمینان بخشتا ہے یہ نہیں کہ وہ صرف ایک گروہ کیلئے اُترا ہے، دوسرا گروہ اس سے محروم رہے۔ بلاشبہ اس میں ہر یک شخص اور ہر یک زمانہ اور ہر یک استعداد کیلئے علاج موجود ہے۔ جو لوگ معکوس الخلقت اور ناقص الفطرت نہیں وہ قرآن کی ان عظمتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے انوار سے مستفید ہوتے ہیں۔‘‘

(مباحثہ لدھیانہ، صفحہ 108)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ خدمت قرآن پر مامور کئے گئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص الہام کے ذریعہ قرآن مجید کی خدمت پر مامور فرمایا چنانچہ الہام ہوا:

’’اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَاۤؤُهُمْ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی وہ خدا ہے جس نے تجھے قرآن سکھلایا یعنی اس کے حقیقی معنوں پر تجھے اطلاع دی تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے، اور تا کہ مجرموں کی راہ کھل جائے اور تیرے انکار کی وجہ سے ان پر حجت پوری ہو جائے۔ ان لوگوں کو کہہ دے کہ میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہوں اور میں وہ ہوں جو سب سے پہلے ایمان لایا۔‘‘

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 66)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت اسلام چاروں طرف سے دشمنان اسلام کے ناپاک اعتراضات کا تختۂ مشق بنا ہوا تھا۔ خود مسلمانوں کے اعتقادات واعمال ایسے تھے جن سے وہ دوسروں کو اسلام، بانی اسلام اور قرآن مجید کی پاک تعلیم پر اعتراضات کا موقع دے رہے تھے۔ اسلام، بانی اسلام اور قرآن مجید کی پاک تعلیمات پر ہونے والے اعتراضات سے آپ اکثر دل برداشتہ رہتے اور اس فکر میں رہتے کہ ان کا جواب دیا جائے اسی غرض کے لیے آپ نے اوائل عمر سے ہی قرآن مجید کا مطالعہ شروع کیا۔ آپ کے فرزند حضرت مرزا سلطان احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

’’آپ کے پاس ایک قرآن مجید تھا اس کو پڑھتے اور اس پر نشان کرتے رہتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہو۔‘‘

(تاریخ احمدیت، جلد 1، صفحہ 64)

قرآن مجید پر اس کثرت سے غور وخوض نے آپ کے دل کو روشن کر دیا اور آپ مذاہب کے میدان کارزار میں قرآنی حقائق ومعارف سے لیس ہو کر اسلام کے دفاع میں کھڑے ہو گئے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

’’اس وقت جو ضرورت ہے وہ یقیناً سمجھ لو سیف کی نہیں بلکہ قلم کی ہے۔ ہمارے مخالفین نے اسلام پر جو شبہات وارد کیے ہیں اور مختلف سائنسوں اور مکائد کی رو سے اللہ تعالیٰ کے سچے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے، اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اُتروں اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں۔‘‘ (ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 38)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ قرآنی حقائق و معارف کے ذریعہ ایک طرف جہاں آپ نے دیگر مذاہب کے عقائد حیات مسیح، تثلیث، ابنیت مسیح، کفارہ، تناسخ، قدامت روح ومادہ، وغیرہ کا ردّ فرمایا وہیں مسلمانوں کے عقائد فاسدہ کی اصلاح کرتے ہوئے وفات مسیح، اجرائے نبوت، عصمت انبیاء، نزول مسیح وغیرہ امور پر قرآنی شواہد سے روشنی ڈالی۔ نیز مسلمانوں میں پھیلی ہوئی بدرسوم کا بھی قرآن مجید کی حقیقی تعلیم کی روشنی میں بحیثیت حکم وعدل خاتمہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید کے ظل کے طور پر فصیح وبلیغ عربی زبان سکھائی جس کے نتیجہ میں آپ نے بیس کے قریب عربی تصانیف فرمائیں جن میں سے ایک کتاب ’’اعجاز المسیح‘‘ بھی ہے جو سورۃ فاتحہ کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس تفسیر کے متعلق باعلام الٰہی لکھا کہ اگر مخالف علما اور حکما اور فقہا اور ان کے باپ اور بیٹے متفق ہو اس تفسیر کی مثل لانا چاہیں تو وہ ہرگز نہیں لا سکیں گے۔ (رخ جلد 18 صفحہ 56)

اس عظیم الشان پیشگوئی کے مطابق عرب وعجم کے کسی بھی ادیب اور فاضل کو اس کی مثل لکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے اپنی اسّی سے زائد کتابوں میں قرآن مجید کے ایسے حقائق ومعارف اور عجائبات ودقائق بیان فرمائے جن کا دیگر تفاسیر میں نام ونشان نہیں ملتا۔ آپ فرماتے ہیں:

’’مَیں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں کہ قرآن شریف کے عجائبات اکثر بذریعہ الہام میرے پر کھلتے رہتے ہیں اور اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ تفسیروں میں اُن کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ مثلاً یہ جو اس عاجز پر کھلا ہے کہ ابتدائے خلقتِ آدم سے جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت تک مدت گزری تھی وہ تمام مدت سورۃ والعصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج ہے یعنی چار ہزار سات سو چالیس اب

بتلاؤ کہ یہ دقائق قرآنیہ جس میں قرآن کریم کا اعجاز نمایاں ہے کس تفسیر میں لکھے ہیں۔''
(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 258)

حضرت مسیح موعودؑ کی قرآن مجید کی عظیم الشان خدمت کے چند نمونے

اس مختصر سے مضمون میں اس عظیم الشان خدمت قرآن کا احاطہ تو نہیں کیا جا سکتا تاہم اس کی ایک جھلک پیش خدمت ہے۔

قرآن مجید کی اوّلیت وفوقیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
''سب سے اوّل قرآن ہے جس میں خدا کی توحید اور جلال اور عظمت کا ذکر ہے...... میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو۔ اور اُس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّهٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اُس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے، اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی، اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں...... قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو...... اور قرآن کی دعوت کو رد مت کرو کہ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں۔''
(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26)

قرآن کریم حدیث کی صداقت کے لیے محک ہے

فرمایا: ''میرا مذہب ''فرقہ ضالہ نیچریہ'' کی طرح یہ نہیں ہے کہ میں عقل کو مقدم رکھ کر قَالَ اللّٰهُ اور قَالَ الرَّسُوْل پر کچھ نکتہ چینی کروں۔ ایسے نکتہ چینی کرنے والوں کو ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں بلکہ میں جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم کو پہنچایا ہے اس سب پر ایمان لاتا ہوں صرف عاجزی اور انکسار کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ قرآن کریم ہر یک وجہ سے احادیث پر مقدم ہے اور احادیث کی صحت و عدم صحت پرکھنے کیلئے وہ محک ہے اور مجھ کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی اشاعت کیلئے مامور کیا ہے تا میں جو ٹھیک ٹھیک منشاء قرآن کریم کا ہے لوگوں پر ظاہر کروں اور اگر اس خدمت گذاری میں علماء وقت کا میرے پر اعتراض ہو اور وہ مجھ کو فرقہ ضالہ نیچریہ کی طرف منسوب کریں تو میں ان پر کچھ افسوس نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ وہ بصیرت انہیں عطا فرماوے جو مجھے عطا فرمائی ہے......
حضرت مجدد صاحب سرہندی نے بھی اپنی کتاب کے صفحہ (۱۰۷) میں لکھا ہے کہ ''مسیح موعود جب آئے گا تو علماء وقت اس کو اہل الرائے کہیں گے یعنی یہ خیال کریں گے کہ یہ حدیثوں کو چھوڑتا ہے اور صرف قرآن کا پابند ہے اور اس کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے۔''
(الحق مباحثہ لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 30)

نیز فرمایا:
''اگر در حقیقت کوئی حدیث قرآن کریم سے معارض و مخالف ہے تو حدیث قابل تاویل ہے نہ کہ قرآن۔ کیونکہ قرآن کریم کے الفاظ جواہرات مرصع کی طرح اپنے اپنے محل پر چسپاں ہیں اور نیز قرآن کریم کا ہر یک لفظ اور ہر یک نقطہ تصرف اور دخل انسان سے محفوظ ہے برخلاف حدیثوں کے کہ وہ محفوظ الالفاظ بکلّی نہیں اور ان کے الفاظ کی یادداشت اور محل پر رکھنے میں وہ اہتمام نہیں ہوا جو قرآن کریم میں ہوا۔'' (ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 612)

اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہے

فرمایا: ''ہم حدیث کو خادم قرآن اور خادم سنت قرار دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آقا کی شوکت خادموں کے ہونے سے بڑھتی ہے۔ قرآن خدا کا قول ہے اور سنت رسول اللہ کا فعل۔ اور حدیث سنت کیلئے ایک تائیدی گواہ ہے۔ نعوذ باللہ یہ کہنا غلط ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے۔ اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہے۔ حدیث جو ایک ظنی مرتبہ پر ہے قرآن کی ہرگز قاضی نہیں ہو سکتی۔ صرف ثبوت مؤید کے رنگ میں ہے۔''
(روحانی خزائن جلد 19، کشتی نوح صفحہ 62)

قرآن شریف کے خلاف معانی کرنا تحریف ہے

''انصاف کی آنکھ سے دیکھنا چاہیے کہ جس طرح حضرت مسیح کے حق میں اللہ جلّ شَانُهٗ نے قرآن کریم میں اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ فرمایا ہے اسی طرح ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے وَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ یعنی دونوں جگہ مسیح کے حق میں اور ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں توفّی کا لفظ موجود ہے پھر کس قدر نا انصافی کی بات ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ کی نسبت جو توفّی کا لفظ آیا ہے تو اس جگہ تو ہم وفات کے ہی معنے کریں اور اُسی لفظ کو حضرت عیسیٰ کی نسبت اپنے اصلی اور شائع متعارف معنوں سے پھیر کر اور اُن متفق علیہ معنے سے جو اوّل سے آخر تک قرآن شریف سے ظاہر ہو رہے ہیں انحراف کر کے اپنے دل سے کچھ اَور کے اَور معنے تراش لیں۔ اگر یہ الحاد اور تحریف نہیں تو پھر الحاد اور تحریف کس کو کہتے ہیں۔''
(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 274)

قرآن مجید نے تین طرح کی اصلاح کی

فرمایا: '' قرآن شریف کی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تین قسم پر منقسم تھی۔ پہلی یہ کہ وحشیوں کو انسان بنایا جائے اور انسانی آداب اور حواس اُن کو عطا کئے جائیں اور دوسری یہ کہ انسانیت سے ترقی دے کر اخلاق کاملہ کے درجے تک اُن کو پہنچایا جائے اور تیسری یہ کہ اخلاق کے مقام سے اُن کو اٹھا کر محبت الٰہی کے مرتبہ تک پہنچایا جائے اور یہ کہ قرب اور رضا اور معیت اور فنا اور محویت کے مقام اُن کو عطا ہوں۔''
(نجم الہدیٰ، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 34)

قرآن شریف میں غیر محدود معارف ہیں

فرماتے ہیں: ''جاننا چاہئے کہ کھلا کھلا اعجاز قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ہر یک اہل زبان پر روشن ہو سکتا ہے جس کو پیش کر کے ہم ہر یک ملک کے آدمی کو خواہ ہندی ہو یا پارسی یا یورو پین یا امریکن یا کسی اَور ملک کا ہو ملزم و ساکت و لاجواب کر سکتے ہیں، وہ غیر محدود معارف و حقائق و علوم حکمیہ قرآنیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کھلتے جاتے ہیں اور ہر یک زمانہ کے خیالات کو مقابلہ کرنے کے لئے مسلّح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں ...... کھلا کھلا اعجاز اس کا تو یہی ہے کہ وہ غیر محدود معارف و دقائق اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو شخص قرآن شریف کے اس اعجاز کو نہیں مانتا وہ علمِ قرآن سے سخت بے نصیب ہے۔
...... کوئی شخص برہمو یا بدھ مذہب والا یا آریہ یا کسی اور رنگ کا فلسفی کوئی ایسی الٰہی صداقت نکال نہیں سکتا جو قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہ ہو۔ قرآن شریف کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور جس طرح صحیفۂ فطرت کے عجائب و غرائب خواص کسی پہلے زمانہ تک ختم نہیں ہو چکے بلکہ جدید در جدید پیدا ہوتے جاتے ہیں یہی حال ان صحفِ مطہرہ کا ہے تا خدائے تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ثابت ہو۔''
(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 255)

قرآن مجید میں درج قصے دراصل پیشگوئیاں ہیں

گزشتہ مفسرین نے قرآن مجید میں درج نبیوں اور قوموں کے واقعات کو محض ایک قصے کے طور پر لیا ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ دراصل یہ قصے پیشگوئیوں کا رنگ رکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:
''جس قدر قرآن شریف میں قصے ہیں وہ بھی در حقیقت قصے نہیں بلکہ وہ پیشگوئیاں ہیں جو قصوں کے رنگ میں لکھی گئی ہیں ہاں وہ توریت میں تو ضرور صرف قصے پائے جاتے ہیں مگر قرآن شریف نے ہر ایک قصہ کو رسول کریم کے لئے اور اسلام کے لئے ایک پیشگوئی قرار دے دیا ہے اور یہ قصوں کی پیشگوئیاں بھی کمال صفائی سے پوری ہوئی ہیں۔''
(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 271)

دیگر کتابوں اور نبیوں پر قرآن کریم کے احسانات

فرمایا: '' قرآن شریف اپنی ساری تعلیموں کو علوم کی صورت اور فلسفہ کے رنگ میں پیش کرتا ہے...... پس یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن شریف نے پہلی کتابوں اور نبیوں پر

احسان کیا ہے جو اِن کی تعلیموں کو جو قصّہ کے رنگ میں تھیں، علمی رنگ دیدیا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ کوئی شخص ان قصّوں اور کہانیوں سے نجات نہیں پاسکتا جب تک وہ قرآن شریف کو نہ پڑھے، کیونکہ قرآن شریف ہی کی یہ شان ہے کہ وہ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ (الطارق: 14، 15) وہ میزان، مہیمن، نُور اور شفاء اور رحمت ہے۔ جو لوگ قرآن شریف کو پڑھتے اور اُسے قصّہ سمجھتے ہیں انھوں نے قرآن شریف نہیں پڑھا، بلکہ اس کی بے حُرمتی کی ہے...... خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم پر کھول دیا ہے کہ قرآن شریف ایک زندہ اور روشن کتاب ہے...... میں بار بار اس امر کی طرف ان لوگوں کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو کشفِ حقائق کے قائم کیا ہے...... اور میں چاہتا ہوں کہ عملی سچائی کے ذریعہ اسلام کی خُوبی دنیا پر ظاہر ہو۔ جیسا کہ خدا نے مجھے اس کام کے مامور کیا ہے۔ اسلئے قرآن شریف کو کثرت سے پڑھو مگر نرا قصہ سمجھ کر نہیں بلکہ ایک فلسفہ سمجھ کر۔''

(ملفوظات، جلد دوم، صفحہ 113)

مقطعات قرآنی کی حقیقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل مقطعات قرآنی ایک عقدہ لاینحل تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس عقدہ کو کھول دیا۔ آپؑ نے خدا تعالیٰ سے علم پاکر ان کا حل دنیا کو بتایا۔ چند مقطعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

الٓمّٓ (البقرہ: 2) کے متعلق فرماتے ہیں:

''غور کرنا چاہئے کہ کس لطافت اور خوبی اور رعایتِ ایجاز سے خدائے تعالیٰ نے وسوسہ مذکورہ کا جواب دیا ہے۔ اوّل قرآن شریف کے نزول کی علت فاعلی بیان کی اور اس کی عظمت اور بزرگی کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا الٓمّٓ میں خدا ہوں جو سب سے زیادہ جانتا ہوں یعنی نازل کنندہ اس کتاب کا میں ہوں جو علیم و حکیم ہوں جس کے علم کے برابر کسی کا علم نہیں۔''

(براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 200)

الٓرٰ (ھود: 2) کے متعلق فرماتے ہیں:

''الف سے مراد اللہ اور ل سے مراد جبرائیل اور ر سے مراد رسل ہیں چونکہ اس میں یہی قصہ ہے کہ کونسی چیزیں انسانوں کو ضروری ہیں اس لئے فرمایا کِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ۔ یہ کتاب ایسی ہے کہ اس کی آیات پکی اور استوار ہیں۔''

(ملفوظات، جلد اول، صفحہ 342)

عقیدہ ناسخ منسوخ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل مسلمانوں میں قرآن مجید کے متعلق یہ اعتقاد پایا جاتا تھا کہ اس کی بعض آیات ناسخ ہیں اور بعض منسوخ ہیں۔ منسوخ آیات کی تعداد علما کے نزدیک پانچ سو تک تھی۔ اگرچہ کہ علما نے یہ کوشش کی کہ کسی طرح تطبیق کر کے اس تعداد کو کم کیا جائے اور وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت تک بھی اس عقدہ کا پوری طرح سے حل نہیں ہو پایا تھا اور پانچ آیات ایسی رہ گئی تھیں جو علما کے نزدیک منسوخ تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر اس مسئلے کو پوری طرح سے حل فرما دیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''قرآن کریم آپ فرماتا ہے۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا یعنی کوئی آیت ہم منسوخ یا منسی نہیں کرتے جس کے عوض دوسری آیت ویسی ہی یا اس سے بہتر نہیں لاتے۔ پس اس آیت میں قرآن کریم نے صاف فرمادیا ہے کہ نسخ آیت کا آیت سے ہی ہوتا ہے اسی وجہ سے وعدہ دیا ہے کہ نسخ کے بعد ضرور آیت منسوخہ کی جگہ آیت نازل ہوتی ہے ہاں علماء نے مسامحت کی راہ سے بعض احادیث کو بعض آیات کی ناسخ ٹھہرایا ہے جیسا کہ حنفی فقہ کے رو سے مشہور حدیث سے آیت منسوخ ہوسکتی ہے مگر امام شافعی اس بات کا قائل ہے کہ متواتر حدیث سے بھی قرآن کا نسخ جائز نہیں اور بعض محدثین خبر واحد سے بھی نسخ آیت کے قائل ہیں لیکن قائلین نسخ کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر حدیث سے آیت منسوخ ہوجاتی ہے بلکہ وہ لکھتے ہیں کہ واقعی امر تو یہی ہے کہ قرآن پر نہ زیادت جائز ہے اور نہ نسخ کسی حدیث سے لیکن ہماری نظر قاصر میں جو استخراج مسائل قرآن سے عاجز ہے یہ سب باتیں صورت پذیر معلوم ہوتی ہیں اور حق یہی ہے کہ حقیقی نسخ اور حقیقی زیادت قرآن پر جائز نہیں کیونکہ اس سے اس کی تکذیب لازم آتی ہے''

(الحق مباحثہ لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 92)

نیز فرماتے ہیں:

''ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اسکی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہوسکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کے تبدیل یا تغییر کرسکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔''

(ازالہ اوہام، حصہ اول، صفحہ 170)

قرآن شریف میں بھی ایک بے نقط معجزہ ہے

''مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے اپنا بے نقط عربی قصیدہ سنایا۔ اسی تحریک سے (حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے) فرمایا:

''ایک پادری نے مجھ پر اعتراض کیا کہ فیضی کی تفسیر اعلیٰ درجہ کی فصاحت و بلاغت میں ہے، کیونکہ ساری بے نقط لکھی ہے۔ میں نے اس کا جواب دیا کہ بے نقط لکھنا کوئی اعلیٰ درجہ کی بات نہیں۔ یہ ایک قسم کا تکلف ہے اور تکلفات میں پڑنا لغو امر ہے۔ مومنوں کی شان یہ ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المومنون: ۴) یعنی مومن وہ ہوتے ہیں جو لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں اگر بے نقط ہی کو معجزہ سمجھتے ہو تو قرآن شریف میں بھی ایک بے نقط معجزہ ہے اور وہ یہ ہے لَا رَيْبَ فِيْهِ (البقرۃ: ۲) اس میں ریب کا کوئی لفظ نہیں۔ یہی اس کا معجزہ ہے۔ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ (حم السجدۃ: ۴۳) اس سے بڑھ کر اور کیا خوبی ہوتی۔ میں نے کئی بار اشہار دیا ہے کہ کوئی ایسی سچائی پیش کرو جو ہم قرآن شریف سے نہ نکال سکیں۔ لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (الانعام: ۶۰)

یہ ایک ناپیدا کنار سمندر ہے اپنے حقائق اور معارف کے لحاظ سے اور اپنی فصاحت و بلاغت کے رنگ میں۔ اگر بشر کا کلام ہوتا تو سطحی خیالات کا نمونہ دکھایا جاتا۔ مگر یہ طرز ہی اور ہے جو بشری طرزوں سے الگ اور ممتاز ہے۔ اس میں باوجود اعلیٰ درجہ کی بلند پروازی کے نمود نمائش بالکل نہیں۔ خود فرمایا کہ اُمیوں کے لئے ہے۔ اور پھر اَور لطف یہ ہے کہ ظاہر تو اُمیوں کیلئے ہے اور باطن ہر ایک کے سیراب کرنے والا ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم 454)

قرآن مجید اُسلوب ادب، منطقی دستور اور ربط کلام کے لحاظ سے بے نظیر ہے

قرآن مجید کے اُسلوب ادب کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''پھر تیسرا لطیفہ اس سورۃ میں یہ ہے کہ باوجود التزام فصاحت و بلاغت یہ کمال دکھلایا ہے کہ محامد الٰہیہ کے ذکر کرنے کے بعد جو فقرات دعا وغیرہ کے بارہ میں لکھے ہیں، ان کو ایسے عمدہ طور پر بطور لف ونشر مرتب کے بیان کیا ہے جس کا صفائی سے بیان کرنا باوجود رعایت تمام مدارج فصاحت و بلاغت کے بہت مشکل ہوتا ہے اور جو لوگ سخن میں صاحب مذاق ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے لف ونشر کیسا نازک اور دقیق کام ہے۔ اِس کی تفصیل یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اوّل محامدِ الٰہیہ میں فیوض اربعہ کا ذکر فرمایا کہ وہ رب العالمین ہے۔ رحمان ہے۔ رحیم ہے۔ مالک یوم الدین ہے۔ اور پھر بعد اس کے فقرات تعبد اور استعانت اور دعا اور طلب جزا کو انہیں کے ذیل میں اس لطافت سے لکھا ہے کہ جس فقرہ کو کسی قسم فیض سے نہایت مناسبت تھی اُسی کے نیچے وہ فقرہ درج کیا۔ چنانچہ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے مقابلہ پر اِيَّاكَ نَعْبُدُ لکھا۔ کیونکہ ربوبیت سے استحقاق عبادت شروع ہوجاتا ہے پس اسی کے نیچے اور اسی کے محاذات میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ کا لکھنا نہایت موزون اور مناسب ہے اور رحمان کے مقابلہ پر اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ لکھا۔ کیونکہ بندہ کے لئے اعانت الٰہی جو توفیق عبادت اور ہر یک اس کے مطلوب میں ہوتی ہے جس پر اس کی دنیا اور آخرت کی صلاحیت موقوف ہے یہ اس کے کسی عمل کا پاداش نہیں بلکہ محض صفت رحمانیت کا اثر ہے۔ پس استعانت کو صفت رحمانیت سے بشدّت مناسبت ہے۔ اور رحیم کے مقابلہ پر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ لکھا کیونکہ دعا ایک مجاہدہ اور کوشش ہے اور کوششوں پر جو ثمرہ مُترتّب ہوتا ہے وہ صفت رحیمیت کا اثر ہے۔ اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے مقابلہ پر صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ لکھا۔ کیونکہ امر مجازات مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے متعلق ہے۔ سو ایسا فقرہ جس میں طلب انعام اور عذاب سے بچنے کی درخواست ہے اسی کے نیچے رکھنا موزوں ہے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 577 تا 580 حاشیہ نمبر 11)

منطقیوں کے متعلق فرمایا:

''منطقی لوگ تعریف کرتے وقت فصل جنس وغیرہ تقسیم کیا کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں اَلْاِنْسَانُ حَيَوَانٌ نَاطِقٌ۔ سورۃ فاتحہ میں یہ رنگ بھی موجود ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا پھر اس کے آگے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اسکی فصل واقع ہوئی

الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ اس کی حد ہوگئی۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی تعریف نہیں ہے۔‘‘ (الحکم 10 فروری 1901، بحوالہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم فہمِ قرآن صفحہ 409)

ربط کلام کی مثال دیتے ہوئے آیت کریمہ اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا۞ لِّیَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَیۡكَ وَیَهۡدِیَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا۞ وَّیَنۡصُرَكَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِیۡزًا (الفتح:2 تا 4) کے متعلق فرمایا:

’’یہ آیت فتح مکہ کے وقت اُتری ......

عیسائی اس آیت کا اس طرح ترجمہ کرتے ہیں ’’ہم نے تجھے ایک صریح فتح دی تا کہ ہم تیرے پہلے اور پچھلے گناہ معاف کریں......‘‘ یہ معنے بالصراحت غلط ہیں کیونکہ اس آیت کا ربط ہی بگڑ جاتا ہے۔ ایک فتح کو گناہ کی معافی سے کیا تعلق ہے۔ گناہوں کی معافی فتح کا کوئی نتیجہ نہیں ہوسکتا۔ یہاں لفظ ذنب سے وہ عیب مراد ہیں جو یہ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا کرتے تھے کہ یہ شخص مفتری اور جھوٹا ہے۔ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح دی جو کہ آپ کی صداقت کی علامت تھی اور اس طرح خداوند تعالیٰ نے آپ کے سلسلہ کو پوری کامیابی دی اور آپ کے دشمنوں کو ہلاک کیا اور اس طرح آپ کی سچائی کی شہادت دی۔ ربط کلام ان معنوں کی تائید کرتا ہے۔‘‘

(ریویو آف ریلیجنز ماہ جون 1903 جلد 2 نمبر 6 صفحہ 244، بحوالہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم فہمِ قرآن صفحہ 409)

قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اور ترتیب معجزہ ہے

’’قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس میں ہر ایک قسم کے معارف اور اسرار موجود ہیں لیکن ان کے حاصل کرنے کے لئے میں پھر کہتا ہوں کہ اسی قوت قدسیہ کی ضرورت ہے؛ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ (الواقعہ:۸۰) ایسا ہی فصاحت، بلاغت میں (اس کا مقابلہ ناممکن ہے) مثلاً سورۃ فاتحہ کی موجودہ ترتیب چھوڑ کر کوئی اور ترتیب استعمال کرو، تو وہ مطالب عالیہ اور مقاصد عظمیٰ جو اس ترتیب میں موجود ہیں ممکن نہیں کہ کسی دوسری ترتیب میں بیان ہوسکیں۔ کوئی سی صورت لے لو۔ خواہ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہی کیوں نہ ہو۔ جس قدر نرمی اور ملاطفت کی رعایت کو ملحوظ رکھ کر اس میں معارف اور حقائق ہیں، وہ کوئی دوسرا بیان نہ کر سکے گا۔ یہ بھی فقط اعجاز قرآن ہی ہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے جب بعض نادان مقامات حریری یا سبع معلّقہ کو بے نظیر اور بے مثل کہتے ہیں اور اس طرح پر قرآن کریم کی بے مانندیت پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ اول تو حریری کے مصنف نے کہیں اس کے بے نظیر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور دوم یہ کہ مصنف حریری خود قرآن کریم کی اعجازی فصاحت کا قائل تھا۔ علاوہ ازیں معترضین راستی اور صداقت کو ذہن میں نہیں رکھتے بلکہ ان کو چھوڑ کر محض الفاظ کی طرف جاتے ہیں مندرجہ بالا کتابیں حق اور حکمت سے خالی ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 53-52)

سورہ رحمٰن میں تکرار کی حکمت

’’فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (الرحمان : ۱۴) بار بار توجہ دلانے کے واسطے ہے۔ اسی تکرار پر نہ جاؤ۔ قرآن شریف میں اور بھی تکرار ہے۔ میں خود بھی تکرار کو اسی وجہ سے پسند کرتا ہوں۔ میری تحریروں کو اگر کوئی دیکھتا ہے تو وہ اس تکرار کو بکثرت پائے گا۔ حقیقت سے بے خبر انسان اس کو منافیٔ بلاغت سمجھ لے گا۔ اور کہے گا کہ یہ بھول کر لکھا ہے، حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ شاید پڑھنے والا پہلے جو کچھ لکھا ہے اُسے بھول گیا ہو۔ اس لیے بار بار یاد دلاتا ہوں۔ تا کہ کسی مقام پر تو اس کی آنکھ کُھل جائے۔ اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔

علاوہ بریں تکرار پر اعتراض ہی بے فائدہ ہے۔ اس لیے کہ یہ بھی تو انسانی فطرت میں ہے کہ جبتک بار بار ایک بات کو دہرائے نہیں وہ یاد نہیں ہوتی۔ سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی اور سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ بار بار کیوں کہلوایا؟ ایک بار ہی کافی تھا۔ نہیں۔ اس میں یہی سر ہے کہ کثرت تکرار اپنا ایک اثر ڈالتی ہے اور غافل سے غافل قوتوں میں بھی ایک بیداری پیدا کر دیتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِیۡرًا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (الانفال:۴۶)

یعنی اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔ جس طرح پر ذہنی تعلق ہوتا ہے اور کثرت تکرار ایک بات کو حافظہ میں محفوظ کر دیتی ہے۔ اسی طرح ایک روحانی تعلق بھی ہے اس میں بھی تکرار کی حاجت ہے۔ بدوں تکرار وہ روحانی پیوند اور رشتہ قائم نہیں رہتا...... حضرت امام جعفرؓ کہتے ہیں کہ میں ایک آیت اتنی مرتبہ پڑھتا ہوں کہ وہ آخروحی ہوجاتی ہے۔ صوفی بھی اسی طرف گئے ہیں اور وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِیۡرًا (الانفال:۴۶) کے یہ معنے ہیں کہ اس قدر ذکر کرو کہ گویا اللہ تعالیٰ کا نام کنٹھ ہوجاوے۔

انبیاء علیہم السلام کے طرز کلام میں یہ بات عام ہوتی ہے کہ وہ ایک امر کو بار بار اور مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔ ان کی اصل غرض یہی ہوتی ہے کہ تا مخلوق کو نفع پہنچے۔ میں خود دیکھتا ہوں اور میری کتابیں پڑھنے والے جانتے ہیں کہ اگر چار صفحے میری کسی کتاب کے دیکھے جاویں تو ان میں ایک ہی امر کا ذکر پچاس مرتبہ آئے گا اور میری غرض یہی ہوتی ہے کہ شاید پہلے مقام پر اس نے غور نہ کیا ہو اور یونہی سرسری طور سے گذر گیا ہو۔

قرآن شریف میں اعادہ اور تکرار کی بھی یہی حکمت ہے۔ یہ تو احمقوں کی خشک منطق ہے جو کہتے ہیں کہ بار بار تکرار سے بلاغت جاتی رہتی ہے۔ وہ کہتے رہیں۔ قرآن شریف کی غرض تو ایک بیمار کا اچھا کرنا ہے۔ وہ تو ضرور ایک مریض کو بار بار دوا دے گا۔ اگر یہ قاعدہ صحیح نہیں تو پھر ایسے معترض جب کوئی ان کے ہاں بیمار ہوجاوے تو اسے بار بار دوا کیوں دیتے ہیں۔ اور آپ کیوں دن رات کے تکرار میں اپنی غذا لباس وغیرہ امور کا تکرار کرتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 456)

قرآن مجید کا ہر حکم حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے

’’یہ خوبی قرآنی تعلیم میں ہے کہ اس کا ہر حکم معلّل باغراض ومصالح ہے اور اس لئے جا بجا قرآن کریم میں تاکید ہے کہ عقل، فہم، تدبر، فقاہت اور ایمان سے کام لیا جائے اور قرآن مجید اور دوسری کتابوں میں یہی ما بہ الامتیاز ہے۔ اور کسی کتاب نے اپنی تعلیم کو عقل اور تدبر کی دقیق اور آزاد نکتہ چینی کے آگے ڈالنے کی جرأت ہی نہیں کی۔ بلکہ انجیلِ خاموش کے چالاک اور عیار حامیوں نے اس خیال سے کہ انجیل کی تعلیم عقلی زور کے مقابل بے جان محض ہے، نہایت ہوشیاری سے اپنے عقائد میں اس امر کو داخل کرلیا کہ تثلیث اور کفارہ ایسے راز ہیں کہ انسانی عقل ان کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ برخلاف اس کے فرقان حمید کی یہ تعلیم ہے اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ۞ الَّذِیۡنَ یَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ (آل عمران:۱۹۱، ۱۹۲) یعنے آسمانوں کی بناوٹ اور زمین کی بناوٹ اور رات اور دن کا آگے پیچھے آنا دانشمندوں کو اُس اللہ کا صاف پتا دیتے ہیں، جس کی طرف مذہب اسلام دعوت دیتا ہے اس آیت میں کس قدر صاف حکم ہے کہ دانشمند اپنی دانشوں اور مغزوں سے بھی کام لیں۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 39)

اسلامی جہاد کی حقیقت

جہاد کے متعلق صحیح اسلامی نکتہ نظر بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

’’اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اسلام میں کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہے تو پھر کیونکر اسلام صلح کاری کا مذہب ٹھہر سکتا ہے پس واضح ہو کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تہمت ہے اور یہ بات سراسر جھوٹ ہے کہ دین اسلام میں جبراً دین پھیلانے کے لئے حکم دیا گیا تھا...... اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو دفاعی جنگ کے لئے اجازت فرمائی یعنی اس طرح کی جنگ میں جس کا مقصد صرف حفاظتِ خود اختیاری اور کفار کا حملہ دفع کرنا تھا جیسا کہ قرآن شریف میں تصریح سے اس بات کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ آیت یہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوۡرٍ اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصۡرِهِمۡ لَقَدِیۡرُ ۔ (الحج: 40-39)

(ترجمہ) خدا کا ارادہ ہے کہ کفار کی بدی اور ظلم کو مومنوں سے دفع کرے یعنی مومنوں کو دفاعی جنگ کی اجازت دے تحقیقاً خدا خیانت پیشہ ناشکر لوگوں کو دوست نہیں رکھتا۔ خدا اُن مومنوں کو لڑنے کی اجازت دیتا ہے جن پر کافر قتل کرنے کے لئے چڑھ چڑھ کے آتے ہیں اور خدا حکم دیتا ہے کہ مومن بھی کافروں کا مقابلہ کریں کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور خدا اُن کی مدد پر قدرت رکھتا ہے یعنی اگرچہ تھوڑے ہیں مگر خدا اُن کی مدد پر قادر ہے۔ یہ قرآن شریف میں وہ پہلی آیت ہے جس میں مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ کی اجازت دی گئی۔ آپ خود سوچ لو کہ اس آیت سے کیا نکلتا ہے۔ کیا لڑنے کے لئے خود سبقت کرنا یا مظلوم ہونے کی حالت میں اپنے بچاؤ کے لئے بمجبوری مقابلہ کرنا۔ ہمارے مخالف بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ آج ہمارے ہاتھ میں وہی قرآن ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شائع کیا تھا۔ پس اُس کے اس بیان کے مقابل پر جو کچھ برخلاف اس کے بیان کیا جائے وہ سب جھوٹ اور افترا ہے۔ مسلمانوں کی قطعی اور یقینی تاریخ جس کتاب سے نکلتی ہے وہ قرآن شریف ہے۔

اب ظاہر ہے کہ قرآن شریف یہی بیان کرتا ہے کہ مسلمانوں کو لڑائی کا اُس وقت حکم دیا گیا تھا جب وہ ناحق قتل کئے جاتے تھے اور خدا تعالیٰ کی نظر میں مظلوم ٹھہر چکے تھے اور ایسی حالت میں دوصورتیں تھیں یا تو خدا کافروں کی تلوار سے اُس کو فنا کردیتا اور یا مقابلہ کی اجازت دیتا اور وہ بھی اس شرط سے کہ آپ اُن کی مدد کرتا کیونکہ اُن میں جنگ کی طاقت ہی نہیں تھی۔''

(پیغام صلح، روحانی خزائن، جلد23، صفحہ 390)

وحی والہام کا سلسلہ جاری ہے

فرماتے ہیں: ''یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے وحی والہام کے دروازہ کو بند نہیں کیا۔ جو لوگ اس امت کو وحی و الہام کے انعامات سے بے بہرہ ٹھہراتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں اور قرآن شریف کے اصل مقصد کو انہوں نے سمجھا ہی نہیں۔ ان کے نزدیک یہ امت وحشیوں کی طرح ہے اور آنحضرت ﷺ کی تاثیرات اور برکات کا معاذ اللہ خاتمہ ہو چکا اور وہ خدا جو ہمیشہ سے متکلم خدا رہا ہے اب اس زمانہ میں آکر خاموش ہو گیا۔ وہ نہیں جانتے کہ اگر مکالمہ مخاطبہ نہیں تو هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کا مطلب ہی کیا ہوا؟ بغیر مکالمہ مخاطبہ کے تو اس کی ہستی پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی اور پھر قرآن شریف یہ کیوں کہا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: ۷۰) اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا (حٰم السجدۃ: ۳۱)

یعنی جن لوگوں نے اپنے قول اور فعل سے بتا دیا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر انہوں نے استقامت دکھائی ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ فرشتوں کا نزول ہوا اور مخاطبہ نہ ہو۔ نہیں بلکہ وہ انہیں بشارتیں دیتے ہیں۔ یہی تو اسلام کی خوبی اور کمال ہے جو دوسرے مذاہب کو حاصل نہیں ہے۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 613)

معراج کی حقیقت

فرمایا: ''انسان کے جسم دو ہیں ایک زمینی اور دوسرا آسمانی جسم ہے۔ زمینی جسم کے متعلق قرآن شریف میں آیا ہے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا (المرسلٰت: ۲۶) پس آنحضرت ﷺ کا معراج جس جسم کے ساتھ ہوا وہ آسمانی جسم تھا۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 342)

نیز فرمایا: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج تین قسم پر منقسم ہے۔ سیر مکانی اور سیر زمانی اور سیر لامکانی و لازمانی۔ سیر مکانی میں اشارہ ہے طرف غلبہ اور فتوحات پر یعنی یہ اشارہ کہ اسلامی ملک مکہ سے بیت المقدس تک پھیلے گا اور سیر زمانی میں اشارہ ہے طرف تعلیمات اور تاثیرات کے یعنی یہ کہ مسیح موعود کا زمانہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیرات سے تربیت یافتہ ہوگا جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا ہے وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعہ: 4) اور سیر لامکانی و لازمانی میں اشارہ ہے طرف اعلیٰ درجہ کے قرب اللہ اور مدانات کی جس پر دائرہ امکان قرب کا ختم ہے۔''

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد16 صفحہ 26)

جنت اور دوزخ کی حقیقت

فرمایا: ''قرآن شریف کی رو سے دوزخ اور بہشت دونوں اصل میں انسان کی زندگی کے اظلال اور آثار ہیں۔ کوئی ایسی نئی جسمانی چیز نہیں ہے کہ جو دوسری جگہ سے آوے۔ یہ سچ ہے کہ وہ دونوں جسمانی طور سے متمثل ہوں گے مگر وہ اصل روحانی حالتوں کے اظلال و آثار ہوں گے۔ ہم لوگ ایسی بہشت کے قائل نہیں کہ صرف جسمانی طور پر ایک زمین پر درخت لگائے گئے ہوں اور نہ ایسی دوزخ کے ہم قائل ہیں جس میں درحقیقت گندھک کے پتھر ہیں۔ بلکہ اسلامی عقیدہ کے موافق بہشت دوزخ انہی اعمال کے انعکاسات ہیں جو دنیا میں انسان کرتا ہے۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد10 صفحہ 413)

عصمت انبیاء (ذنب کی حقیقت)

آیت کریمہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (الفتح: 2) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہم نے ایک فتح عظیم جو ہماری طرف سے ایک عظیم الشان نشان ہے تجھ کو عطا کی ہے تا ہم وہ تمام گناہ جو تیری طرف منسوب کئے جاتے ہیں ان پر اس فتح نمایاں کی نورانی چادر ڈال کر نکتہ چینوں کا خطا کار رہنا ثابت کریں۔''

(اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 451)

اسی طرح فرمایا: '' تمام نبیوں اور راستبازوں کے کلام میں عجز و انکسار کے الفاظ اور اپنی کمزوری کا اظہار پایا جاتا ہے اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے ...... اس قسم کے الفاظ تمام نبیوں کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ چونکہ ان کی معرفت بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جبروت کے مقام کو شناخت کرتے ہیں۔ اسلئے نہایت انکسار اور عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ نادان جن کو اس مقام کی خبر نہیں ہے وہ اس پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کی کمال معرفت کا نشان ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے لیے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (النصر: ۲-۴) آیا ہے۔ اس میں صاف فرمایا ہے تو استغفار کر۔ اس سے کیا مراد ہے؟ اس سے یہی مراد ہے کہ تبلیغ کا جو عظیم الشان کام تیرے سپرد تھا۔ دقائق تبلیغ کا پورا پورا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اس لئے اگر اس میں کوئی کمی رہی ہو تو اللہ تعالیٰ اُسے معاف کردے۔ یہ استغفار تو نبیوں اور راستبازوں کی جان بخش اور عزیز چیز ہے۔ اب اس پر نادان اور کوتاہ اندیش عیسائی اعتراض کرتے ہیں۔ جہاں استغفار کا لفظ اُنہوں نے سُن لیا۔ جھٹ اعتراض کر دیا حالانکہ اپنے گھر میں دیکھیں تو مسیح کہتا ہے کہ مجھے نیک مت کہہ۔ اس کی تاویل عیسائی یہ کرتے ہیں کہ مسیح کا منشاء یہ تھا کہ مجھے خدا کہے۔ یہ کیسے تعجب کی بات ہے۔ کیا مسیح کو ان کی والدہ مریم یا اُن کے بھائی خدا کہتے تھے جو وہ یہی آرزو اس شخص سے رکھتے تھے کہ وہ بھی خدا کہے۔ اُنہوں نے یہ لفظ تو اپنے عزیزوں اور شاگردوں سے بھی نہیں سنا تھا۔ وہ بھی اُستاد اُستاد ہی کہا کرتے تھے۔ پھر یہ آرزو اس غریب سے کیونکر ان کو ہوئی۔ کیا وہ خوش ہوتے تھے کہ کوئی انہیں خدا کہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اُن کو نہ کسی نے استاد کہا اور نہ انہوں نے کہلوایا...... اصل بات یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اپنی عبودیت کا اعتراف کرتے رہتے ہیں اور دعاؤں میں لگے رہتے ہیں۔ احمق ان باتوں کو عیب سمجھتے ہیں۔''

(ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 315)

روح کی حقیقت

فرمایا: ''وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا الجزو ۱۵ سورہ بنی اسرائیل...... آیت کے سیدھے سیدھے معنے جو سیاق سباق کلام سے سمجھے جاتے ہیں اور صاف صاف عبارت سے نکلتے ہیں یہی ہیں کہ اے محمدؐ کفار تجھ سے روح کی کیفیت پوچھتے ہیں کہ روح کیا چیز ہے اور کس چیز سے پیدا ہوئی ہے سو ان کو کہہ دے کہ روح امر ربی ہے یعنے عالم امر میں سے ہے اور تم اے کافرو کیا جانو کہ روح کیا چیز ہے کیونکہ علم روح حاصل کرنے کے لئے ایماندار اور عارف باللہ ہونا ضروری ہے مگر ان باتوں میں سے تم میں کوئی بھی بات نہیں...... غور کرنا چاہئے کہ ان آیات شریفہ متذکرہ بالا کا کیسا مطلب صاف صاف تھا کہ کفار کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے بارے میں سوال کیا کہ روح کیا چیز ہے تب ایسی جماعت کو جیسا کہ صورت موجودہ تھی بصیغہ جمع مخاطب کر کے جواب دیا گیا کہ روح عالم امر میں سے ہے یعنے کلمۃ اللہ یا ظل کلمہ ہے جو حکمت وقدرت الٰہی روح کی شکل پر وجود پذیر ہو گیا ہے اور اس کو خدائی سے کچھ حصہ نہیں بلکہ وہ درحقیقت حادث اور بندہ خدا ہے اور یہ قدرت ربانی کا ایک بھید دقیق ہے۔ جس کو تم اے کافرو سمجھ نہیں سکتے۔ مگر کچھ تھوڑا سا جس کی وجہ سے تم مکلف بایمان ہو۔ تمہاری عقلیں بھی دریافت کر سکتی ہیں...... یہ ایک بڑی بھاری صداقت کا بیان ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ ربوبیت الٰہی دو طور سے ناپیدا چیزوں کو پیدا کرتی ہے اور دونوں طور کے پیدا کرنے میں پیدا شدہ چیزوں کے الگ الگ نام رکھے جاتے ہیں۔ جب خدائے تعالیٰ کسی چیز کو اس طور سے پیدا کرے کہ پہلے اس چیز کا کچھ بھی وجود نہ ہو تو ایسے پیدا کرنے کا نام اصطلاح قرآنی میں امر ہے اور اگر ایسے طور سے کسی چیز کو پیدا کرے کہ پہلے وہ چیز کسی اور صورت میں اپنا وجود رکھتی ہو تو اس طرز پیدائش کا نام خلق ہے خلاصہ کلام یہ کہ بسیط چیز کا عدم محض سے پیدا کرنا عالم امر میں سے ہے اور مرکب چیز کو کسی شکل یا ہیئت خاص سے متشکل کرنا عالم خلق سے ہے جیسے اللہ تعالیٰ دوسرے مقام میں قرآن شریف میں فرماتا ہے اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ یعنے بسائط کا عدم محض سے پیدا کرنا اور مرکبات کو ظہور خاص میں لانا دونوں خدا کا فعل ہیں اور بسیط اور مرکب دونوں خدائے تعالیٰ کی پیدائش ہے۔''

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد2 صفحہ 172)

ایک نکتہ معرفت

''قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ کوئی صفت مفعول کے صیغہ میں نہیں ہے۔ قدوس تو ہے مگر معصوم نہیں ہے کیونکہ معصوم کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ اس کو بچانے والا کوئی اور ہے؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اپنی ذات ہی میں بے عیب پاک خدا ہے اور وحدہٗ لاشریک اکیلا خدا ہے۔ اسکو بچانے والا کون ہو سکتا ہے۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 466)

......☆......☆......☆......

بعثت و ماموریت سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اسلام

(سید آفتاب احمد، انچارج احمدیہ مرکزی لائبریری قادیان)

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اشرف المخلوقات بنایا جو اس کا احسان عظیم ہے۔ پھر اس کی تخلیق کا مقصد عبادت قرار دیا ہے۔ اس کی جسمانی بقا کیلئے پوری کائنات اور اس کے سامان بنائے پھر اس کی روحانی بقا اور رہنمائی کیلئے انبیاء اور مامورین کا سلسلہ جاری کیا۔ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار مامورین تشریف لا چکے ہیں۔ ان کی زندگی ان کے چال چلن وغیرہ نہ صرف بیداغ ہوتے ہیں بلکہ معصومانہ انداز کے ہوتے ہیں اور بنی نوع انسان کی نظروں کے سامنے ان کے کارنامے ہوتے ہیں۔ ان کے افعال و کردار دعویٰ سے پہلے ہی قابل تقلید ہوتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اس کسوٹی کو آنحضور ﷺ کے حوالہ سے یوں بیان فرمایا ہے کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اور لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

ان کے حالات زندگی کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ لوگ شرمیلی طبیعت کے ہوتے ہیں۔ خلوت پسند ہوتے ہیں اور گویا زیر غار رہنا پسند کرتے ہیں۔ یہ مامورین من اللہ زیر غار رہ کر خلوت میں رہ کر اپنے رب کی عبادت اپنے رب سے دعائیں اور بنی نوع انسان کی خیر خواہی کیلئے تڑپتے رہتے ہیں۔ وہ اس وقت تک اس خلوت سے جلوت کی طرف نہیں آتے جب تک خدا انہیں یہ نہ کہے کہ:

’’اُٹھ کہ میں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کیلئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کیلئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کیلئے چنا۔‘‘

(تریاق القلوب، روحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 507)

مگر ایسا بھی نہیں کہ انبیاء بالکل ہی لوگوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں بلکہ ضرورت پڑنے پر گھر کے کام کاج کرتے ہیں۔ لوگوں سے میل جول رکھتے ہیں، لین دین کرتے ہیں۔ تجارت بھی کرتے ہیں۔ غرض ان کی سیرت خلوت کی وجہ سے صرف مستور ہی نہیں رہتی بلکہ کھلی کتاب کی طرح لوگوں کے سامنے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے حوالہ سے اگر بات کریں تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایسی شہادتیں ملتی ہیں کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ یعنی محمد ﷺ اپنے رب پر عاشق ہوگیا ہے۔ اور یہ بھی گواہی ہے کہ كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا۔ اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَحْمِلُ الْكَلَّ وَ تَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔

(بخاری، جلد 1، کتاب بدء الوحی)

یعنی آپؐ تو وہ ہیں کہ آپؐ رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں اور بیکس اور بے یار و مددگار لوگوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ وہ اخلاق جو معدوم ہو چکے تھے وہ آپؐ کی ذات کے ذریعہ سے قائم ہو رہے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں وغیرہ۔

بہر حال خدا کے مامورین اپنے ظہور سے قبل اپنے کارناموں کی وجہ سے لوگوں کی امید گاہ بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صالحؑ کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ انہوں نے کہا اے صالح اس سے پہلے تو تو ہمارے درمیان آئندہ کے لئے امید کی جگہ سمجھا جاتا تھا۔

مامورین کی بعثت والی زندگی سے پہلے اللہ تعالیٰ ایسے شواہد پیدا کر دیتا ہے جو لوگوں کے ایمان کیلئے بطور محرک ہوتے ہیں۔ اس مضمون کو سمجھنے کیلئے حضرت مصلح موعودؓ کا ایک مکالمہ پیش کیا جاتا ہے۔ حضورؓ فرماتے ہیں:

’’عبد اللہ تیاپوری مدعی ماموریت ایک دفعہ مجھے کہنے لگے کہ مجھے جب ماموریت ملنے لگی تھی اُس وقت میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اُستادی کا حق یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ وہ آدھا کام حضرت صاحب کی اولاد کے سپرد کرے۔ پس میں اب آپ کے یہ حصہ سپرد کرتا ہوں آپ میرے ساتھ مل جائیں اور آدھا حق آپ لے لیں۔ خواہ تیاپور چلے جائیں میں اس علاقہ میں رہوں خواہ آپ یہاں رہیں اور مجھے کہیں میں تیاپور چلا جاتا ہوں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ جو کہتے ہیں کہ مجھے حضرت مسیح موعودؑ کا کام پورا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے کھڑا کیا ہے تو کیا آپ کو خدا تعالیٰ نے کچھ طاقتیں بھی دی ہیں جن کو دیکھ کر انسان آپ پر یقین کر سکے؟ وہ کہنے لگے ہاں بڑے بڑے وعدے کئے ہیں۔ میں نے کہا وعدوں پر آپ کو کون مانے کچھ ملا بھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ پیشگوئیاں تو اپنے وقت پر ہی پوری ہوں گی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ اپنے ماموروں کو دعویٰ سے پہلے ایک ایسی طاقت بخشتا ہے کہ لوگ ان کی برتری تسلیم کر لیتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح ہوا۔ حضرت صالح کی نسبت آتا ہے كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا تجھ پر سب قوم کو بڑی بڑی امیدیں تھیں، حضرت مسیح موعودؑ سے خدا تعالیٰ نے براہین لکھوا کر بڑے بڑے مخالفین سے تعریف کروالی اس کے بعد پھر ان کو مقام ماموریت پر کھڑا کیا۔ اگر نشان پہلے نہ ہوتو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کافر بنا کر پھر ایمان کی طرف لانے کی تدبیر کرتا ہے۔ وہ پوچھنے لگے پھر کیا ثبوت میرے پاس ہونا چاہئے؟ میں نے کہا آپ حضرت مسیح موعودؑ کے کام کی تکمیل کے دعویدار ہیں حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب براہین احمدیہ بظاہر نامکمل پڑی ہے آپ اس کتاب کو مکمل کر دیں اور انہیں علوم کے معیار پر جو اس میں ہیں کتاب میں لکھ دیں پھر کوئی مانے یا نہ مانے میں تو آپ کو مان لوں گا۔ اس پر وہ بالکل خاموش ہوگئے۔

(انوار العلوم، جلد 7، صفحہ 87، 88)

اس کے برعکس کوئی مامور اچانک نہیں آدھمکتا۔ چنانچہ ایک سانحہ اس طرح بھی سامنے آیا ہے فتنہ مہدی کذاب کا یکم محرم ۱۴ ھجری ۲۰ نومبر ۱۹۷۹ء کو ایک مسلح گمراہ گروہ نے گولیاں چلا کر مسجد الحرام پر قبضہ کر لیا تھا۔ ان میں محمد ابن عبد اللہ قحطانی نامی نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ 13 دن بعد حکومت نے مسجد سے ان کا قبضہ ختم کیا۔ 17 دن تک مسجد الحرام میں اذان و نماز اور طواف کا سلسلہ بند رہا۔ مسجد الحرام کے احترام کے پیش نظر ان گمراہوں کے استیصال میں تاخیر ہوئی۔ ان کے 75 آدمی مارے گئے اور 170 زندہ گرفتار ہوئے اور حکومت سعودیہ کے 60 سپاہی کام آئے۔

(بحوالہ ایک عالمی تاریخ صفحہ 134 از محمد عثمان معروفی مکتبہ دینیہ دیو بند)

اب ہم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے موعود مہدی کی بات کرتے ہیں۔ مذہب اسلام کا حال آپ کی ماموریت سے قبل نہایت خراب ہو چکا تھا۔ بقول مولانا حالی

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
فقط رہ گیا اسلام کا نام باقی
اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
اُمت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر خلوت نشینی میں، عبادت و دعا میں مصروف رہتے اور اپنے مولیٰ کے حضور اسلام کی حالت زار کو دیکھتے ہوئے اس طرح گریہ وزاری کرتے۔

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعف دین مصطفیٰ
مجھ کو کر اے میر سلطاں کامیاب و کامگار

آپ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

ایں دو فکر دین احمد مغز جانِ ما گداخت
کثرتِ اعداء ملت قلتِ انصارِ دیں

ایسے دردناک وقت میں مرد میدان بن کر تنہا کھڑے ہونا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ بعض معاندین آپؑ کی مخالفت کے باوجود آپؑ کے دعوے کے پس منظر کا اس طرح اعتراف بھی کئے بغیر نہ رہ سکے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی (1914ء-2000ء)، مصنف ’’قادیانیت‘‘ نے لکھا:

’’انیسویں صدی عیسوی تاریخ میں اس لحاظ سے امتیاز رکھتی ہے کہ اسلامی ممالک میں بے چینی اور اندرونی کشمکش اپنے شباب کو پہنچ چکی تھی، ہندوستان اس بے چینی و کشمکش کا خاص میدان تھا، یہاں بیک وقت مغربی و مشرقی تہذیبوں، جدید و قدیم نظام تعلیم اور نظام فکر اور اسلام و مسیحیت میں معرکہ کا بازار گرم تھا، اور

دونوں طاقتیں زندگی کے لئے ایک دوسرے سے نبرد آزما تھیں۔

۱۸۵۷ء کی آزادی کی کوشش ناکام ہو چکی تھی، ہندوستان کے مسلمانوں کے دل شکست کے صدمہ سے زخمی اور ان کا دماغ ناکامی کی چوٹ سے مفلوج ہو رہا تھا، وہ دوہری غلامی کے خطرہ سے دوچار تھے، سیاسی غلامی اور تہذیبی، ایک طرف نوخیز فاتح انگریزی سلطنت نے نئی تہذیب وثقافت کی توسیع و اشاعت کا کام شروع کر دیا تھا۔ دوسری طرف ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے عیسائی پادری مسیحیت کی دعوت وتبلیغ میں خاص سرگرمی دکھا رہے تھے، وہ عقائد میں تزلزل پیدا کر دینے اور عقیدہ اور شریعت اسلامی کے ماخذوں اور سرچشموں کے بارے میں متشکّک اور بدگمان بنا دینے کو اپنی بڑی کامیابی سمجھتے تھے، مسلمانوں کی نئی نسل جس پر اسلامی تعلیمات نے پورے طور پر اثر نہیں کیا تھا، اس دعوت و تلقین کا خاص طور پر ہدف اور اسکول وکالج اس ذہنی انتشار اور اندرونی کشمکش کا خصوصیت کے ساتھ میدان تھے، ہندوستان میں قبولیت مسیحیت کے واقعات بھی پیش آنے لگے، لیکن اس وقت کا اصل مسئلہ اور اسلام کیلئے صحیح خطرہ ارتداد نہ تھا، بلکہ الحاد اور عقائد میں تردد وتزلزل تھا، عیسائی پادریوں اور مسلمان عالموں میں جابجا مناظرے اور مباحثے ہوئے جن میں عام طور پر علماء اسلام کو فتح ہوئی اور عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام کا علمی اور عقلی تفوق اور استحکام ثابت ہوا، لیکن اس سب کے نتیجہ میں بہر حال طبیعتوں میں ایک بے چینی اور افکار وعقائد میں تزلزل پیدا ہو رہا تھا۔

دوسری طرف فرق اسلامیہ کا آپس کا اختلاف تشویش ناک صورت اختیار کر گیا تھا، ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی تردید میں سرگرم اور کمر بستہ تھا، مذہبی مناظروں اور مجادلوں کا بازار گرم تھا، جن کے نتیجے میں اکثر زدوکوب، قتل وقتال اور عدالتی چارہ جوئیوں کی نوبت آتی، سارے ہندوستان میں ایک مذہبی خانہ جنگی سی برپا تھی، اس صورت حال نے بھی ذہنوں میں انتشار، تعلقات میں کشیدگی اور طبیعتوں میں بیزاری پیدا کر دی تھی اور علماء کے وقار اور دین کے احترام کو بڑا صدمہ پہنچا تھا............ مسلمانوں پر عام طور پر یاس و نا امیدی اور حالات و ماحول سے شکست خوردگی کا غلبہ تھا ۱۸۵۷ء کی جدو جہد کے انجام اور مختلف دینی اور عسکری تحریکوں کی ناکامی کو دیکھ کر معتدل اور معمولی ذرائع اور طریقہ کار سے انقلاب حال اور اصلاح سے لوگ مایوس ہو چلے تھے، اور عوام کی بڑی تعداد کسی مرد غیر کے ظہور اور کسی ملہم اور مؤید من اللہ کی آمد کی منتظر تھی، کہیں کہیں یہ خیال بھی ظاہر کیا جاتا تھا کہ تیرہویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا ظہور ضروری ہے"۔

(قادیانیت مطبوعہ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ 2001ء، صفحہ 13 تا 14)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حالت یہ تھی آپؑ فرماتے ہیں: "میں سولہ سترہ برس کی عمر سے عیسائیوں کی کتابیں پڑھتا ہوں اور ان کے اعتراضوں پر غور کرتا رہا ہوں۔ میں نے اپنی جگہ ان اعتراضوں کو جمع کیا ہے جو عیسائی آنحضرت ﷺ پر کرتے ہیں انکی تعداد تین ہزار کے قریب پہنچی ہوئی ہے۔"

(تاریخ احمدیت، جلد اوّل، صفحہ 62 مطبوعہ قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان اعتراضات کے منہ توڑ جوابات دیئے اور غیور مسلمانوں کو بھی تعلیم دی۔ اس تاریک دور میں آریہ مذہب والوں نے بھی اپنا الگ حربہ اسلام کے خلاف استعمال کیا ہوا تھا اور وہ کمزور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کر رہے تھے۔ ایسے وقت میں آپؑ نے زبانی اور تحریری طور پر اسلام کا دفاع کیا اس غرض کیلئے آپؑ نے مباحثے بھی کئے اور اخبارات میں مضامین بھی لکھتے رہے چنانچہ "منشور محمدی" نام کے رسالہ میں جو بنگلور سے نکلتا تھا متعدد مضامین شائع فرمائے۔ عیسائیت اور آریہ مذہب کے علاوہ ایک اور مذہب "برہموسماج" تھا وہ بھی اسلام کی کمزوری سے فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔ ایسے وقت میں مسلمانوں میں کوئی بھی مرد میداں بن کر نہ نکلا سوائے اس شجرۂ محمدیؐ کے عظیم پھل حضرت امام مہدی علیہ السلام کے اور اس کا اعتراف کئے بغیر غیر بھی نہ رہ سکے چنانچہ اس دور (۱۸۷۸ء۔ ۱۸۷۹ء) کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شاندار خدمات اسلامی کا اعتراف کرتے ہوئے سید حبیب صاحب سابق مدیر "سیاست" اپنی کتاب "تحریک قادیان" میں لکھتے ہیں۔

"غدر ۱۸۵۷ء کی تمام ذمہ داری بیجا طور پر مسلمانوں کے سر منڈھ دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارباب حکومت کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے بغض پیدا ہو گیا۔ ادھر مسلمانوں کے علماء نے حکومت انگلیشیا سے ہر قسم کے تعاون کو گناہ قرار دیکر اعلان کر دیا کہ ہندوستان دار الحرب ہے۔ نیز بین الاقوامی معاملات نے بھی ایسی صورت اختیار کر لی کہ مسلمانوں اور انگریزوں کے تعلقات اچھے نہ رہے۔ مسلمانوں نے علماء کے فتاویٰ کے باعث انگریزی مدارس سے جو تعلیم کی روشنی کو واپس لانے والے تھے، اجتناب کیا۔ مساجد اُجڑی پڑی تھیں۔ مکاتب کا نشان مٹ چکا تھا۔ صوفیا کے تکیے حدیث شریف و قرآن مجید کے مسائل کی جگہ بھنگ نواز دوستوں کی گپ بازی کا مرکز بن چکے تھے۔

غرض حالت یہ تھی کہ مسلمان حکامِ وقت کا چور بنا ہوا تھا۔ حکومت اس کے ہاتھوں سے چھن چکی تھی۔ تجارت سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ تعلیم اس کے ہاں سے غائب ہو چکی تھی اور جاہل ماں باپ، جاہل تر اولاد پیدا کر رہے تھے۔ بیکاری، مفلسی اور حکومت کے عتاب نے مسلمانوں کو ایک قابل نفرت چیز بنا دیا تھا۔

مسیحی پادری ہمیشہ تسلیم کرتے رہے ہیں کہ دنیا میں ان کے عقائد کے لئے اگر کوئی خطرہ موجود ہے تو اس کا نام اسلام ہے۔ وہ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو بہکانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔ انہوں نے اس وقت کو غنیمت اور اُس موقع کو بیحد مناسب جان کر مسلمانوں کو بہکانے کے لئے ایک عالمگیر جدو جہد شروع کی...... مسلمانوں کو بہکانے کے لئے عیسائیوں نے دین حقہ اسلام اور اس کے بانی ﷺ پر بے پناہ حملے شروع کر دیئے جن کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ آخر زمانہ نے تین آدمی ان کے مقابلہ کے لئے پیدا کئے۔ ہندوؤں میں سوامی دیانند جی مہاراج نے جنم لے کر آریہ دھرم کی بنیاد ڈالی اور عیسائی حملہ آوروں کا مقابلہ شروع کیا۔ مسلمانوں میں سر سید علیہ الرحمہ نے سپر سنبھالی اور ان کے بعد مرزا غلام احمد صاحب اس میدان میں اترے...... مذہبی حملوں کا جواب دینے میں البتہ سر سید کامیاب نہیں ہوئے...... اُس وقت کہ آریہ اور مسیحی مبلغ اسلام پر بے پناہ حملے کر رہے تھے۔ وہ (علماء وصوفیا، ناقل) ناموس شریعت حقہ کے تحفظ میں مصروف ہو گئے مگر کوئی زیادہ کامیاب نہ ہوا۔ **اُس وقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اُترے** اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریہ اُپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونے کا تہیہ کر لیا...... مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے...... غرض مرزا صاحب کی کامیابی کی پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جبکہ جہالت مسلمانوں پر قابض تھی اور اسلام، مسیحی اور آریہ مبلغین کے طعن وتشنیع کا مورد بنا ہوا تھا۔ مرزا صاحب نے اس حالت سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کی طرف سے سینہ سپر ہو کر اغیار کا مقابلہ کیا۔

("تحریک قادیان" از مولانا سید حبیب صاحب مدیر سیاست مطبوعہ 1933ء مقبول عام پریس لاہور صفحہ 207 تا 210 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 165 تا 167 مطبوعہ قادیان)

نیز مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب خدمات اسلام کے پس منظر میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تصنیف "براہین احمدیہ" کے تعلق سے اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "یہ دور مذہبی مناظروں کا دور تھا اور اہل علم کے طبقہ میں سب سے بڑا ذوق مقابلہ مذاہب اور مناظرۂ فِرَق کا پایا جاتا تھا...... عیسائی پادری مذہب مسیحیت کی تبلیغ دعوت اور دین اسلام کی تردید میں سرگرم تھے۔ حکومت وقت جس کا سرکاری مذہب مسیحیت تھا ان کی پُشت پناہ اور سرپرست تھی۔ وہ ہندوستان کو یسوع مسیح کا عطیہ اور انعام سمجھتی تھی۔ دوسری طرف آریہ سماجی مبلغ جوش و خروش سے اسلام کی تردید کر رہے تھے۔ انگریزوں کی مصلحت (جو ۱۸۵۷ء کی متحدہ کوشش اور ہندوستان کے اتحاد کی چوٹ کھا چکے تھے) یہ تھی کہ ان مناظرانہ سرگرمیوں کی ہمت افزائی کی جائے، اس لئے کہ ان کے نتیجہ میں ملک میں ایک کشمکش اور ذہنی و اخلاقی انتشار پیدا ہوتا تھا اور تمام مذاہب اور فرقوں کو ایک ایسی طاقتور حکومت کا وجود غنیمت معلوم ہوتا تھا جو ان سب کی حفاظت کرے اور جس کے سایہ میں یہ سب امن و امان کے ساتھ مناظرہ و مباحثہ کرتے رہیں۔ ایسے ماحول میں جو شخص اسلام کی مدافعت اور مذاہب غیر کی تردید کا علم بلند کرتا وہ مسلمانوں کا مرکز توجہ وعقیدت بن جاتا۔

مرزا صاحب کی حوصلہ مند طبیعت اور دور بین نگاہ نے اس میدان کو اپنی سرگرمیوں کے

لئے انتخاب کیا انہوں نے ایک بہت بڑی ضخیم کتاب (براہین احمدیہ، ناقل) کی تصنیف کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ جس میں اسلام کی صداقت، قرآن کے اعجاز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بدلائل عقلی ثابت کیا جائیگا اور بیک وقت مسیحیت، سناتن دھرم، آریہ سماج اور برہمو سماج کی تردید ہوگی۔ انہوں نے اس کتاب کا نام براہین احمدیہ تجویز کیا......اس کتاب کی کامیابی اور اس کتاب کی تاثیر کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس میں دوسرے مذاہب کو چیلنج کیا گیا تھا۔ اور کتاب جواب دہی کے بجائے حملہ آورانہ انداز میں لکھی گئی تھی۔''

(''قادیانیت'' صفحہ 45 تا 51 طبع اول از سید ابوالحسن علی ندوی، بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 178)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ماموریت سے قبل جو خدمات، اسلام کی کی ہیں اسکا اجمالی رنگ میں حضرت مصلح موعودؓ کے مقدس الفاظ میں ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں۔

''حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ کے دعویٰ سے پہلے اسلام کی حالت ایسی نازک ہو چکی تھی کہ خود مسلمانوں میں سے سمجھ دار اور زمانے سے آگاہ لوگ یہ پیشگوئیاں کرنے لگے تھے کہ چند دنوں میں اسلام بالکل مٹ جائیگا اور حالات اس امر کی طرف اشارہ بھی کررہے تھے کیونکہ مسیحیت اس سرعت کے ساتھ اسلام کو کھاتی چلی جارہی تھی کہ ایک صدی تک اسلام کے بالکل مٹ جانے کا خطرہ تھا۔ مسلمان مسیحیوں کے مقابلے میں اس قدر زک پر زک اُٹھا رہے تھے کہ نو مسلم اقوام تو الگ رہیں رسول کریم ﷺ کی اولاد یعنی سادات میں سے ہزاروں اسلام کو چھوڑ کر عیسائی ہو گئے تھے اور نہ صرف عیسائی ہو گئے تھے بلکہ اسلام اور بانی اسلام کے خلاف سخت گندہ لٹریچر شائع کررہے تھے اور منبروں پر چڑھ کر آنحضرت ﷺ کی ذات مقدس پر ایسے دل آزار اتہام لگائے جاتے تھے کہ ایک مسلمان کا کلیجہ ان کو سُن کر چھلنی ہو جاتا تھا......حضرت اقدس مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی حفاظت کا کام شروع کیا اور سب سے پہلا حملہ ہی ایسا زبردست کیا کہ دشمنوں کے ہوش وحواس گم ہو گئے۔ آپ نے ایک کتاب ''براہین احمدیہ'' لکھی جس میں اسلام کی صداقت کے دلائل کو بوضاحت بیان فرمایا اور دشمنانِ اسلام کو چیلنج دیا کہ اگر وہ اپنے مذاہب سے پانچواں حصہ دلائل بھی نکال دیں گے تو آپ ان کو دس ہزار روپیہ دیں گے۔ باوجود ناخنوں تک زور لگانے کے کوئی دشمن اس کتاب کا جواب نہ دے سکا۔ اور ہندوستان کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک شور پڑ گیا کہ یہ کتاب اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ دشمن حیران رہ گئے کہ یا تو اسلام دفاع کی بھی طاقت نہ رکھتا تھا یا اس مردِ میدان کے بیچ میں آکودنے کے سبب سے اسکی تلوار ادیانِ باطلہ کے سر پر اس زور سے پڑنے لگی ہے کہ ان کو اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے ہیں۔

اس کتاب کے بعد آپ نے اسلام کی حفاظت اور اس کی تائید میں اس قدر کوشش کی کہ آخر دشمنانِ اسلام کو تسلیم کرنا پڑا کہ اسلام مُردہ نہیں بلکہ زندہ مذہب ہے اور ان کو فکر پڑ گئی کہ ہمارے مذہب اسلام کے مقابلہ میں کیونکر ٹھہریں گے۔ اور اس وقت اس مذہب کی جو سب سے زیادہ اپنی کامیابی پر اترا رہا تھا اور اسلام کو اپنا شکار سمجھ رہا تھا یہ حالت ہے کہ اس کے مبلغ حضرت اقدسؑ کے خدام سے اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح گدھے شیروں سے بھاگتے ہیں اور کسی میں یہ طاقت نہیں کہ وہ احمدی کے مقابلے پر کھڑا ہو جائے۔ آج آپؑ کے ذریعے سے اسلام سب مذاہب پر غالب ہو چکا ہے کیونکہ دلائل کی تلوار ایسی کاری تلوار ہے کہ گو اس کی ضرب دیر بعد اپنا اثر دکھاتی ہے مگر اسکا اثر نہ مٹنے والا ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسیحیت گو ابھی اسی طرح دنیا کو گھیرے ہوئے ہے جس طرح پہلے تھی اور دیگر ادیان بھی اسی طرح قائم ہیں جس طرح پہلے تھے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی موت کی گھنٹی بج چکی ہے اور ان کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے۔ رسم و رواج کے اثر کے سبب سے ابھی لوگ اسلام میں اس کثرت سے داخل نہیں ہوتے جس کثرت سے داخل ہونے پر ان کی موت ظاہر بینوں کو نظر آسکتی ہے مگر آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔''

(انوار العلوم، جلد 7، صفحہ ۴۳۲ تا ۴۳۴ مطبوعہ قادیان)

......☆......☆......☆......

چودھویں کے چاند کو دیکھ کر

(محترم مولانا ظفر محمد ظفر صاحب مرحوم، ربوہ)

اے چودھویں کے چاند قسم تیرے نُور کی
تمہید بن گیا ہے تو آج اک سرور کی

وہ چودھویں کا چاند کہ احمد ہے جس کا نام
آئی ہے یاد تجھ سے مجھے آنحضورؐ کی

اے چاند تو بھی شرق میں آکر ہوا تمام
مشرق ہی اس کی سمت ہے اتمامِ نور کی

اس چودھویں کے چاند سے اے چودھویں کے چاند
نسبت تجھے ضرور ہے لیکن ہے دُور کی

جس چودھویں کی رات میں تجھ کو ملا کمال
وہ چودھویں کی رات ہے، اس کے ظہور کی

احمد وہ ماہتاب محمدؐ وہ آفتاب
لاکھوں تجلیاں ہیں جہاں کوہِ طُور کی
ان کے ہی نُورِ پاک سے تاریکیاں چھٹیں
الحاد و کفر و شرک کی بدعات و زور کی

رُوحانی روشنی ہو کہ جسمانی روشنی
روشن ہیں روشنی سے فقط آنحضورؐ کی

اے عالم الغیوب تجھے کیا خبر نہیں
جو کیفیت ہے میرے دلِ ناصبور کی

کیا چیز ہیں خطائیں مری اے مرے خدا!
رکھ لاج اپنے نامِ رحیم و غفور کی

یا رب تو میری ساری خطائیں معاف کر
کر دُور میل دل سے مرے ہر قصُور کی

جو کل کو آج دیکھ سکے وہ نگاہ دے
دے منزلیں سمیٹ سنین و شہور کی

دیوانگیٔ عشق کی ہوں مستیاں عطا
ہشیاریاں معاف ہوں عقل و شعور کی

احمد کے عاشقوں میں ظفرؔ کا بھی نام ہے
اُڑتی خبر سُنی ہے زبانی طیُور کی

(روزنامہ الفضل 26 دسمبر 1954ء جلسہ سالانہ نمبر صفحہ 14)

......☆......☆......

مجھے خدا تعالیٰ نے
اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے
مامور کر کے دین متین اسلام کی تجدید اور تائید کیلئے بھیجا ہے

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اے بزرگانِ اسلام خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے دلوں میں تمام فرقوں سے بڑھ کر نیک ارادے پیدا کرے اور اس نازک وقت میں آپ لوگوں کو اپنے پیارے دین کا سچا خادم بناوے۔ میں اس وقت محض لِلّٰہ اس ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مامور کر کے دین متین اسلام کی تجدید اور تائید کیلئے بھیجا ہے تا کہ میں اس پُرآشوب زمانہ میں قرآن کی خوبیاں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمتیں ظاہر کروں اور اُن تمام دشمنوں کو جو اسلام پر حملہ کر رہے ہیں اُن نوروں اور برکات اور خوارق اور علوم لدنیہ کی مدد سے جواب دوں جو مجھ کو عطا کئے گئے ہیں سو یہ کام برابر دس برس سے ہو رہا ہے۔‘‘

(روحانی خزائن، جلد 6، برکات الدعا، صفحہ 34)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور عربوں میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تبلیغ

(محمد طاہر ندیم، عربک ڈیسک یو.کے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آخرین کو اولین سے ملانے والا موعود نبی وعدہ کے عین مطابق اہل فارس میں سے ظاہر ہوا۔ یہ آنحضرت ﷺ کا وہی روحانی فرزند اور ظل ہے جسکے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے (لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ) کا وعدہ پورا کرنا تھا۔ اس عظیم کام کی انجام دہی کے لئے جہاں اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی تائید ونصرت کے وعدے دیتے ہوئے عمومی طور پر یہ فرمایا کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا وہاں مختلف قوموں اور ملکوں میں آپ کی تبلیغ کے خصوصیت سے پھیلنے کی خبریں بھی عطا فرمائیں اور یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ آپ جس نبی عربی ﷺ کے خادم وعاشقِ صادق اور روحانی فرزند بن کے آئے تھے اس کی عرب قوم اور بلادِ عربیہ کے بارہ میں آپ کو خبریں نہ ملی ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عربوں کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہامات بھی فرمائے اور رؤیا وکشوف کے ذریعہ بھی خبریں عطا فرمائیں۔ آیئے ان کا مطالعہ کر کے اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے ہیں۔

عربوں میں تبلیغ پہنچنے اور ان کے ایمان لانے کی بشارات

عربوں میں تبلیغ اور مقبولیت کی بشارت:

ایک رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’کوئی پچیس چھبیس سال کا عرصہ گزرا ہے ایک دفعہ مَیں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص میرا نام لکھ رہا ہے تو آدھا نام اس نے عربی میں لکھا ہے اور آدھا انگریزی میں لکھا ہے‘‘۔ (الحکم جلد 9 نمبر 32 مورخہ 10ستمبر 1905ء، صفحہ 3، کالم نمبر 3)

1905ء میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پچیس چھبیس سال پہلے کا یہ رؤیا ہے اسکا مطلب ہے کہ غالباً یہ 1880ء کی بات ہے۔

اس رؤیا سے عرب وعجم میں آپ کے نام کی یکساں مقبولیت کی طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ اور شاید حضور علیہ السلام کا مندرجہ ذیل ارشاد بھی اس رؤیا کی تعبیر ہے جس میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’اس وقت ہمارے دو بڑے ضروری کام ہیں۔ **ایک یہ کہ عرب میں اشاعت ہو، دوسرے یورپ پر اتمام حجت کریں۔ عرب پر اس لئے کہ اندرونی طور پر وہ حق رکھتے ہیں۔ ایک بہت بڑا حصہ ایسا ہوگا کہ ان کو معلوم بھی نہ ہوگا کہ خدا نے کوئی سلسلہ قائم کیا ہے اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ان کو پہنچائیں، اگر نہ پہنچائیں تو معصیت ہوگی۔** ایسا ہی یورپ والے حق رکھتے ہیں کہ انکی غلطیاں ظاہر کی جاویں کہ وہ ایک بندہ کو خدا بنا کر خدا سے دور جا پڑے ہیں‘‘۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 253)

عربوں کی خبرگیری اور راہنمائی کا ارشاد:

❁ 1893ء میں حضور علیہ السلام نے اپنی عربی کتاب حمامة البشریٰ تالیف فرمائی اس میں خدائی بشارت اور ارشاد لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَإِنَّ رَبِّي قَدْ بَشَّرَنِي فِي الْعَرَبِ وَأَلْهَمَنِي أَنْ أُمَوِّنَهُمْ وَأُرِيَهُمْ طَرِيْقَهُمْ وَأُصْلِحَ لَهُمْ شُيُوْنَهُمْ۔

(حمامة البشریٰ، روحانی خزائن، جلد 7 ص 182)

ترجمہ: اور میرے ربّ نے عرب کی نسبت مجھے بشارت دی اور الہام کیا ہے کہ میں انکی خبرگیری کروں اور ٹھیک راہ بتاؤں اور انکے معاملات کو درست کروں۔

❁ 7ستمبر 1905ء کو آپؑ کو کشف میں ایک کاغذ دکھائی دیا اس پر لکھا تھا:

”مَصَالِحُ الْعَرَبِ۔ مَسِيْرُ الْعَرَبِ“

اس کی وضاحت میں حضور علیہ السلام نے فرمایا: ’’اس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ (عربوں میں چلنا) شاید مقدر ہو کہ ہم عرب میں جائیں...... انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے لیکن بعض رؤیا نبی کے اپنے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعے پورے ہوتے ہیں، مثلاً آنحضرت ﷺ کو قیصر وکسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے‘‘۔

(بدر جلد 1 نمبر 23، مورخہ 7ستمبر 1905ء، صفحہ 2، الحکم جلد 9 نمبر 32، مورخہ 10ستمبر 1905ء صفحہ 3)

جملہ معترضہ کے طور پر عرض ہے کہ یہ پیشگوئی حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ پوری ہوئی۔ چنانچہ حضورؓ دو دفعہ عرب ممالک میں تشریف لے گئے۔ پہلے تو 1912 میں منصب خلافت پر فائز ہونے سے قبل مصر تشریف لے گئے اور وہاں سے حج بیت اللہ شریف کی غرض سے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا اور دوسری دفعہ 1924 میں حضور بیت المقدس اور دمشق تشریف لے گئے۔

اور جہاں تک مَصَالِحُ الْعَرَب کی پیشگوئی کا تعلق ہے تو یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے عہد مبارک میں عربوں میں احمدیت کی تبلیغ اور انکے مصالح کی حفاظت کیلئے انکی راہنمائی اور انکے لئے دعاؤں کے ذریعہ پوری ہوئی اور ہورہی ہے۔

اہل مکہ کے فوج در فوج قبول احمدیت کی خوشخبری:

1894 میں آپ نے اپنی عربی کتاب نور الحق تالیف فرمائی جس میں یہ بشارت تحریر فرمائی:

وَإِنِّي أَرَى أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَدْخُلُوْنَ أَفْوَاجًا فِي حِزْبِ اللهِ الْقَادِرِ الْمُخْتَارِ، هٰذَا مِنْ رَبِّ السَّمَآءِ وَعَجِيْبٌ فِي أَعْيُنِ أَهْلِ الْأَرَضِيْنَ۔

اور میں دیکھتا ہوں کہ اہل مکہ خدائے قادر کے گروہ میں فوج در فوج داخل ہوجائیں گے۔ اور یہ آسمان کے خدا کی طرف سے ہے اور زمینی لوگوں کی آنکھوں میں عجیب۔

(نور الحق حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 197)

بلاد شام اور دیگر بلاد عربیہ سے جماعت مومنین کی بشارت:

حضور علیہ السلام اپنی تصنیف لُجَّةُ النُّوْر میں فرماتے ہیں (عربی عبارت کا ترجمہ پیش ہے)

مَیں نے ایک مبشر خواب میں مخلص مومنوں اور عادل اور نیکوکار بادشاہوں کی ایک جماعت دیکھی جن میں بعض اس ملک (ہند) کے تھے اور بعض عرب کے، بعض فارس کے اور بعض شام کے، بعض روم کے اور بعض دوسرے بلاد کے تھے جن کو میں نہیں جانتا۔ اس کے بعد مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ یہ لوگ تیری تصدیق کریں گے اور تجھ پر ایمان لائیں گے، اور تجھ پر درود بھیجیں گے، اور تیرے لئے دعائیں کریں گے، اور میں تجھے بہت برکتیں دوں گا یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے، اور میں ان کو مخلصین میں داخل کروں گا۔ یہ وہ خواب ہے جو میں نے دیکھی اور وہ الہام ہے جو خدائے علّام کی طرف سے مجھے ہوا۔

(لُجَّةُ النُّوْر، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 339-340)

صلحائے عرب اور ابدال شام کی بشارت:

❁ 6/اپریل 1885ء کو آپ نے ایک رؤیا دیکھی۔ اس بارہ میں حضورؑ فرماتے ہیں:

’’آج اسی وقت میں نے خواب دیکھا ہے کہ کسی ابتلاء میں پڑا ہوں اور میں نے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہا اور جو شخص سرکاری طور پر مجھ سے مؤاخذہ کرتا ہے میں نے اس سے کہا کیا مجھ کو قید کریں گے یا قتل کریں گے۔ اس نے کچھ ایسا کہا کہ انتظام یہ ہوا ہے کہ گرایا جائے گا۔ میں نے کہا کہ میں اپنے خداوند تعالیٰ جل شانہ کے تصرف میں ہوں جہاں مجھ کو بٹھائے گا بیٹھ جاؤں گا۔ اور جہاں مجھ کو کھڑا کرے گا کھڑا ہو جاؤں گا۔ اور یہ الہام ہوا: يَدْعُوْنَ لَكَ أَبْدَالُ الشَّامِ وَعِبَادُ اللهِ مِنَ الْعَرَبِ۔ یعنی تیرے لئے ابدال شام کے دعا کرتے ہیں اور بندے خدا کے عرب میں سے دعا کرتے ہیں۔ خدا جانے یہ کیا معاملہ ہے اور کب اور کیونکر اس کا ظہور ہو۔ **واللّٰہ أعلم بالصواب۔**‘‘

(از مکتوب مورخہ 6/اپریل 1885، مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ 86)

❁ اگست 1888 میں آپ نے فرمایا:

’’اللہ جل شانہ نے مجھے خبر دی ہے کہ يُصَلُّوْنَ عَلَيْكَ صُلَحَاءُ الْعَرَبِ وَأَبْدَالُ الشَّامِ۔ وَتُصَلِّي عَلَيْكَ الْأَرْضُ وَالسَّمَاءُ۔ وَيَحْمَدُكَ اللهُ مِنْ عَرْشِهٖ۔

(از مکتوب حضرت اقدسؑ، اگست 1888ء مندرجہ الحکم جلد 5 نمبر 32 مورخہ 31/اگست 1901ء صفحہ 6 کالم نمبر 2)

الہام مندرجہ بالا کا مطلب ہے کہ صلحائے عرب اور ابدال شام تجھ پر درود بھیجیں گے اور زمین اور آسمان تجھ پر درود بھیجیں گے اور اللہ عرش سے تیری تعریف کرے گا۔

عرب دنیا سے پہلا احمدی

جیسا کہ ان الہامات اور رؤیا وکشوف سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو 1880ء سے ہی عربوں کے بارہ میں خوشخبریوں، ان کے امور کی اصلاح، انہیں سیدھا راستہ دکھانے اور انکے احمدیت میں داخل ہونے کی بشارات کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا، تاہم 1891ء تک نہ تو حضورؑ نے کوئی عربی کتاب لکھی تھی، نہ ہی عربوں میں تبلیغ کی راہ

نکل سکی۔ لیکن وہ خدا جس نے یہ بشارات عطا فرمائی تھیں خود ہی انکے پورا ہونے کے سامان کر رہا تھا۔ چنانچہ اس نے خود ہی تبلیغ کے سامان پیدا فرما دیئے اور دیارِ رسول ﷺ کے ایک سعادت مند اور نیک فطرت انسان کو حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں لا ڈالا۔ یوں عربوں میں احمدیت کا پہلا پودا لگا۔ انکا نام ہے:

حضرت الشیخ محمد بن أحمد المکی صاحب رضی اللہ عنہ (بیعت: 10 جولائی 1891ء، وفات: 28 جولائی 1940ء)

انکے سلسلہ سے رابطہ اور بیعت کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''حبّی فی اللہ محمد ابن احمد مکی من حارۃ شعب عامر۔ یہ صاحب عربی ہیں اور خاص مکہ معظمہ کے رہنے والے ہیں صلاحیت اور رشد اور سعادت کے آثار ان کے چہرے پر ظاہر ہیں۔ اپنے وطن خاص مکہ معظمہ سے زادہ اللہ مجدا و شرفا بطور سیر و سیاحت اس ملک میں آئے اور ان دنوں میں بعض بداندیش لوگوں نے خلاف واقعہ باتیں بلکہ تہمتیں اپنی طرف سے اس عاجز کی نسبت انکو سنائیں اور کہا کہ یہ شخص رسالت کا دعویٰ کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم سے منکر ہے اور کہتا ہے کہ مسیح جس پر انجیل نازل ہوئی تھی وہ میں ہی ہوں۔ ان باتوں سے عربی صاحب کے دل میں بہ تقتضائے غیرت اسلامی ایک اشتعال پیدا ہوا تب انہوں نے عربی زبان میں اس عاجز کی طرف ایک خط لکھا جس میں یہ فقرات بھی درج تھے: إن کنت عیسی ابن مریم فأنزل علینا مائدۃ أیها الکذاب۔ إن کنت عیسی ابن مریم فأنزل علینا مائدۃ أیها الدجال یعنی اگر تو عیسی بن مریم ہے تو اے کذاب اے دجال ہم پر مائدہ نازل کر۔ لیکن معلوم نہیں کہ یہ کس وقت کی دعا تھی کہ جو منظور ہوگئی اور جس مائدہ کو دے کر خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے آخر وہ قادر خدا انہیں اس طرف کھینچ لایا۔ لودھیانہ میں آئے اور اس عاجز کی ملاقات کی اور سلسلہ بیعت میں داخل ہوگئے۔ فالحمد للہ الذی نجاہ من النار و أنزل علیہ مائدۃ من السماء۔

ان کا بیان ہے کہ جب مَیں آپ کی نسبت بُرے اور فاسد ظنون میں مبتلا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے کہتا ہے کہ یا محمد أنت کذاب یعنی اے محمد کذاب تُو ہی ہے۔ اور ان کا یہ بھی بیان ہے کہ تین برس ہوئے کہ مَیں نے خواب میں دیکھا تھا کہ عیسیٰ آسمان سے نازل ہوگیا ہے اور مَیں نے اپنے دل میں کہا تھا کہ انشاء اللہ القدیر مَیں اپنی زندگی میں عیسیٰ کو دیکھ لوں گا۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 538-539)

یوں حضرت محمد بن احمد مکی صاحبؓ نے 10 ر جولائی 1891ء کو پہلے عرب احمدی کی حیثیت سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ آپ کی بیعت 141 نمبر پر رجسٹر بیعت میں درج ہے۔ جہاں پورا نام یوں درج ہے: شیخ محمد بن شیخ احمد مکی من حارۃ شعب عامر۔

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 355)

بیعت کے بعد آپ نے کچھ عرصہ قادیان میں قیام فرمایا اور 1892 کے جلسہ سالانہ میں بھی شرکت فرمائی۔ یہ جماعت کی تاریخ کا دوسرا جلسہ سالانہ تھا جس میں (327) احباب نے شمولیت اختیار کی جن میں سے ایک حضرت شیخ محمد بن احمد مکی تھے۔ ان تمام احباب کی فہرست حضور علیہ السلام نے اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے آخر پر دی ہے۔

کچھ عرصہ برکات سے مستفید ہونے کے بعد 1893ء میں آپؓ مکہ شریف بخیریت پہنچ گئے۔ فریضہ حج کی بجا آوری کے بعد 4 راگست 1893ء کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں اپنے بخیریت مکہ معظمہ پہنچنے اور حضورؑ وہاں سے خط کے ذریعہ حالات سے آگاہ کرنے کے علاوہ عربی زبان میں حضور علیہ السلام کے دعویٰ پر مشتمل کچھ لٹریچر بھجوانے کی درخواست کی۔ اسکے جواب میں آپؑ نے حمامۃ البشریٰ تالیف فرمائی۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام، آئینہ کمالات اسلام، حمامۃ البشریٰ، رجسٹر بیعت مطبوعہ تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 355، مضمون حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی مالی تحریکات روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 4 ر جنوری 2002ء، روزنامہ الفضل 19 ر مئی 1983ء، تین سو تیرہ اصحاب صدق وصفا از نصر اللہ خان ناصر و عاصم جمالی صفحہ 147-148)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجام آتھم کے آخر میں اپنے تین سو تیرہ اصحاب باصفا کی فہرست درج کی ہے اس میں آپ کا نام نمبر 98 پر مذکور ہے۔

عربوں کی طرف التفات اور ان کی تبلیغ کیلئے سلسلۂ تالیف

✿ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: (اردو ترجمہ از نور الحق نقل کیا جاتا ہے)

''جب ہند کی زمین میں ایسا زلزلہ آیا کہ ساری زمین ہل گئی اور علماء میں میں نے بخل اور حسد پایا تو میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا کہ ان لوگوں سے اعراض کروں اور مکّہ کی طرف بھاگوں اور صلحاء عرب اور مکّہ کے برگزیدوں کی طرف توجہ کروں...... سو خدا تعالیٰ نے اس حاجت کے پیدا ہونے کے وقت میرے دل میں یہ القاء کیا کہ میں کھلی کھلی عربی میں چند کتابیں تالیف کروں۔ سو میں نے خدا کے فضل اور اسکی رحمت اور اسکی توفیق سے ایک کتاب تالیف کی جس کا نام تبلیغ ہے پھر دوسری کتاب تالیف کی جس کا نام تحفہ ہے پھر تیسری کتاب تالیف کی جس کا نام کرامات الصادقین ہے، پھر چوتھی کتاب تالیف کی جس کا نام حمامۃ البشریٰ ہے ...... اور میں نے ان کتابوں کو صرف زمین عرب کے جگر گوشوں کیلئے تالیف کیا ہے۔'' (اردو ترجمہ از نور الحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 19-20)

حضور علیہ السلام کی پہلی عربی کتاب:

✿ 11 ر جنوری 1893ء کو جب حضورؑ اپنی معرکۃ الآراء کتاب آئینہ کمالات اسلام کے اُردو حصہ کی تالیف سے فارغ ہوئے تو مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے ایک مجلس میں حضرت اقدسؑ سے عرض کیا کہ اس کتاب کے ساتھ مسلمان فقراء اور پیرزادوں پر اتمام حجت کیلئے ایک خط بھی شائع ہونا چاہئے جو دن رات بدعات میں غرق ہیں اور خدا کے قائم کردہ اس سلسلہ سے بے خبر ہیں۔ حضورؑ کو یہ تجویز پسند آئی۔ چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں:

''میرا ارادہ تھا کہ یہ خط اُردو میں لکھوں لیکن رات کو بعض اشارات الہامی سے ایسا معلوم ہوا کہ یہ خط عربی میں لکھنا چاہئے اور یہ بھی الہام ہوا کہ ان لوگوں پر اثر بہت کم پڑے گا، ہاں اتمام حجت ہوگا۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5 صفحہ 359-360)

چنانچہ آپؑ نے خدا داد قوت و مقدرت سے نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں 'التبلیغ' کے عنوان سے ایک خط لکھا جس میں آپ نے ہندوستان، عرب، مصر، شام، ایران، ترکی، اور دیگر ممالک کے سجادہ نشینوں، زاہدوں، صوفیوں اور خانقاہ نشینوں تک پیغام حق پہنچایا۔

عربوں کو نہایت مؤثر کلمات میں دعوت:

اس کتاب میں حضورؑ نے عربوں کو براہ راست مخاطب فرمایا اور خدا تعالیٰ کے الہام وانعام اور اس کی مدد و نصرت وقوت سے معجزہ نما عربی زبان میں لکھی جانے والی اس کتاب کا تقاضا تھا کہ اس میں عربوں کیلئے لکھا جانے والا پیغام بے مثال اور مؤثر ترین ہوتا اور اعجازی رنگ لئے ہوئے ہوتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جن الفاظ میں حضور علیہ السلام نے عربوں کو مخاطب فرمایا وہ دل و دماغ پر اِک عجیب کیفیت برپا کر دیتے ہیں، حضور علیہ السلام نے اس پیغام کی ابتداء ان الفاظ سے فرمائی:

السلام علیکم أیها الأتقیاء الأصفیاء من العرب العرباء، السلام علیکم یا أهل أرض النبوة وجیران بیت الله العظمی......''

اس خطاب کے ایک حصہ کا ترجمہ یہاں درج کیا جاتا ہے تا ہم جن احباب کو عربی زبان سے واقفیت ہے انہیں چاہئے کہ حضورؑ کے اصل عربی کلمات پڑھ کر علمی، ادبی اور روحانی طور پر لطف اٹھائیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

السلام علیکم! اے عرب کے تقویٰ شعار اور برگزیدہ لوگو۔ السلام علیکم! اے سرزمین نبوت کے باسیو اور خدا کے عظیم گھر کی ہمسائیگی میں رہنے والو۔ تم اقوام اسلام میں سے بہترین قوم ہو اور خدائے بزرگ و برتر کا سب سے چنیدہ گروہ ہو۔ کوئی قوم تمہاری عظمت کو نہیں پہنچ سکتی۔ تم شرف و بزرگی اور مقام و مرتبہ میں سب پر سبقت لے گئے ہو۔ تمہارے لئے تو یہی فخر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا آغاز حضرت آدم سے کر کے اُسے اُس نبی پر ختم کیا جو تم میں سے تھا اور تمہاری ہی زمین اس کا وطن اور مولد و مسکن تھی......

اے اللہ تو روئے زمین پر موجود پانی کے تمام قطروں اور ذرّوں اور زندوں اور مُردوں اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ ظاہر یا مخفی ہے ان سب کی تعداد کے برابر آپ ﷺ پر رحمت اور سلامتی اور برکت بھیج اور ہماری طرف سے آپ کو اس قدر سلام پہنچا جس سے آسمان کناروں تک بھر جائے۔

مبارک ہے وہ قوم جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھا اور مبارک ہے وہ دل جو آپ ﷺ تک جا پہنچا اور آپ میں کھو گیا اور آپ کی محبت میں فنا ہوگیا۔

اے اُس زمین کے باسیو جس پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مبارک قدم پڑے! اللہ تم پر رحم کرے اور تم سے راضی ہو جائے اور تمہیں راضی برضا کر دے۔

اے بندگانِ خدا! مجھے تم پر بہت حسن ظن ہے۔ اور میری روح تم سے ملنے کیلئے

پیاسی ہے۔ میں تمہارے وطن اور تمہارے بابرکت وجودوں کو دیکھنے کے لئے تڑپ رہا ہوں تا کہ میں اس سرزمین کی زیارت کرسکوں جہاں حضرت خیرُ الوریٰ ﷺ کے مبارک قدم پڑے، اور اس مٹی کو اپنی آنکھوں کیلئے سرمہ بنا لوں۔ اور میں مکہ اور اس کے صلحاء اور اس کے مقدس مقامات اور اس کے علماء کو دیکھ سکوں۔ اور تا کہ میری آنکھیں وہاں کے اولیائے کرام سے مل کر اور وہاں کے عظیم مناظر کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوں۔ پس میری خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اپنی بے پایاں عنایت سے آپ لوگوں کی سرزمین کی زیارت نصیب فرمائے اور آپ لوگوں کے دیدار سے مجھے خوش کر دے۔

اے میرے بھائیو! مجھے تم سے اور تمہارے وطنوں سے بے پناہ محبت ہے۔ مجھے تمہاری راہوں کی خاک اور تمہاری گلیوں کے پتھروں سے محبت ہے۔ اور میں تمہیں کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دیتا ہوں۔

اے عرب کے جگر گوشو! اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو خاص طور پر بے پناہ برکات، بے شمار خوبیوں اور عظیم فضلوں کا وارث بنایا ہے۔ تمہارے ہاں خدا کا وہ گھر ہے جس کی وجہ سے اُمُّ الْقُرٰی کو برکت بخشی گئی اور تمہارے درمیان اس مبارک نبی کا روضہ ہے جس نے توحید کو دنیا کے تمام ممالک میں پھیلایا اور اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر کیا۔

تمہیں میں سے وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے سارے دل اور ساری روح اور کامل عقل وسمجھ کے ساتھ اللہ اور اسکے رسول کی مدد کی، اور خدا کے دین اور اسکی پاک کتاب کی اشاعت کیلئے اپنے مال اور جانیں فدا کردیں۔ بے شک یہ فضائل آپ لوگوں ہی کا خاصہ ہیں اور جو آپ کی شایانِ شان عزت واحترام نہیں کرتا وہ یقیناً ظلم وزیادتی کا مرتکب ہوتا ہے۔

اے میرے بھائیو! میں آپ کی خدمت میں یہ خط ایک زخمی دل اور بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ لکھ رہا ہوں۔ پس میری بات سنو، اللہ تعالیٰ تمہیں اسکی بہترین جزاء عطا فرمائے۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5 صفحہ 419-422)

اہالیانِ عرب کا نام لے لے کر خطاب اور دعوت:

پھر اسی کتاب یعنی التبلیغ میں ہی دوسری جگہ حضورؑ نے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: اے عرب کے مشائخ اور حرمین شریفین کے چنیدہ لوگو، میں نے ان تمام امور کو ہندوستان کے علماء کے سامنے رکھا لیکن انہوں نے ان کو قبول نہ کیا۔ مَیں نے انہیں سمجھایا لیکن وہ نہ سمجھے، مَیں نے ان کو جگانے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں جاگے بلکہ اس کے برعکس میری تکفیر وتکذیب کی کوششوں میں لگ گئے۔

اے عرب اور مصر اور بلاد شام وغیرہ کے برادران، جب مَیں نے دیکھا کہ یہ ایک عظیم نعمت ہے اور آسمان سے نازل ہونے والا مائدہ ہے اور عطاؤں والے خدا کی طرف سے ایک قابل قدر نشان ہے تو میرے دل نے پسند نہیں کیا کہ میں آپ کو اس میں شریک نہ کروں۔ چنانچہ مَیں نے اس کی تبلیغ کرنا فرض سمجھا اور اسے ایسے قرض کے مشابہ دیکھا جس کا حق اس کو ادا کئے بغیر ادا نہیں ہوتا۔

اب مَیں نے آپ کو وہ سب کہہ دیا ہے جو میرے لئے میرے رب کی طرف سے ظاہر ہوا ہے اور میں اس بات کے انتظار میں ہوں کہ تم کس طرح اس کا جواب دیتے ہو۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5 صفحہ 488-490)

حضور علیہ السلام کے پُرتاثیر کلمات کا جادو:

حضورؑ کے یہ پُرتاثیر کلمات ایسے ہیں کہ پتھر سے پتھر دل کو بھی پگھلا کے رکھ دیں۔ لیکن اُس زمانہ میں حضورؑ کی کتب کا عربوں تک پہنچنا نہایت مشکل تھا اسلئے اس عرصہ میں شاید عرب ممالک کے کچھ زیادہ لوگوں پر اس تحریر کا جادو ظاہر نہ ہوا۔ لیکن تاریخ نے سینۂ قرطاس پر بصد فخر ایک مثال یوں محفوظ کی کہ طرابلس کے ایک مشہور عالم السید محمد سعید الشامی نے جب یہ کتاب پڑھی تو بے ساختہ کہا: ''واللہ ایسی عبارت عرب نہیں لکھ سکتا'' اور بالآخر اس سے متاثر ہو کر احمدیت قبول کرلی۔

(ملخص از تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 473)

نبی کریم ﷺ کی شان میں قصیدہ:

اسی کتاب ''التبلیغ'' کے آخر میں حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں ایک معجزہ نما عربی قصیدہ بھی رقم فرمایا ہے جب یہ قصیدہ السید محمد سعید الشامی کو دکھایا گیا تو وہ پڑھ کر بے اختیار رونے لگے اور کہا: خدا کی قسم میں نے اس زمانہ کے عربوں کے اشعار بھی کبھی پسند نہیں کئے مگر ان اشعار کو میں حفظ کروں گا۔ (تاریخ احمدیت، جلد 1 صفحہ 473)

یہ قصیدہ جماعت کے ہر چھوٹے بڑے میں یکساں مقبول ہے۔ اسکی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے:

يَا عَيْنَ فَيْضِ اللهِ وَالْعِرْفَانِ
يَسْعٰى اِلَيْكَ الْخَلْقُ كَالظَّمْاٰنِ

اوّل ابدال الشام:

حضرت السید محمد سعید الشامی صاحب رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر ہوا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے متعلق بھی یہاں کچھ عرض کر دیا جائے۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کے مطابق ابدال الشام میں سے پہلے صالح انسان تھے جنہیں حضرت مسیح موعود کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نہایت درجہ بزرگ اور نابغہ روزگار عالم تھے، فخر الشعراء اور مجد الادباء کے ناموں سے یاد کئے جاتے تھے اور طرابلس کے رہائشی تھے جو کہ بیروت سے تیس کوس کے فاصلے پر ہے۔ آپ طرابلس سے براستہ کراچی کرنال گئے، وہاں سے دہلی بغرض علاج حکیم اجمل خان دہلوی کے پاس گئے اور دہلی کے مشہور مدرسہ فتح پوری میں علوم عربیہ کی تدریس کے فرائض بجالاتے رہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے رابطہ اور بیعت:

حضرت حافظ محمد یعقوب رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے جو دہرہ دُون میں رہتے تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت محمد سعید صاحب کا تعارف ہوا۔ ایک دفعہ آپؓ محترم حافظ صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حافظ صاحب نے آئینہ کمالات اسلام (جس کا عربی حصہ التبلیغ کے نام سے شائع ہوا) میں مندرجہ آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں نعتیہ قصیدہ سے آپ کا تعارف کروایا جسے پڑھ کر آپ بے ساختہ پکار اٹھے کہ ''عرب بھی اس سے بہتر کلام نہیں لا سکتے۔''

التبلیغ کی عربی زبان کا سحر اور نعتیہ قصیدہ کی ادبی بلاغت اور معانی کے بحر زخار نے آپکی سوچ میں تلاطم برپا کردیا اور آپ کشاں کشاں قادیان چلے آئے۔ آپ تقریباً سات ماہ تک تحقیق میں مصروف رہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام کو نہایت قریب سے دیکھا اور حضورؑ کے علمی فیضان سے متمتع ہوئے اور بالآخر بعض مبشر رؤیا کی بناء پر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوگئے۔

حضرت محمد سعید صاحب الشامی رضی اللہ عنہ نے دو کتابیں بھی تصنیف کیں۔ ایک ''الاصاف بین الاحباء'' اور دوسری ''إیقاظ الناس'' ہے۔

(عالم روحانی کے لعل وجواہر نمبر 167۔ مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ 21 جولائی 2001ء، صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام تقریر جلسہ سالانہ 1964ء، ذکر حبیب صفحہ 42، بحوالہ تین سو تیرہ اصحاب صدق وصفا از نصر اللہ خان ناصر وعاصم جمالی صفحہ 101-103)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجام آتھم کے آخر میں تین سو تیرہ اصحاب کی جو فہرست دی ہے اس میں آپ کا نام 55 نمبر پر مذکور ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم مبارک سے آپؓ کے اوصاف کا بیان:

❁ آپ علیہ السلام نے اپنی کتاب نور الحق میں شامی صاحب کا بہت تفصیل سے ذکر فرمایا ہے تاہم اس مضمون میں اختصار کے ساتھ حضور علیہ السلام کے بعض جملے نقل کئے جاتے ہیں۔ فرمایا:

اور مَیں نے ان کتابوں (التبلیغ، تحفہ بغداد، کرامات الصادقین، حمامۃ البشریٰ، ناقل) کو صرف زمین عرب کے جگر گوشوں کے لئے تالیف کیا ہے اور میری بڑی مراد یہی تھی کہ ان مقدس جگہوں اور مبارک شہروں میں میری کتابیں شائع ہو جائیں۔ پس مَیں نے دیکھا کہ کتابوں کا ان ملکوں میں شائع ہونا ایک ایسے نیک انسان کے وجود کی فرع ہے جو شائع کرنے والا ہو...... سو مَیں تضرع کے ہاتھ اٹھاتا اور دعائیں عاجزی سے کرتا تھا کہ یہ آرزو اور مراد میرے لئے حاصل اور متحقق ہو یہاں تک کہ میری دعا قبول ہوگئی اور میری طرف خدا کا فضل ایک ایسے آدمی کو کھینچ لایا جو صاحب علم اور فہم اور مناسبت تھا اور نیک بختوں میں سے تھا۔ اور مَیں نے اس کو پاک اصل اور پسندیدہ خلق والا اور پاک فطرت والا اور دانا اور پرہیزگار پایا۔

پھر حضور علیہ السلام نے انکی اور انکے اخلاق اور عادات کی تعریف فرمانے کے بعد فرمایا:

اور بھائیو یہ بھی تمہیں معلوم رہے کہ دیار عرب میں کتابوں کے شائع کرنے کا معاملہ اور ہماری کتابوں کے عمدہ مطالب عرب کے لوگوں تک پہنچانا کچھ تھوڑی سی بات نہیں بلکہ ایک عظیم الشان امر ہے اور اس کو وہی پورا کرسکتا ہے جو اس کا اہل ہو...... سوان مشکلات کی وجہ سے جو تم سن چکے مصلحت دینی نے تقاضا کیا جو اس کام کے لئے ہم اس عالم مذکور کو منتخب کریں جس کا نام محمد سعید النشار الحمیدی الشامی ہے۔

پھر حضورؑ نے اپنے اس صحابی کیلئے زادِ راہ بہم پہنچانے کی تحریک فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

اور اپنے بھائی کے لئے کچھ زادِ سفر بہم پہنچاؤ جو اس کے سفر بحری اور بری کے لئے کافی ہو...... اور چاہئے کہ بھیجنے والے جلدی کریں کیونکہ وقت تنگ ہے اور مہمان عزیز سفر کو تیار

ہے اور ہم پر واجب ہو چکا ہے کہ جو غفلت میں ہیں ان کو بہت جلد متنبہ کریں ...... پس تم مدد کے لئے آگے قدم بڑھاؤ اور مت پیچھے ہٹو...... اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ایک دوسرے سے سبقت کرو۔‘‘ (اردو ترجمہ منقول از نور الحق حصہ اوّل، روحانی خزائن، جلد 8، صفحہ 19 تا 29)

حَمَامَةُ الْبُشْریٰ۔
اہل مکہ کیلئے تبلیغی کتاب:

قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت محمد بن احمد مکی صاحبؓ جب بیعت کے بعد مکہ شریف گئے تو وہاں تبلیغ کا کام شروع کر دیا اور اپنے ایک دوست علی طائع صاحب کے حوالے سے حضورؑ کی خدمت میں لکھا کہ حضورؑ انہیں اپنی کتب بھجوائیں تو وہ انہیں شرفاء و علماء مکہ مکرمہ میں تقسیم کریں گے۔ اس خط کے ملنے پر حضورؑ نے اسے تبلیغ حق کا ایک غیبی سامان سمجھتے ہوئے ’’حمامۃ البشریٰ‘‘ عربی زبان میں تصنیف فرمائی جس میں حضورؑ نے دعویٰ مسیحیت، دلائل وفات مسیح اور نزول مسیح اور خروج دجال کا مفصل بیان اور مکفرین علماء کی طرف سے آپ کے عقائد اور دعویٰ پر اعتراضات کا جواب دیا ہے۔

یہ کتاب حضورؑ نے 1893ء میں ہی تصنیف فرما دی تھی تاہم اس کی اشاعت فروری 1894ء میں ہوئی۔ اس میں حضور علیہ السلام نے حضرت محمد بن احمد مکی صاحبؓ کا خط بھی درج فرمایا ہے۔ اس کتاب کے ٹائٹل پیج پر حضور علیہ السلام نے دو شعر درج فرمائے ہیں جو نہایت ہی لطیف ہیں اور ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ؎

حمامتنا تطیر بریش شوق
وفی منقارھا تحف السلام
إلی وطن النبی حبیب ربی
وسید رسلہ خیر الأنام

یعنی ہماری کبوتری اپنی چونچ میں سلامتی کے تحفے لئے ہوئے شوق کے پروں کے ساتھ میرے رب کے محبوب اور نبیوں کے سردار، سرور کائنات نبی اکرم ﷺ کے وطن کی طرف محو پرواز ہے۔

محض للہ ساتھ دینے کی دعوت:

چونکہ یہ کتاب اہل مکہ و حجاز اور دیگر بلاد عربیہ کے باسیوں کیلئے ہی لکھی گئی تھی اس لئے اس میں حضورؑ نے عربوں کو بڑے پُرتاثیر الفاظ میں مخاطب فرمایا اور اپنی جماعت میں شمولیت کی دعوت دی۔ مشتے از خروارے کے طور پر ایک اقتباس کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

’’اے عرب کے شریف النفس اور عالی نسب لوگو! میں قلب و روح سے آپ کے ساتھ ہوں۔ مجھے میرے ربّ نے عربوں کے بارہ میں بشارت دی ہے اور الہاماً فرمایا ہے کہ میں اُن کی مدد کروں اور انہیں اُن کا سیدھا راستہ دکھلاؤں، اور انکے معاملات کی اصلاح کروں، اور اس کام کی انجام دہی میں مجھے آپ لوگ انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب و کامران پائیں گے۔

اے عزیزو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کی تائید اور اس کی تجدید کیلئے مجھ پر اپنی خاص تجلّیات فرمائی ہیں اور مجھ پر اپنی برکات کی بارش برسائی ہے۔ اور مجھ پر قسما قسم کے انعامات کئے ہیں، اور مجھے اسلام اور نبی کریمؐ کی امت کی بدحالی کے وقت میں اپنے خاص فضلوں اور فتوحات اور تائیدات کی بشارت دی ہے۔ پس اے قوم عرب! مَیں نے چاہا کہ تم لوگوں کو بھی ان نعمتوں میں شامل کروں۔ میں اس دن کا شدت سے منتظر تھا، پس کیا تم خدائے رب العالمین کی خاطر میرا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو؟ (حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن، جلد 7، صفحہ 182-183)

عربوں تک کتب پہنچانے کی تڑپ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عربوں تک پہنچانے کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا ذکر کر کے بڑے درد سے لکھا کہ:

میں یہ کتب اور رسائل آپ کو بھجنا چاہتا تھا لیکن میں نے سنا ہے کہ سلطان کے کارندے راستے میں ہی تفتیش کرتے اور کتابوں کو پڑھتے ہیں اور ادنیٰ گمان سے واپس کردیتے ہیں۔ پس اے عزیزو! تم ہی بتاؤ کہ میں کس طور یہ کتب روانہ کروں اور کس تدبیر سے یہ تمہارے پاس پہنچ سکتی ہیں؟ میں یہاں پر کوشش کر رہا ہوں اور اہل تجربہ سے مشورہ کرتا رہتا ہوں۔ (اردو ترجمہ از حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن جلد 7، صفحہ 182)

عربی زبان میں دیگر تبلیغی لٹریچر:

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عربوں میں تبلیغ کیلئے 22 کتب خدا تعالیٰ کی خاص قدرت سے سکھائی گئی عربی زبان میں تالیف فرمائیں جو الٰہی معارف و حقائق کے موتیوں اور علمی و روحانی جواہر سے آراستہ ہیں۔ یہ کتب بفضلہ تعالیٰ منصف مزاج عرب قارئین کا دل موہ لینے والی ہیں۔ یاد رہے کہ ان 22 کتب میں سے بعض تو مکمل طور پر عربی میں لکھی گئی ہیں اور بعض اردو کتب کے عربی حصے کے طور پر شامل کی گئی ہیں۔

وفد نصیبین اور
بطور تبلیغ عربی تصنیف کی خواہش

جن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب (مسیح ہندوستان میں) تالیف فرما رہے تھے۔ انہی ایام میں معلوم ہوا تھا کہ نصیبین (ملک عراق، عرب) میں حضرت مسیح ناصری کے بعض آثار موجود ہیں جن سے ان کے اس سفر کا پتہ ملتا ہے اور تصدیق ہوتی ہے کہ وہ کشمیر میں آ کر رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرین مصلحت سمجھا تھا کہ ایک وفد کو نصیبین بھیجا جائے جو ان آثار و حالات کی خود تحقیق کرے اور پھر اسی راستہ سے جو حضرت مسیح نے کشمیر آنے کے لئے تجویز کیا تھا واپس ہوتے ہوئے قادیان پہنچ جائے۔ تین رکنی اس وفد کے بارہ میں حضورؑ نے فرمایا کہ:

ان کیلئے ایک عربی تصنیف بھی میں کرنی چاہتا ہوں جو بطور تبلیغ کے ہو اور جہاں جہاں وہ جائیں اسکو تقسیم کرتے رہیں۔ اس طرح پر اس سفر سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ ہمارے سلسلہ کی اشاعت بھی ہوتی جائے گی۔

اس وفد کو الوداع کرنے کیلئے ایک جلسہ 12 تا 14 رنومبر 1899 میں منعقد ہوا جسے جلسہ الوداع کہا گیا۔ لیکن بعض پیش آمدہ امور ضروریہ کی وجہ سے یہ وفد نصیبین کیلئے روانہ نہ ہوسکا۔ (تفصیل کیلئے دیکھیں: ملفوظات، جلد 1، صفحہ 331 تا 336)

عرب علماء کو مقابلہ کی دعوت
اور انکی ہزیمت کی پیشگوئی

تبلیغ کا ایک ذریعہ مخالفین پر الٰہی نشانات کے ذریعہ اتمام حجت کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الٰہی معارف کو معجزانہ طور پر سیکھی ہوئی عربی زبان میں نہایت اعجازی رنگ میں بیان کر کے منکرین کو اسکی نظیر لانے کا چیلنج دیا۔ ذیل میں عربوں کو یہ چیلنج دینے کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

❁ اِعجَازُ المَسِیح

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو اپنے بالمقابل فصیح و بلیغ عربی میں قرآن کریم کی سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کا چیلنج دیا اور یہ فرمایا کہ:

انہیں اجازت ہے کہ وہ اس تفسیر میں دنیا کے علماء سے مدد لیں، عرب کے بلغاء فصحاء بلالیں، لاہور اور دیگر بلاد کے عربی دان پروفیسروں کو بھی مدد کے لئے طلب کریں۔ اس اعلان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی خاص تائید سے حضرت اقدس علیہ السلام نے مدت معینہ کے اندر 23 رفروری 1901 کو ’’اعجاز المسیح‘‘ کے نام سے فصیح و بلیغ عربی زبان میں سورہ فاتحہ کی تفسیر شائع کردی۔ لیکن نہ پیر گولڑوی کو اور نہ عرب و عجم کے کسی ادیب فاضل کو اس کی مثل لکھنے کی جرأت ہوئی۔

جب اس کتاب کے جواب سے ہندوستان کے تمام علماء عاجز آ گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے بلاد عرب یعنی حرمین اور شام اور مصر وغیرہ بھجوانا مناسب خیال فرمایا۔ چنانچہ مصر میں کئی جگہ یہ کتاب بھجوائی گئی اور ایک نسخہ اخبار ’’المنار‘‘ کے ایڈیٹر کو بھی ارسال کیا گیا۔ چونکہ اس کتاب میں مسئلہ جہاد کے غلط تصور کا ردّ تھا اس لئے اصل مقصد اس کے بھجوانے سے ان لوگوں کے غلط تصور جہاد کی اصلاح کرنا تھا۔ اس لئے جب ایڈیٹر المنار نے جہاد کے متعلق حضورؑ کی تحریر پڑھی تو اپنے تعصب کی وجہ سے جل گیا اور اس نے آنکھیں بند کر لیں، اور سخت گوئی اور گالیوں پر آ گیا، اور المنار میں بہت تحقیر اور توہین سے حضرت مسیح موعودؑ کو یاد کیا۔ یہ پرچہ کسی طرح پنجاب میں پہنچ گیا اور بعض متعصب مُلّاؤں کے ہاتھ لگ گیا جنہوں نے اس کا ترجمہ کر کے اور مزید مصالحہ لگا کر ایک اخبار میں شائع کر وادیا اور جابجا بغلیں بجانے لگے کہ دیکھو اہل زبان ادیب نے مرزا صاحب کی کیسے خبر لی ہے۔ حالانکہ مدیر المنار کا اکثر غصہ جہاد کے بارہ میں حضورؑ کے مضمون پر تھا۔ ورنہ قاہرہ کے ہی اخبار المناظر کے ایڈیٹر نے، جو ایک نامی ایڈیٹر تھا جس کی تعریف ایڈیٹر المنار بھی کرتا تھا، اپنے اخبار میں صاف طور پر اقرار کیا کہ کتاب اعجاز المسیح درحقیقت فصاحت و بلاغت میں بے مثال کتاب ہے اور صاف گواہی دی کہ اس کی مثل بنانے پر دوسرے مولوی ہرگز قادر نہ ہوں گے۔ نیز کہا کہ اعجاز المسیح کی فصاحت و بلاغت درحقیقت معجزہ کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ اسی طرح قاہرہ ہی سے نکلنے والے عیسائی اخبار ’الہلال‘ کے ایڈیٹر نے بھی اعجاز المسیح کی فصاحت و بلاغت کی تعریف کی۔

(ماخوذ از اشتہار حضرت مسیح موعود مورخہ 18 نومبر 1901، مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 242 تا 245)

کتاب اعجاز المسیح کے جواب سے صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے ہندوستان یا مصر ہی کے علماء عاجز نہیں آئے تھے بلکہ آج تک یہ معجزہ قائم ہے اور کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ اس عظیم کتاب کا جواب لکھنے کی کوشش بھی کر سکے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ سے الہام پا کر اس کتاب میں لکھ چکے تھے کہ:

’’میں نے اس کتاب کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اسے علماء کے لئے معجزہ بنائے اور

کوئی ادیب اس کی نظیر لانے پر قادر نہ ہو۔ اور ان کو لکھنے کی توفیق نہ ملے۔ اور میری یہ دعا قبول ہوگئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی اور کہا: مَنَعَهُ مَانِعٌ مِنَ السَّمَاءِ کہ آسمان سے ہم اسے روک دیں گے۔ اور میں سمجھا کہ اس میں اشارہ ہے کہ دشمن اس کی مثل لانے پر قادر نہیں ہوں گے۔ (خلاصہ عربی عبارت اعجاز المسیح، روحانی خزائن، جلد18، صفحہ 68-69)

اسی طرح اس کتاب کے سرورق پر آپ نے بطور تحدی فرمایا کہ:

فَإِنَّهُ كِتَابٌ لَيْسَ لَهُ جَوَابٌ. وَمَنْ قَامَ لِلْجَوَابِ وَتَنَمَّرَ فَسَوْفَ يَرَى أَنَّهُ تَنَدَّمَ وَتَذَمَّرَ.

یعنی یہ ایک لاجواب کتاب ہے اور جو شخص بھی غصہ میں آکر اس کتاب کا جواب لکھنے کیلئے تیار ہوگا وہ نادم ہوگا اور حسرت سے اس کا خاتمہ ہوگا۔

شیخ رشید رضا ایڈیٹر رسالہ المنار نے کہا: اہل علم کی ایک بڑی تعداد اس کتاب سے بہت بہتر کتاب ستر کی بجائے سات دن میں لکھ سکتے ہیں۔ (المنار المجلد الرابع)

شاید شیخ رشید رضا صاحب کو علم نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ شاید وہ بھول گئے کہ انبیاء پر ہونے والے اعتراضات ایک جیسے ہی ہوتے ہیں اور انبیاء کے مخالف ہمیشہ ایک سا ہی جواب دیتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اور قرآن پر اعتراض کرنے والوں نے کہا تھا کہ: لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا إِنْ هٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ (الانفال:32)

یعنی اگر ہم چاہیں تو اس جیسا کلام کہہ سکتے ہیں۔ کل انہوں نے یہ کہا تھا اور آج شیخ رشید رضا نے کہا کہ اس جیسی کتاب تو بہت سے لوگ لکھ سکتے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کفار مکہ قرآن جیسی کتاب لکھنے میں کامیاب ہوگئے؟ ہرگز نہیں۔ اور یہی ان کے جھوٹا ہونے اور عاجز آجانے کی واضح دلیل ہے۔ اسی طرح شیخ رشید رضا اس چیلنج کے بعد ثلث صدی تک زندہ رہے۔ لیکن کیا وہ اس جیسی یا اس سے بہتر کتاب لکھنے میں کامیاب ہو گئے؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا یہ شیخ رشید رضا کی کذب بیانی اور افتراء اور عاجز آجانے کی واضح دلیل ٹھہری۔

اسی طرح ایک مصری اخبار الفتح نے لکھا کہ: مرزا غلام احمد نے اپنی بے سروپا کتب لکھنے کے لئے ایک شامی کو تنخواہ پر رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے بھی اپنے اس قول میں اپنے سے قبل انبیاء کے مخالفین کا قول ہی دہرایا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے اس بات کا طعنہ دیا تھا اور کہا تھا کہ: إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ (النحل:104) یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی اور آدمی آکر تعلیم دیتا اور سکھاتا ہے۔

ایسے ہی انبیاء کے مخالف لوگوں کی عقلیں ماری جاتی ہیں۔ کیونکہ انکے اقوال ہمیشہ متضاد ہوا کرتے ہیں۔ اس کی ایک اور مثال سنیں:

اخبار الفتح نے لکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ایک شامی عربی نے لکھی ہیں جبکہ اخبار المنار کے ایڈیٹر شیخ رشید رضا نے لکھا کہ: حضور کی تحریر میں عجمیوں کی سی رکاکت پائی جاتی ہے۔ اب کوئی بھی عقلمند ان دونوں باتوں کا تضاد حل کرکے نہیں دکھا سکتا۔ ایک کہتا ہے کہ اتنی اچھی عربی ہے کہ عجمی لکھ ہی نہیں سکتا بلکہ ایک شامی عربی نے لکھی ہے۔ دوسرا کہتا ہے اتنی پھسپھسی تحریر ہے کہ صاف پتہ چلتا ہے کسی عجمی نے لکھی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا کیا ہی پیارا جواب دیا۔ آپ ایک عربی قصیدہ میں فرماتے ہیں:

أُنْظُرْ إلى أقوالهم تتناقض
سلب العناد إصابة الآراء
طورا إلى عرب عزوه وتارة
قالوا كلام فاسد الإملاء
هذا من الرحمن يا حزب العدا
لا فعل شامي ولا رفقائي

ترجمہ: تُو ان کی باتوں اور ان میں موجود تضاد کو دیکھ کہ کس طرح دشمنی نے ان سے درست بات کہنے کی طاقت بھی سلب کر لی ہے۔ کبھی تو میرے کلام کو کسی عرب کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ اس کی تو املاء ہی فاسد ہے۔

اے گروہ دشمناں! یہ تو خدائے رحمان کی طرف سے ہے۔ نہ کسی شامی کا کام ہے نہ ہی میرے رفقاء کا۔

حضور علیہ السلام کے اس جواب کے بعد کسی اور جواب کی ضرورت نہیں رہتی۔

(اعجاز المسیح، نزول المسیح، اَلْهُدٰى وَالتَّبْصِرَةُ لِمَنْ يَرٰى، رسالہ البشریٰ، نومبر۔دسمبر 1935ء)

ایک اور چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب شیخ رشید رضا کی بدزبانی اور تمسخر کی خبر ملی تو حضورؑ نے ایک اشتہار شائع فرمایا جس کا کسی قدر بیان ہو چکا ہے۔ اس اشتہار میں حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ میں ایک اور کتاب لکھتا ہوں جسے ایڈیٹر المنار کو بھجوایا جائے گا اور بڑے اصرار کے ساتھ اس سے اس کتاب کی نظیر طلب کی جائے گی۔ (اشتہار بتاریخ 18 نومبر 1901ء)

چنانچہ حضور علیہ السلام نے لکھا (ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے): اگر مدیر المنار نے اس کا اچھا اور عمدہ ردّ لکھا تو میں اپنی کتابیں جلا دوں گا اور اس کی قدم بوسی کروں گا۔

(اَلْهُدٰى وَالتَّبْصِرَةُ لِمَنْ يَرٰى، روحانی خزائن، جلد18، صفحہ 264)

اس کے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام نے یہ پیشگوئی بھی فرمادی: أم له في البراعة يد طولى؟ سيهزم فلا يُرى، نبأ من الله الذي يعلم السرّ وأخفى۔

یعنی کیا مدیر المنار کو فصاحت اور بلاغت میں بڑا کمال حاصل ہے؟ وہ یقیناً شکست کھائے گا اور میدان مقابلہ میں نہ آئے گا۔ یہ پیشگوئی اس خدا کی طرف سے ہے جو نہاں در نہاں باتوں کا علم رکھتا ہے۔

(اَلْهُدٰى وَالتَّبْصِرَةُ لِمَنْ يَرٰى، روحانی خزائن، جلد18، صفحہ 254)

اسی طرح دوسرے ادیبوں اور علماء کے متعلق فرمایا: أم يزعمون أنهم من أهل اللسان؟ سيهزمون ويولّون الدبر۔

یعنی: کیا وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اہل زبان ہیں؟ وہ عنقریب شکست کھائیں گے اور میدان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

(الهدى والتبصرة لمن يرى، روحانی خزائن، جلد18، صفحہ 268)

یہ کتاب حضور علیہ السلام نے لکھ کر 12 جون 1902ء کو چھاپ دی اور اس کا ایک نسخہ شیخ رشید رضا کو بھی بھجوایا گیا لیکن انہیں یہ توفیق نہ ملی کہ اسکے جواب میں ایسی فصیح وبلیغ کتاب لکھ کر آپ کی پیشگوئی کو باطل ثابت کرتے۔

(ماخوذ از روحانی خزائن، جلد18، صفحہ 12)

مواهبُ الرّحمٰن

مصری جریدہ ”اللّواء“ کے ایڈیٹر مصطفیٰ کمال پاشا کو انگریزی زبان میں ایک اشتہار ملا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ اور آپ کے اور آپ کے کامل متبعین کے طاعون سے حفاظت سے متعلق وعدہ الٰہی کا ذکر تھا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ حفاظت کی بناء پر آپ نے فرمایا کہ مجھے اور میرے ”الدّار“ میں رہنے والوں کو طاعون کا ٹیکا لگوانے کی ضرورت نہیں۔ اس پر اس مصری اخبار کے ایڈیٹر نے یہ اعتراض کیا کہ آپ نے ٹیکا کی ممانعت کرکے ترک اسباب کیا ہے اور دوا نہ کرنے کو مدار توکل قرار دیا ہے اور یہ امر قرآن مجید کے مخالف اور آیت وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرہ:196) کے منافی ہے، اور توکل کے بھی خلاف ہے۔

اس اعتراض کے جواب میں حضرت اقدس علیہ السلام نے عربی میں ’مواہب الرحمن‘ کے نام سے کتاب تصنیف فرمائی جو جنوری 1903ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں حضورؑ نے ایڈیٹر موصوف کے اعتراضات کا مفصل جواب عطا فرمایا۔ نیز اپنے عقائد اور جماعت کی تعلیم اور نشانات کا ذکر فرمایا ہے۔

(ماخوذ از روحانی خزائن، جلد19، صفحہ 16-17)

اس کتاب کی اشاعت کے بارہ میں حضورؑ نے فرمایا: ”سر دست بیس جلد مواہب الرحمن کی مجلد کروا کر مصر کے اخبار نویسوں کو بھیجی جاویں۔ اور اگر میری مقدرت میں ہوتا تو میں کئی ہزار مجلد کروا کر بھیجتا۔“

فرمایا ”یہاں کے لوگوں کا تو یہ حال ہے۔ شاید مصر کے لوگ ہی فائدہ اٹھالیں۔ جس قدر سعید روحیں خدا کے علم میں ہیں وہ ان کو کھینچ رہا ہے“۔ (ملفوظات، جلد5، صفحہ 67)

نیز فرمایا کہ ”دو ہزار چھپوا لیا جاوے۔ جہاں کہیں عرب میں بھیجنے کی ضرورت ہوئی بھیج دیا۔ مخالفت میں بھی ہمارے لئے برکت ہوتی ہے اور جو لکھتا ہے ہماری خیر کے لئے لکھتا ہے۔ ورنہ پھر تحریک کیسے ہو“

(ملفوظات، جلد4، صفحہ 304)

”التبلیغ“ پر ایک برعکس ردّعمل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ”التبلیغ“ کا بھی جہاں حضرت محمد سعید شامی صاحبؓ پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ وہ اس کی فصاحت وبلاغت اور روحانی معارف کے دیوانے ہوگئے، وہاں یہ کتاب بغداد سے حیدرآباد دکن میں آئے ہوئے ایک شخص السید عبدالرزاق قادری بغدادی صاحب نے بھی پڑھی اور اس کے بعد ایک اشتہار اور ایک خط عربی زبان میں لکھ کر حضورؑ کو بھیجا جس میں آپؑ کے دعویٰ کو خلاف شریعت اور ایسے مدعی کو واجب القتل قرار دیا جبکہ آپ کی کتاب ”التبلیغ“ کو معارض قرآن قرار دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے خط کو نیک نیتی پر محمول کرکے نہایت محبت آمیز طریقہ سے اس کے جواب میں عربی زبان میں اپنی کتاب تحفہ بغداد تصنیف فرمائی، جس

میں آپ نے شیخ بغدادی کے تمام شبہات کا مفصل جواب دیا نیز اپنے دعویٰ ماموریت اور وفات مسیح ناصری کا ثبوت اور امت محمدیہ میں مکالمات ومخاطبات الٰہیہ کا سلسلہ جاری رہنے کا ذکر فرما کر لکھا کہ مولویوں کے فتاویٰ تکفیر سے دھوکہ نہ کھائیں بلکہ میرے پاس آئیں اور بچشمِ خود حالات دیکھیں تا حقیقت کو پاسکیں۔ اور اگر آپ لمبے سفر کی تکلیف برداشت نہ کرسکیں تو اللہ تعالیٰ سے میرے بارہ میں ایک ہفتہ تک استخارہ کریں۔ استخارہ کا طریق بتا کر فرمایا کہ استخارہ شروع کرنے کے وقت سے مجھے بھی اطلاع دیں تا میں بھی اس وقت دعا کروں۔ اس کتاب میں حضورؑ نے نہایت ہی مؤثر طریق پر ایک قصیدہ کے ذریعہ شیخ بغدادی کو فرمایا کہ:

هداك الله هل قتلي يباح
وهل مثلي يدمر أو يجاح

یعنی (اے شیخ بغدادی) اللہ تمہیں ہدایت دے، کیا میرا قتل تیرے نزدیک امر مباح ہے؟ کیا میرے جیسے انسان کی تباہی اور بیخ کنی کا کوئی جواز ہے؟

شیخ بغدادی نے کہا تھا کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جھوٹے ہیں اور آپ کا علاج صرف تلوار ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے حضورؑ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں: اے میری مخالفت میں مجھے تلوار سے قتل کرنے کی دھمکیاں دینے والے، تجھے کیا معلوم کہ مجھ پر تو میرے پیارے آقا ﷺ کی محبت کی تلوار کب کی چل چکی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انکشافات کا اعتراف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہجرت مسیح ناصری کا عظیم انکشاف جب عرب ممالک میں پہنچا تو مدیر المنار شیخ رشید رضا نے لکھا:

ففراره إلى الهند وموته في ذلك البلد ليس ببعيد عقلا ونقلا۔ یعنی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کا ہندوستان کی طرف ہجرت کرنا اور اس ملک میں جا کر وفات پانا عقلی و نقلی اعتبار سے بعید از قیاس نہیں ہے۔

(تفسیر المنار، جلد 6، صفحہ 63)

اسی طرح ایک اور نامور عالم اور ادیب محمود عباس عقاد اپنی کتاب ”حياة المسيح وكشوف العصر الحديث“ میں قبر مسیح کے متعلق حضورؑ کے انکشاف کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ اسے کسی طور نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

(تاریخ احمدیت، جلد 1، صفحہ 530)

عربوں کو تبلیغ کے دیگر ذرائع

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں خدا تعالیٰ کی طرف سے معجزانہ طور پر سکھائی جانے والی فصیح و بلیغ زبان میں نہایت مؤثر رنگ میں اپنی عربی تالیفات کے ذریعہ عربوں میں تبلیغ کا فرض ادا کیا وہاں اسکے لئے دیگر ذرائع بھی اختیار کئے۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

فونوگراف کے ذریعہ عربی میں تبلیغی تقریر ریکارڈ کرنے کی تجویز:

31؍اکتوبر 1901ء کی ملفوظات کی ڈائری میں لکھا ہے: حضرت اقدس علیہ السلام حسب معمول سیر کو تشریف لے گئے راستہ میں فونوگراف کی ایجاد اور اس سے اپنی تقریر کو مختلف مقامات پر پہنچانے کا تذکرہ ہوتا رہا۔ چنانچہ یہ تجویز کی گئی کہ اس میں حضرت اقدس کی ایک تقریر عربی زبان میں بند ہو جو چار گھنٹہ تک جاری رہے۔ اس تقریر سے پہلے حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کی تقریر ایک انٹروڈکٹری نوٹ کے طور پر جس کا مضمون اس قسم کا ہو کہ انیسویں صدی مسیح کے سب سے بڑے انسان کی تقریر آپ کو سنائی جاتی ہے جس نے خدا کی طرف سے مامور ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور جو مسیح موعود اور مہدی موعود کے نام سے دنیا میں آیا ہے اور جس نے ارض ہند میں ہزاروں لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے اور جسکے ہاتھ پر ہزاروں تائیدی نشان ظاہر ہوئے، خدا تعالیٰ نے جس کی ہر میدان میں نصرت کی وہ اپنی دعوت بلاد اسلامیہ میں کرتا ہے سامعین خود اسے اس کے منہ سے سن لیں کہ اس کا کیا دعویٰ ہے اور اسکے دلائل اسکے پاس کیا ہیں۔ اس قسم کی ایک تقریر کے بعد پھر حضرت اقدس کی تقریر ہو گی اور جہاں جہاں یہ لوگ جائیں اسے کھول کر سناتے پھریں۔ (ملفوظات، جلد 2، صفحہ 378)

گو کسی وجہ سے عملی طور پر تو ایسا نہ ہوسکا لیکن اس بیان سے حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کے دل میں عربوں تک خدا کے مسیح اور مہدیؑ کی آواز پہنچانے کی تڑپ کا اندازہ ضرور ہوجاتا ہے۔

مصر میں تبلیغ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربوں تک اپنا پیغام پہنچانے کی اسی تڑپ کا اندازہ ملفوظات میں 29؍دسمبر 1902ء کی ڈائری کے اس حصہ سے بھی بخوبی ہوتا ہے جہاں یہ ذکر ہے کہ: ”ایک احمدی حج کو جاتے ہوئے کچھ عرصہ مصر میں مقیم رہے اور ابھی تک وہیں ہیں۔ اور حضرت اقدسؑ کی کتب کی اشاعت کر رہے ہیں۔ انہوں نے لکھا تھا کہ اگر حکم ہو تو مَیں اس سال حج ملتوی رکھوں اور مجھے اور کتب ارسال ہوں تو ان کی اشاعت کروں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ: ان کو لکھ دیا جاوے کہ کتابیں روانہ ہوں گی۔ ان کی اشاعت کے لئے مصر میں قیام کریں۔ اور حج انشاء اللہ پھر اگلے سال کریں۔ ”من أطاع الرسول فقد أطاع الله۔“

(ملفوظات، جلد 4، صفحہ 323-324)

قادیان آنے والے عربوں کو تبلیغ:

❁ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سب کو دعوت دی تھی کہ تحقیق کی غرض سے آئیں اور آپ کے پاس قادیان میں قیام کریں اور دلائل سن کر اور نشانات کو دیکھ کر پھر فیصلہ کریں۔ عرب دنیا کا پہلا احمدی اور پہلے ابدال الشام بھی اسی طریق پر آئے اور ہدایت یابی کا اعزاز پا گئے۔ علاوہ ازیں اگر کوئی محض معلومات حاصل کرنے کیلئے بھی آتا تو آپ اسکے سوالوں کے جواب دینے اور تحقیق کے حوالے سے اسکی تسلی کروانے کیلئے ہر ممکن کوشش کرتے۔ ملفوظات سے ایک دو مثالیں پیش ہیں:

اس عنوان کے تحت ملفوظات جلد 3 میں لکھا ہے کہ ابتدائے جنوری 1902ء کو ایک عرب صاحب آئے جن کے بارہ میں حضور علیہ السلام کو الہام ہوا کہ انہیں دعا کے علاوہ اور کوئی چیز فائدہ نہ دے گی۔ آپ نے دعا کی اور ”پھر 9؍جنوری 1902ء کی صبح کو جب آپ سیر کو نکلے تو عربی زبان میں ایک تقریر فرمائی جس میں سلسلہ محمدیہ اور موسویہ کی مشابہت کو بتایا۔ اور پھر سورۃ النور کی آیت استخلاف اور سورۃ التحریم سے اپنے دعاوی پر دلائل پیش کئے...... جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عرب صاحب جو پہلے بڑے جوش سے بولتے تھے بالکل صاف ہو گئے۔ انہوں نے صدق دل سے بیعت کی اور ایک اشتہار بھی شائع کیا اور بڑے جوش کے ساتھ اپنے ملک کی طرف بغرض تبلیغ چلے گئے۔“

(ماخوذ از ملفوظات، جلد 3، صفحہ 210)

❁ 13؍فروری 1903ء کو لکھنؤ سے ایک ڈاکٹر صاحب تشریف لائے جن کا نام البدر میں محمد یوسف درج ہے۔ بقول ان کے وہ بغدادی الاصل تھے اور عرصہ سے لکھنؤ میں مقیم تھے۔ انکے چند احباب نے انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات جاننے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ وہ بعد از مغرب حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرف ملاقات حاصل کیا۔ پھر ان کی حضورؑ سے گفتگو ہوئی۔

اس نووارد نے کئی سوالات کئے اور بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صبر، اخلاق اور صداقت کے دلائل سے متأثر ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں اپنے لئے دعا کی درخواست کی پھر یوں گویا ہوا: مَیں سچ عرض کرتا ہوں کہ میں بہت بُرا ارادہ کر کے آیا تھا کہ میں آپ سے استہزاء کروں۔ مگر خدا نے میرے ارادوں کو ردّ کر دیا۔ اب میں زور دے کر نہیں کہہ سکتا کہ آپ مسیح موعود نہیں ہیں۔ بلکہ مسیح موعود ہونے کا پہلو زیادہ زور آور ہے۔ اور میں کسی حد تک کہہ سکتا ہوں کہ آپ مسیح موعود ہیں..... کل میری اور رائے تھی اور آج اور ہے..... چونکہ میں معتمد ان لوگوں کا ہوں جنہوں نے مجھے بھیجا ہے اس لئے میں نے ہر ایک بات کو بغیر دریافت کئے ماننا نہیں چاہا۔

(ماخوذ از ملفوظات، جلد 5، صفحہ 82 تا 110)

حضور علیہ السلام کی تبلیغ کے آپ کی زندگی میں ثمرات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی اللہ تعالیٰ نے بعض عربوں کو ہدایت دے کر آپ کے قدموں میں لا ڈالا۔ ان میں سے تین عربوں کا ذکر تو ہو چکا ہے یعنی حضرت شیخ محمد بن احمد المکی اور حضرت سید محمد سعید الشامی اور ایک وہ عرب جن کا ذکر ابھی گزرا ہے۔ اس کے علاوہ ایک عبد اللہ عرب صاحبؓ تھے جو بلاد سندھ کے ایک بہت مشہور پیر جن کا نام پیر صاحبِ علم تھا کے مرید خاص بنے ہوئے تھے اور اپنے پیر کے ارشاد پر بغرض تحقیق آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے آپ کے آستانہ پر ہی قیام کیا۔ آپ کا زمانہ بیعت بھی 1891ء سے 1893ء کے درمیانی عرصہ کا ہے کیونکہ آپ کا ذکر حضرت اقدس نے حَمَامَةُ الْبُشْرٰی میں فرمایا ہے جو کہ 1893ء کی تصنیف ہے۔

❁ سید عبد اللہ عرب صاحب نے ایک رسالہ ایک شیعہ علی حائری کے ردّ میں عربی زبان میں لکھا تھا جس کا نام ”سبیل الرشاد“ رکھا تھا، جب یہ رسالہ انہوں نے حضرت اقدس کو سنایا تو حضرت اقدس نے تعریف کی کہ: ”عمدہ لکھا ہے اور معقول جواب دیئے ہیں۔“

(ملفوظات، جلد 4، صفحہ 168-169)

❁علاوہ ازیں سلسلہ کی تاریخ میں دو ایسے اصحاب کا ذکر بھی ملتا ہے جن کا تعلق بغداد سے تھا اور انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کی۔ان کے نام: حضرت حاجی مہدی صاحب عربی بغدادی نزیل مدراس اور حضرت عبدالوہاب صاحب بغدادی۔

❁اسی طرح ایک اور عربی صحابی حضرت سید علی ولد شریف مصطفی عرب ہیں جنکی بیعت بھی غالباً 1891ء تا 1893ء کے درمیانی عرصہ کی ہے اور آپ کے ایک خط کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''سچائی کا اظہار'' میں درج فرمایا ہے جو کہ 1893ء کی تالیف ہے۔

(سچائی کا اظہار، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 76 تا 80)

نیز کتب مسیح موعود علیہ السلام میں طائف کے **حضرت عثمان عرب صاحبؓ** کا ذکر بھی ملتا ہے۔ان کی بیعت ابتدائی زمانہ کی ہے۔ان کا ذکر حضورؑ نے ضمیمہ انجام آتھم میں 313 صحابہ میں 292 نمبر پر کیا ہے۔اور انجام آتھم آپؑ نے 1896ء میں تالیف فرمائی تھی۔

❁ایک اور عرب صحابی حضرت عبدالمحی عرب رضی اللہ عنہ ہیں۔آپ کا تعلق عراق سے تھا اور شیعوں سے احمدی ہوئے تھے۔آپ کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔سیرۃ المہدی جلد دوم کی روایت نمبر 1200 میں آپ کی بیعت کا واقعہ اس طرح سے درج ہے:

''ملک مولا بخش صاحب پنشنر نے بذریعہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک صاحب عبدالمحی عرب قادیان میں آئے تھے۔انہوں نے سنایا کہ میں نے حضرت اقدس کی بعض عربی تصانیف دیکھ کر یقین کر لیا تھا کہ ایسی عربی بجز خداوندی تائید کے کوئی نہیں لکھ سکتا۔چنانچہ میں قادیان آیا اور حضور سے دریافت کیا کہ کیا یہ عربی حضور کی خود لکھی ہوئی ہے۔حضور نے فرمایا۔ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل و تائید سے۔اس پر میں نے کہا کہ اگر آپ میرے سامنے ایسی عربی لکھ دیں تو میں آپ کے دعاوی کو تسلیم کر لوں گا۔حضور نے فرمایا یہ تو اقتراحی معجزہ کا مطالبہ ہے۔ایسا معجزہ دکھانا انبیاء کی سنت کے خلاف ہے۔میں تو تب ہی لکھ سکتا ہوں جب میرا خدا مجھ سے لکھوائے اس پر میں مہمان خانہ میں چلا گیا اور بعد میں ایک چٹھی عربی میں حضور کو لکھی۔جس کا حضور نے عربی میں جواب دیا۔جو ویسا ہی تھا۔چنانچہ میں داخل بیعت ہو گیا۔''

حضرت عبدالمحی عرب صاحب بھی بیعت کے بعد قادیان کے ہی ہو کر رہ گئے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے عہد مبارک میں آپ کا ذکر متعدد امور کے ضمن میں بار بار آتا ہے۔عبدالمحی عربؓ نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ کے ساتھ 1912 میں عہد خلافت اولیٰ میں سفر بلاد عربیہ اور حج بھی کیا۔آپکو جماعت احمدیہ کے پہلے عربی رسالہ ''مصالح العرب'' کے مدیر ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

(ماخوذ تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 410، سیرت المہدی روایت نمبر 562، 1200 و 1273)

سلسلہ کی تاریخ میں عبدالحیٔ عرب اور عبد المحی عرب کے نام سے دو صحابہ کا ذکر ملتا ہے دراصل یہ ایک ہی شخصیت یعنی حضرت عبدالمحی عرب صاحب کے دو نام ہیں۔

❁اسی طرح ایک اور عرب صحابی مکرم احمد رشید نواب صاحب کا بھی ذکر ملتا ہے جنہوں نے 1905 میں بیعت کی۔

❁حضرت سیٹھ ابو بکر یوسف صاحب بھی عربوں میں سے تھے اور عرصہ دراز سے ہندوستان میں ہی مقیم تھے۔آپ بیعت کے بعد قادیان میں ہی سکونت پذیر ہو گئے تھے اور بعد میں آپکی ایک صاحبزادی صاحبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عقد میں آئیں۔

❁اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جنوری 1907ء میں مصر کے شہر اسکندریہ سے ایک شخص احمد زہری بدر الدین صاحب کا 19 دسمبر 1906ء کا تحریر کردہ خط ملا جس میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

(ماخوذ از الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی جلد 22 صفحہ 653)

(تمام عرب صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات اور واقعات بیعت کے مفصل بیان کیلئے کتاب ''صلحاء العرب وابدال الشام.... جلد اول'' کے پہلے حصہ کا مطالعہ مفید ہوگا)

عربوں کی آمد کا یہ سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے اور آج تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتب کی انٹرنیٹ پر فراہمی کے علاوہ کئی اردو کتب کے عربی تراجم بھی میسر ہیں اسکے علاوہ ایک پورا چینل دن رات تبلیغی پروگرامز کے ساتھ عربوں کے لئے تبلیغ میں مصروف عمل ہے، اور اسکے ثمرات بھی نمایاں طور پر سامنے آرہے ہیں۔الحمد للہ علیٰ ذلک۔

......☆......☆......☆......

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح

پاکیزہ منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار
آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
باغ میں ملت کے ہے کوئی گُل رعنا کِھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار
آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اُس کا انتظار
اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَاءِ جَاءَ الْمَسِيْح جَاءَ الْمَسِيْح
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار
آسماں بارد نشاں الوقت مے گوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار
اب اِسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار
اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار
میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
اِک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے
میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار
پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار

☆......☆......☆

یاد رہے کہ جو شخص اُترنے والا تھا وہ عین وقت پر اُتر آیا
اور آج تمام نوشتے پورے ہو گئے تمام نبیوں کی کتابیں اسی زمانہ کا حوالہ دیتی ہیں

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

''یاد رہے کہ جو شخص اُترنے والا تھا وہ عین وقت پر اُتر آیا اور آج تمام نوشتے پورے ہو گئے تمام نبیوں کی کتابیں اسی زمانہ کا حوالہ دیتی ہیں۔ عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اسی زمانہ میں مسیح موعود کا آنا ضروری تھا اُن کتابوں میں صاف طور پر لکھا تھا کہ آدم سے چھٹے ہزار کے اخیر پر مسیح موعود آئے گا۔ سو چھٹے ہزار کا اخیر ہو گیا اور لکھا تھا کہ اس سے پہلے ذوالسنین ستارہ نکلے گا۔ سو مدت ہوئی کہ نکل چکا اور لکھا تھا کہ اس کے ایام میں سورج اور چاند کو ایک ہی مہینہ میں جو رمضان کا مہینہ ہو گا گرہن لگے گا۔ سو مدت ہوئی کہ یہ پیشگوئی بھی پوری ہو چکی اور لکھا تھا کہ اس کے زمانہ میں ایک بڑے جوش سے طاعون پیدا ہو گی اس کی خبر انجیل میں بھی موجود ہے سو دیکھتا ہوں کہ طاعون نے اب تک پیچھا نہیں چھوڑا۔'' (تذکرۃ الشہادتین، صفحہ 24)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان معرکۃ الآراء تصنیف براہین احمدیہ

(محمد عارف ربانی، نظارت نشر و اشاعت قادیان)

تصنیف براہین احمدیہ کا تاریخی پس منظر

براہین احمدیہ کی عظمت اور اس کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم اور بے نظیر خدمت اسلامی کا ایک سرسری جائزہ لینے کیلئے اس تصنیف لطیف کا تاریخی پس منظر جاننا بہت ضروری ہے۔ انیسویں صدی کے آخر میں جہاں ایک طرف مسلمانوں کی مادی اور سیاسی قوت میں بتدریج انحطاط اور زوال واقع ہو رہا تھا، ان کی دینی و اخلاقی حالت بھی انتہائی درجہ تک گر چکی تھی۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

تو دوسری طرف اسلام دشمن طاقتیں اسلام کو مٹانے اور اسکو صفحۂ ہستی سے نابود کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھیں۔ عیسائی مناد پوری دنیا کو عیسائیت کے زیر نگیں لانے کیلئے انتھک کوششیں کر رہے تھے خصوصاً عیسائی پادری اور بشپ خاص خانہ کعبہ پر صلیب کی چمکار دیکھنے کے خواب دیکھ رہے تھے اور ان کا یہ خواب پورا ہوتا ہوا بھی دکھائی دے رہا تھا کیوں کہ صرف ہندوستان کے ہی طول و عرض میں لاکھوں فرزندان اسلام، اسلام کو خیر باد کہہ کر عیسائیت کی آغوش میں جا رہے تھے۔ جگہ جگہ بائبل سوسائٹیاں قائم کی گئیں اور اسلام اور بانی اسلام کے خلاف صدہا کتابیں شائع کی گئیں اور کروڑہا کی تعداد میں مفت پمفلٹ تقسیم کیے گئے۔ میزان الحق اور امہات المؤمنین جیسی گمراہ کن تحریرات کے ذریعہ اسلام اور بانئ اسلام کے تابناک چہرے کو بدنما کرنے کی کوشش کی گئی۔ دوسری طرف لاکھوں دیوی دیوتاؤں کے پجاری، خدائے واحد و یگانہ کی پرستش کرنے والوں پر اپنے ناپاک حملے کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ آریہ سماج اور برہموسماج جیسی تحریکیں اپنے شباب پر تھیں اور انہوں نے اسلام کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا ہوا تھا گویا اسلام دشمنوں کے نرغہ میں گھر کر رہ گیا تھا۔ ان سب تحریکوں کا مقصد اسلام کو کچل ڈالنا اور قرآن مجید اور بانئ اسلام کی صداقت کو دنیا کی نگاہوں میں مشتبہ کرنا تھا۔ مسلمان علماء اور عوام الناس ان حملوں کے سامنے بالکل بے بس تھے۔ آریہ سماج ویدوں کے بعد کسی الہام الٰہی کے قائل نہ تھے اور برہموسماجی سرے سے ہی الہام الٰہی کے منکر تھے اور مجرد عقل کو ہی حصول نجات کیلئے کافی خیال کرتے تھے۔ تعلیم یافتہ مسلمان یورپ کے گمراہ کن فلسفہ سے متاثر ہو کر اور عیسائی ملکوں کی ظاہری اور مادی ترقی دیکھ کر الہام الٰہی کے منکر ہو رہے تھے اور علماء کا گروہ یا تو آپس میں تکفیر بازی کی جنگ لڑ رہا تھا یا معمولی نوعیت کے مسائل جیسے نماز میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے یا اوپر باندھنے، رفع یدین کرنے یا نہ کرنے، آمین بالجہر کہنے یا نہ کہنے، چوہیا کے پانی میں مرجانے کی صورت میں پانی کو صاف کرنے کیلئے پانی سے بیس ڈول باہر پھینکنے یا چالیس ڈول باہر پھینکنے جیسے فضول اور لایعنی جھگڑوں میں الجھے ہوئے تھے۔ مسلمان علماء کے انحطاط اور ذہنی گراوٹ کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جس میں براہین احمدیہ کی ابتداء کا بھی ذکر ہے۔

"مرزا دین محمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ایک اشتہار دیا۔ جس میں رفع یدین، آمین وغیرہ کے مسائل تھے اور جواب کیلئے فی مسئلہ دس روپے انعام مقرر کیا تھا۔ دس مسائل تھے۔ حضرت صاحب نے مجھے سنایا اور فرمایا کہ دیکھو یہ کیسا فضول اشتہار ہے۔ جب نماز ہر طرح ہو جاتی ہے تو ان باتوں کا تنازعہ موجب فساد ہے۔ اس وقت ہمیں اسلام کی خدمت کی ضرورت ہے نہ کہ ان مسائل میں بحث کی۔ اس وقت تک ابھی حضور کا دعویٰ نہ تھا۔ پھر آپ نے اسلام کی تائید میں ایک مضمون لکھنا شروع کیا اور میری موجودگی میں دو تین دن میں ختم کیا اور فرمایا میں فی مسئلہ ہزار روپیہ انعام رکھتا ہوں۔ یہ براہین احمدیہ کی ابتداء تھی۔"

(سیرت المہدی، حصہ سوم، صفحہ 44)

اسلام کی حالت زار پر حضرت مسیح موعودؑ کی دلی تڑپ اور جذبہ خدمت

آپ کا دل ابتداء ہی سے اسلام کی بے بسی اور بے کسی کی حالت کو دیکھ کر تڑپ اٹھتا تھا، آپ کو نہ کھانے کی ہوش تھی نہ پینے کی فکر، نہ دولت کی خواہش تھی اور نہ جاگیروں کی فکر۔ ایک ہی خواہش اور تمنا تھی کہ اسلام زندہ ہو اور محمد مصطفی ﷺ کا تخت تمام تختوں سے بالا ہو۔ امت محمدیہ کی اعتقادی عملی اور اخلاقی خرابیوں کو دیکھ کر آپؑ کے دل میں سخت کرب اور درد ہوتا۔ آپؑ اسی بے چین دل کو لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے اور اسکی استعانت طلب کرتے۔ نہ صرف مسلمانوں کی اندرونی حالت سے آپؑ کو صدمہ ہوتا تھا بلکہ جب بیرونی حملوں کو دیکھتے کہ مختلف مذاہب کی طرف سے اسلام کی تعلیم اور حضرت سید ولد آدم علیہ السلام کی ذات پر جگر خراش اعتراض ہوتے ہیں تو آپ کا اضطراب اور بھی بڑھ جاتا۔ اس ہم و غم کی کیفیت میں کبھی آپ کے دل سے یہ آواز نکلتی کہ ۔

ایں دو فکر دین احمد مغز جان ما گداخت
کثرت اعدائے ملت قلت انصار دیں

دشمنان دین کی کثرت اور دین احمد کے مددگاروں کی قلت، یہ دو فکریں ہیں جنہوں نے ہمارے دل و دماغ کو گداز کر دیا ہے اور کبھی ان الفاظ میں اپنے رنج اور کرب کا اظہار فرماتے اور اللہ تعالیٰ سے استعانت چاہتے۔

میرے آنسو اس غم دلسوز سے تھمتے نہیں
دیں کا گھر ویران ہے دنیا کے ہیں عالی منار
دن چڑھا ہے دشمنان دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار

تصنیف براہین احمدیہ اور آپ علیہ السلام کی خدمت اسلام

ایسے پرفتن اور پرآشوب دور میں منشاء ایزدی اور ارادہ الٰہی سے خدمت اسلام کیلئے آپؑ کا انتخاب ہوا اور آپ علیہ السلام نے اسلام کے دفاع کیلئے نہایت محنت اور عرق ریزی سے چار حصوں پر مشتمل ایک عظیم الشان اور انقلاب آفریں کتاب براہین احمدیہ تصنیف فرمائی۔ پہلے دو حصوں کی اشاعت 1880 میں ہوئی۔ تیسرے حصہ کی 1882 میں اور چوتھے کی 1884 میں ہوئی۔ تصنیف ہذا کے چوتھے حصہ کے آخر میں آپ علیہ السلام نے یہ اطلاع شائع فرمائی:

"ابتداء میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی، اس وقت اس کی کوئی اور صورت تھی۔ پھر بعد اس کے قدرت الٰہیہ کی ناگہانی تجلی نے اس احقر عباد کو موسیٰ کی طرح ایک ایسے عالم سے خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی۔ یعنی یہ عاجز بھی حضرت ابن عمران کی طرح اپنے خیالات کی شب تاریک میں سفر کر رہا تھا کہ ایک دفعہ پردہ غیب سے اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ کی آواز آئی اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی۔ سو اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے۔"

آپؑ کے دعویٰ مجددیت اور ماموریت کے بعد منشاء الٰہی کے ماتحت تیئس سال تک براہین احمدیہ کے اگلے حصوں کی اشاعت معرض التوا میں رہی۔ آخر 1905 میں اس کا پانچواں اور آخری حصہ شائع ہوا جو گو سابقہ مضمون کے تسلسل میں نہیں تھا۔ لیکن اس لمبے عرصہ میں براہین احمدیہ کے پہلے چار حصوں میں درج شدہ پیشگوئیاں جو پوری ہوئی تھیں ان کا ذکر کر کے حضور نے ایک رنگ میں اسے سابقہ حصص سے مربوط کر دیا۔

براہین احمدیہ کے ابتدائی چار حصص میں آپؑ نے اسلام کی صداقت، قرآن مجید کی تمام صحف آسمانی پر برتری، نبوت محمدیہ کی حقانیت، الہام الٰہی کی حقیقت اور اسکی ضرورت پر زبردست دلائل بیان فرمائے۔ آپ نے اس کتاب کا نام البراهين الاحمدية على حقيقة كتاب الله القرآن والنبوة المحمدية رکھا۔ کتاب کے پہلے ہی حصے میں آپؑ نے تمام ادیان عالم کے لیڈروں کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن مجید کی حقیّت اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کے ثبوت میں جو دلائل ہم نے اپنی الہامی کتاب یعنی قرآن کریم سے نکال کر پیش کیے ہیں اگر کوئی غیر مسلم ان سے نصف یا تیسرا حصہ یا چوتھا یا پانچواں حصہ ہی اپنے مذہب کی صداقت کے ثبوت میں اپنی الہامی کتاب سے نکال کر دکھا دے یا اگر دلائل پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے دلائل کو ہی نمبروار توڑ کر دکھا دے تو میں بلا تامّل اپنی دس ہزار روپیہ کی جائداد اس کے حوالہ کر دوں گا۔ مگر یہ شرط لازمی ہوگی کہ تین مسلّمہ ججوں کا ایک بورڈ یہ فیصلہ دے کہ جواب شرائط کے مطابق دیا گیا ہے۔

(براہین احمدیہ، حصہ اوّل، مفہوماً)

آج تک کوئی اس چیلنج کو قبول نہیں کر

سکا اور نہ آئندہ قیامت تک کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ کتاب منشاءالٰہی اور تائید الٰہی سے لکھی گئی ہے کسی انسانی منصوبہ کا اس میں دخل نہیں ہے۔ حقیقت میں یہ ایک عظیم الشان معجزہ اور نشان الٰہی ہے۔اس جگہ صداقت اسلام ،قرآن مجید کی تمام مذہبی کتب پر برتری وتفوق ،نبوت محمدیہ کی حقانیت اور وحی والہام کی حقیقت اور اس کی ضرورت پر براہین احمدیہ میں آپؑ کے پیش کردہ دلائل میں سے صرف چند ایک نمونۃً درج کیے جاتے ہیں۔

مذہب اسلام ایک زندہ کامل اور سچا مذہب ہے

حضرت مسیح موعودؑ نے براہین احمدیہ میں مذہب اسلام کا ایک زندہ، سچا اور کامل مذہب ہونا ایسے نا قابل تردید اور قطعی دلائل سے ثابت کیا کہ کسی بھی مخالف کو ان دلائل کے سامنے دم مارنے کی سکت باقی نہ رہی اور وہ جو مذہب اسلام پر بڑھ بڑھ کر حملے کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جا رہے تھے ،ان کو اپنے مذاہب کا دفاع کرنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

’’یاد رہے کہ کسی مذہب کی سچائی ثابت کرنے کیلئے یعنی اس بات کے ثبوت کیلئے کہ وہ مذہب منجانب اللہ ہے دو قسم کی فتح کا اس میں پایا جانا ضروری ہے۔اوّل یہ کہ وہ مذہب اپنے عقائد اور اپنی تعلیم اور اپنے احکام کی رو سے ایسا جامع اور اکمل اور اتم اور نقص سے دور ہو کہ اس سے بڑھ کر عقل تجویز نہ کر سکے اور کوئی نقص اور کمی اس میں دکھلائی نہ دے اور اس کمال میں وہ ہر ایک مذہب کو فتح کرنے والا ہو۔ یعنی ان خوبیوں میں کوئی مذہب اس کے برابر نہ ہو ۔جیسا کہ یہ دعویٰ قرآن شریف نے آپ کیا ہے کہ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ...... اس آیت میں صریح یہ بیان ہے کہ قرآن شریف نے ہی کامل تعلیم عطا کی ہے اور قرآن شریف کا ہی ایسا زمانہ تھا جس میں کامل تعلیم عطا کی جاتی۔ پس یہ دعویٰ کامل تعلیم کا جو قرآن شریف نے کیا یہ اسی کا حق تھا۔اس کے سوا کسی آسمانی کتاب نے ایسا دعویٰ نہیں کیا...... توریت اور انجیل دونوں اس دعوے سے دستبردار ہیں......قرآن شریف نے توریت اور انجیل کی طرح کسی دوسرے کا حوالہ نہیں دیا بلکہ اپنی کامل تعلیم کا تمام دنیا میں اعلان کر دیا اور فرمایا کہ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا...... پس اسلام کی سچائی ثابت کرنے کیلئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ وہ تعلیم کی رو سے ہر ایک مذہب کو فتح کرنے والا ہے اور کامل تعلیم کے لحاظ سے کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

پھر دوسری قسم فتح کی جو اسلام میں پائی جاتی ہے جس میں کوئی مذہب اس کا شریک نہیں ۔اور جو اس کی سچائی پر کامل طور پر مہر لگاتی ہے اس کی زندہ برکات اور معجزات ہیں جن سے دوسرے مذاہب بکلی محروم ہیں۔ یہ ایسے کامل نشان ہیں کہ انکے ذریعہ سے نہ صرف اسلام دوسرے مذاہب پر فتح پاتا ہے بلکہ اپنی کامل روشنی دکھلا کر دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے......ان دونوں دلیلوں کے اجتماع سے سچے مذہب کی روشنی کمال تک پہنچ جاتی ہے اور اگر چہ سچا مذہب ہزار ہا آثار اور انوار اپنے اندر رکھتا ہے لیکن یہ دونوں دلیلیں بغیر حاجت کسی اور دلیل کے طالب حق کے دل کو یقین کے پانی سے سیراب کر دیتی ہیں اور مکذّبوں پر پورے طور پر اتمام حجت کرتی ہیں ۔اسلئے ان دو قسم کی دلیلوں کے موجود ہونے کے بعد کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہتی اور میں نے پہلے ارادہ کیا تھا کہ اثبات حقیت اسلام کیلئے تین سو دلیل براہین احمدیہ میں لکھوں ۔لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ دو قسم کے دلائل ہزار ہا نشانوں کے قائم مقام ہیں۔ پس خدا نے میرے دل کو اس ارادہ سے پھیر دیا۔‘‘

(براہین احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ 3، دیباچہ)

اسلام کا پیش کردہ خدا ہی زندہ اور متجمع جمیع صفات کاملہ ہے

خدا تعالیٰ کی ذات چونکہ تمام مذاہب عالم کا نکتہ مرکزی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے براہین احمدیہ میں بڑے ہی عظیم الشان دلائل سے اس بات کو بھی ثابت فرمایا کہ اسلام کا پیش کردہ خدا ہی زندہ اور متجمع جمیع صفات کاملہ ہے بجز اسلام دنیا میں کوئی بھی ایسا مذہب نہیں جو خدائے تعالیٰ کو جمیع رذائل سے منزہ اور تمام محامد کاملہ سے متصف سمجھتا ہو ۔اس میدان میں آپؑ کے تحریر فرمودہ دلائل کے سامنے کوئی بھی مذہب ٹک نہیں پایا۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

’’الحمدللہ۔تمام محامد اس ذات معبود برحق متجمع جمیع صفات کاملہ کو ثابت ہیں جس کا نام اللہ ہے۔ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ قرآن شریف کی اصطلاح میں اللہ اس ذات کامل کا نام ہے کہ جو معبود برحق اور متجمع جمیع صفات کاملہ اور تمام رزائل سے منزّہ اور واحد لا شریک اور مبدء جمیع فیض ہے۔ کیوں کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے کلام پاک قرآن شریف میں اپنے نام اللہ کو تمام دوسرے اسماء وصفات کا موصوف ٹھہرایا ہے اور کسی جگہ کسی دوسرے اسم کو یہ رتبہ نہیں دیا...... پس خلاصہ مطلب الحمدللہ کا یہ نکلا کہ تمام اقسام حمد کے کیا باعتبار ظاہر کے اور کیا باعتبار باطن کے اور کیا باعتبار ذاتی کمالات کے اور کیا باعتبار قدرتی عجائبات کے اللہ سے مخصوص ہیں اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور نیز جس قدر محامد صحیحہ اور کمالات تامہ کو عقل کسی عاقل کی سوچ سکتی ہے یا فکر کسی متفکّر کا ذہن میں لاسکتا ہے وہ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ میں موجود ہیں اور کوئی ایسی خوبی نہیں کہ عقل اس کی خوبی کے امکان پر شہادت دے مگر اللہ تعالیٰ بدقسمت انسان کی طرح اس خوبی سے محروم ہو، بلکہ کسی عاقل کی عقل ایسی خوبی پیش ہی نہیں کر سکتی کہ جو خدا میں نہ پائی جائے۔ جہاں تک انسان زیادہ سے زیادہ خوبیاں سوچ سکتا ہے وہ سب اس میں موجود ہیں اور اس کو اپنی ذات اور صفات اور محامد میں **من کل الوجوہ** کمال حاصل ہے اور رذائل سے بکلی منزہ ہے۔ اب دیکھو یہ ایسی صداقت ہے جس سے سچا اور جھوٹا مذہب ظاہر ہو جاتا ہے ۔کیوں کہ تمام مذہبوں پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ بجز اسلام دنیا میں کوئی بھی ایسا مذہب نہیں ہے کہ جو خدائے تعالیٰ کو جمیع رذائل سے منزہ اور تمام محامد کاملہ سے متصف سمجھتا ہو۔ عام ہندو اپنے دیوتاؤں کو کارخانہ ربوبیت میں شریک سمجھتے ہیں اور خدا کے کاموں میں ان کو مستقل طور پر دخیل قرار دیتے ہیں بلکہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ خدا کے ارادوں کو بدلنے والے اور اس کی تقدیروں کو زیر وزبر کرنے والے ہیں...... یہ ہندوؤں اور آریوں کا حال ہے اور جو کچھ عیسائی لوگ خدائے تعالیٰ کا جلال ظاہر کر رہے ہیں وہ ایک ایسا امر ہے کہ صرف ایک ہی سوال سے دانا انسان سمجھ سکتا ہے...... کہ خداوند قادر مطلق اور ازلی اور ابدی پر یہ بہتان باندھا جاوے کہ وہ ہمیشہ اپنی ذات میں کامل اور غنی اور قادر مطلق رہ کر آخر کار ایسے ناقص بیٹے کا محتاج ہو گیا اور اپنے سارے جلال اور بزرگی کو یکبارگی کھو دیا۔ میں ہرگز باور نہیں کرتا کہ کوئی دانا اس ذات کامل کی نسبت کہ جو متجمع جمیع صفات کاملہ ہے ایسی ذلّتیں جائز رکھے۔‘‘

(براہین احمدیہ، حصہ چہارم، صفحہ 435، حاشیہ نمبر 11)

آنحضرت ﷺ کا عظیم الشان مصلح ربانی، ہادی آسمانی، مربیٔ اعظم، زندہ، کامل، بزرگ تر، تمام رسولوں کا سرتاج اور افضل الرسل ہونا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف لطیف براہین احمدیہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان مصلح ربانی ،ہادی آسمانی، مربیٔ اعظم ،زندہ ،کامل ،بزرگ تر اور تمام رسولوں کے سرتاج اور افضل الرسل ہونے پر دلائل کا وہ سورج چڑھا دیا کہ جس کے سامنے باطل کو راہ فرار کے سوا کوئی راہ نظر نہ آئی۔ آپؑ نے ثابت کیا کہ زمانہ متقاضی تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم القدر مصلح ربانی اور ہادی آسمانی دنیا میں مبعوث ہو۔

آپ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں: ’’وہ زمانہ کہ جس میں آنحضرتؐ مبعوث ہوئے حقیقت میں ایسا زمانہ تھا کہ جس کی حالت موجودہ ایک بزرگ اور عظیم القدر مصلح ربانی اور ہادی آسمانی کی اشد محتاج تھی۔ اور جو جو تعلیم دی گئی وہ بھی واقعہ میں سچی اور ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی اور ان تمام امور کی جامع تھی کہ جس سے تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی تھیں اور پھر اس تعلیم نے اثر بھی ایسا کر دکھایا کہ لاکھوں دلوں کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لائی اور لاکھوں سینوں پر لا الہ الا اللہ کا نقش جما دیا اور جو نبوت کی علت غائی ہوتی ہے یعنی تعلیم اصول نجات کے اس کو ایسا کمال تک پہنچایا جو کسی دوسرے نبی کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں بہم نہیں پہنچا تو ان واقعات پر نظر ڈالنے سے بلا اختیار یہ شہادت دل سے جوش مار کر نکلے گی کہ آنحضرتؐ ضرور خدا کی طرف سے سچے ہادی ہیں۔ جو شخص تعصب اور ضدیّت سے انکاری ہو اس کی مرض تو لا علاج ہے خواہ وہ خدا سے بھی منکر ہو جائے ورنہ یہ سارے آثار صداقت جو آنحضرتؐ میں کامل طور پر جمع ہیں کسی اور نبی میں کوئی ایک تو ثابت کر کے دکھلاوے تاہم بھی جانیں۔‘‘

(براہین احمدیہ، حصہ دوم، روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 112)

نیز فرمایا: ’’چونکہ آنحضرت ﷺ افضل الانبیاء اور سب رسولوں سے بہتر اور بزرگ تر تھے اور خدائے تعالیٰ کو منظور تھا کہ جیسے آنحضرت ﷺ اپنے ذاتی جوہر کے رو سے فی الواقعہ سب انبیاء کے سردار ہیں ایسا ہی ظاہری خدمات کے رُو سے بھی ان کا سب سے فائق اور برتر ہونا دنیا پر ظاہر اور روشن ہو جائے اس لیے خدائے تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی رسالت کو کافہ بنی آدم کیلئے عام رکھا تا آنحضرت

ﷺ کی محنتیں اور کوششیں عام طور پر ظہور میں آویں ۔ موسیٰؑ اور ابن مریم کی طرح ایک خاص قوم سے مخصوص نہ ہوں اور تا ہر یک طرف سے اور ہر یک گروہ اور قوم سے تکالیف شاقہ اٹھا کر اس اجر عظیم کے مستحق ٹھہر جائیں کہ جو دوسرے نبیوں کو نہیں ملے گا۔''

(براہین احمدیہ، حصہ چہارم، ر۔خ، جلد 1 صفحہ 653)

خلق عظیم میں کوئی نبی آنحضرت ﷺ کا مقابلہ نہیں کر سکتا فرمایا: ''جو اخلاق فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰ سے ہزار ہا درجہ بڑھ کر ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ تمام ان اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے اور نیز آنحضرت ﷺ کے حق میں فرمایا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ تو خلق عظیم پر ہے اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے...... ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ وشمائل حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفس محمدی میں موجود ہیں۔ سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجے کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ آنحضرت ﷺ کے حق میں فرمایا وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا یعنی تیرے پر خدا کا سب سے زیادہ فضل ہے اور کوئی نبی تیرے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا یہی تعریف بطور پیشگوئی زبور باب ۴۵ میں آنحضرت ﷺ کی شان میں موجود ہے جیسا کہ فرمایا کہ خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تجھے معطر کیا۔''

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 606)

مصائب اور تکالیف میں صبر واستقلال، توکّل علی اللہ اور فنا فی اللہ کا جو بلند ترین مرتبہ آنحضرت ﷺ کو عطا ہوا تھا اس میں دوسرا کوئی نبی شریک نہیں تھا۔ اس ضمن میں آپ فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کیلئے جانباز اور خلقت کے بیم وامید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکّل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجا لائے اور جو شرط مجاہدہ اور وعظ ونصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعات خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکّل کر کے کھلے کھلے شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔''

(براہین احمدیہ، حصہ دوم، روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 111)

اپنی براہین قاطعہ اور حجج واضحہ سے سب کی زبان بند کر دی۔ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور انہی تختوں پر غریبوں کو بٹھا دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ آنحضرت ﷺ کی اسی شان اور بزرگی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''کیا یہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر، بیکس، امی، یتیم، تنہا، غریب ایسے زمانہ میں کہ جس میں ہر ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی تھی ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنی براہین قاطعہ اور حجج واضحہ سے سب کی زبان بند کر دی اور بڑے بڑے لوگوں کی جو حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف کہلاتے تھے فاش غلطیاں نکالیں اور پھر باوجود بیکسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور انہیں تختوں پر غریبوں کو بٹھایا اگر یہ خدائی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھی کیا تمام دنیا پر عقل اور علم اور طاقت اور زور میں غالب آ جانا بغیر تائید الٰہی کے بھی ہوا کرتا ہے۔ خیال کرنا چاہئے کہ جب آنحضرت ﷺ نے پہلے پہل مکّے کے لوگوں میں منادی کی کہ میں نبی ہوں اس وقت ان کے ہمراہ کون تھا اور کس بادشاہ کا خزانہ ان کے قبضے میں آ گیا تھا کہ جس پر اعتماد کر کے ساری دنیا سے مقابلہ کرنے کی ٹھہر گئی یا کون سی فوج اکٹھی کر لی تھی کہ جس پر بھروسہ کر کے تمام بادشاہوں کے حملوں سے امن ہو گیا تھا ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ اس وقت آنحضرتؐ زمین پر اکیلے اور بیکس اور بے سامان تھے صرف ان کے ساتھ خدا تھا جس نے ان کو ایک بڑے مطلب کیلئے پیدا کیا تھا۔''

(براہین احمدیہ، حصہ دوم، روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 119)

قرآن کریم منجانب اللہ، زندہ، کامل، بے مثل ومانند، تمام صداقتوں کا مجموعہ، تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والا اور انسان کو مرتبہ یقین کامل اور معرفت تام تک پہنچانے والا کلام ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: 10) یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ایسے نازک اور پر آشوب زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا یہ وعدہ پورا فرمایا اور قرآن مجید کی ظاہری و باطنی حفاظت کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا۔ آپؑ نے ہر جہت اور پہلو سے قرآن مجید کی خدمت کا حق ادا فرمایا۔ سب سے بڑی اور اہم خدمت جو آپؑ نے سرانجام دی وہ تمام مذہبی کتابوں پر قرآن مجید کا تفوّق اور برتری ثابت کرنا تھا۔ چنانچہ آپؑ نے اپنی تصنیف براہین احمدیہ میں نہ صرف مخالفین اسلام کے قرآن مجید پر کئے جانے والے بے بنیاد اعتراضات کے مدلل ومسکت جوابات دیئے بلکہ ان کو اور تمام مذہب کے متبعین کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص حقیت فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے ان دلائل کا جو قرآن مجید سے اخذ کر کے پیش کئے ہیں اپنی الہامی کتاب میں آدھا یا تہائی یا چوتھائی یا پانچواں حصہ ہی نکال کر دکھلائے، یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو حضورؐ ہی کے دلائل کو نمبر وار توڑ دے تو آپ بلا تامل اپنی دس ہزار کی جائداد اس کے حوالے کر دیں گے۔ (براہین احمدیہ حصہ اوّل) آپ علیہ السلام نے ایسے قوی اور ناقابل تردید دلائل سے قرآن مجید کی دوسری مذہبی کتب پر برتری وافضلیت ثابت کی کہ قیامت تک کسی عقلمند مخالف اسلام کیلئے قرآن مجید کی برتری میں کوئی شک کی گنجائش نہیں رہی۔ براہین احمدیہ میں آپؑ نے قرآن مجید کی برتری جن ناقابل تردید دلائل سے ثابت کی ان میں سے چند ایک ذیل میں درج ہیں۔

قرآن مجید کا عین ضرورت کے وقت نازل ہونا اور پھر ایسے وقت میں جب کہ ظلمت وتاریکی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور ظلمت کو نور سے بدل دینا اس کی صداقت اور کمال پر دلالت کرتا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

''ہم کئی دفعہ لکھ چکے ہیں کتب آسمانی کے نزول کا اصلی موجب ضرورت حقّہ ہے یعنی وہ ظلمت اور تاریکی کہ جو دنیا پر طاری ہو کر ایک آسمانی نور کو چاہتی ہے کہ تا وہ نور نازل ہو کر اس تاریکی کو دور کرے۔ اور اسی کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ جو خدا تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ یہ لیلۃ القدر اگر چہ اپنے مشہور معنوں کے رو سے ایک بزرگ رات ہے لیکن قرآنی اشارات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ظلمانی حالت بھی اپنی پوشیدہ خوبیوں میں لیلۃ القدر کا ہی حکم رکھتی ہے اور اس ظلمانی حالت کے دنوں میں صدق اور صبر اور زہد اور عبادت خدا کے نزدیک بڑا قدر رکھتا ہے۔ اور وہی ظلمانی حالت تھی کہ جو آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت تک اپنے کمال کو پہنچ کر ایک عظیم الشان نور کے نزول کو چاہتی تھی اور اسی ظلمانی حالت کو دیکھ کر اور ظلمت زدہ بندوں پر رحم کر کے صفت رحمانیت نے جوش مارا اور آسمانی برکتیں زمین کی طرف متوجہ ہوئیں سو وہ ظلمانی حالت دنیا کیلئے مبارک ہوگئی اور دنیا نے اس سے ایک عظیم الشان رحمت کا حصہ پایا کہ ایک کامل انسان اور سید الرسل کہ جس سا کوئی پیدا نہ ہوا اور نہ ہوگا دنیا کی ہدایت کے لیے آیا اور دنیا کیلئے اس روشن کتاب کو لایا جس کی نظیر کسی آنکھ نے نہیں دیکھی۔ پس یہ خدا کی کمال رحمانیت کی ایک بزرگ تجلی تھی کہ جو اس نے ظلمت اور تاریکی کے وقت ایسا عظیم الشان نور نازل کیا جس کا نام فرقان ہے جو حق اور باطل میں فرق کرتا ہے۔ جس نے حق کو موجود اور باطل کو نابود کر کے دکھلا دیا۔ وہ اس وقت زمین پر نازل ہوا جب زمین ایک موت روحانی کے ساتھ مر چکی تھی اور برّ اور بحر میں ایک بھاری فساد واقع ہو چکا تھا۔ پس اس نے نزول فرما کر وہ کام کر دکھایا جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ اشارہ فرما کر کہا ہے اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا یعنی زمین مر گئی تھی اب خدا اس کو نئے سرے زندہ کرتا ہے۔ اب اس بات کو بخوبی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ نزول قرآن شریف کا کہ جو زمین کے زندہ کرنے کیلئے ہوا یہ صفت رحمانیت کے جوش سے ہوا۔''

(براہین احمدیہ، حصہ چہارم، روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 418، حاشیہ)

قرآن مجید ایسے علوم دقیقہ الٰہیات، براہین قاطعہ اصول حقہ اور باریک در باریک دینی صداقتوں کا سرچشمہ ہے جنہیں قوئ بشریہ دریافت کرنے سے عاجز ہیں۔ قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے پر یہ ایک بڑی دلیل ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں۔

''قرآن شریف میں جس قدر باریک

صداقتیں علم دین کی اور علوم دقیقہ الٰہیات کے اور براہین قاطعہ اصول حقہ کے معہ دیگر اسرار اور معارف کے مندرج ہیں اگرچہ وہ تمام فی حد ذاتہا ایسے ہیں کہ قوئ بشریہ ان کو بہ ہیئت مجموعی دریافت کرنے سے عاجز ہیں اور کسی عاقل کی عقل ان کے دریافت کرنے کیلئے بطور خود سبقت نہیں کرسکتی کیوں کہ پہلے زمانوں پر نظر استقراری ڈالنے سے ثابت ہوگیا ہے کہ کوئی حکیم یا فیلسوف ان علوم و معارف کا دریافت کرنے والا نہیں گزرا لیکن اس جگہ عجیب بر عجیب اور بات ہے۔ یعنی یہ کہ وہ علوم اور معارف ایک ایسے امّی کو عطا کی گئی کہ جو لکھنے پڑھنے سے ناآشنا محض تھا جس نے عمر بھر کسی مکتب کی شکل نہیں دیکھی تھی اور نہ کسی کتاب کا کوئی حرف پڑھا تھا اور نہ کسی اہل علم یا حکیم کی صحبت میسر آئی تھی۔ بلکہ تمام عمر جنگلیوں اور وحشیوں میں سکونت رہی انہیں میں پرورش پائی اور انہیں میں سے پیدا ہوئے اور انہیں کے ساتھ اختلاط رہا اور آنحضرت ﷺ کا امّی اور ان پڑھ ہونا ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ کوئی تاریخ دان اسلام کا اس سے بے خبر نہیں۔"

(براہین احمدیہ، حصہ چہارم، روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 561)

کوئی ایسی ضرورت اور کوئی ایسی صداقت نہیں جو قرآن مجید میں موجود نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ مخالفین کو چیلنج دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قرآن شریف بآواز بلند دعویٰ کر رہا ہے کہ تمام دینی صداقتیں اس میں بھری پڑی ہیں تو پھر یہ کیسا خبث طینت ہے کہ امتحان کے بغیر ایسی عالیشان کتاب کو ناقص خیال کیا جائے اور یہ کس قسم کا مکابرہ ہے کہ نہ قرآن شریف کے بیان کو قبول کریں اور نہ اسکے دعویٰ کو توڑ کر دکھلائیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان لوگوں کے لبوں پر تو ضرور کبھی کبھی خدا کا ذکر آجاتا ہے مگر ان کے دل دنیا کی گندگی سے بھرے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی دینی بحث شروع بھی کریں تو اس کو مکمل طور پر ختم کرنا نہیں چاہتے بلکہ ناتمام گفتگو کا ہی جلدی سے گلا گھونٹ دیتے ہیں تا ایسا نہ ہو کہ کوئی صداقت ظاہر ہو جائے اور پھر بے شرمی یہ کہ گھر میں بیٹھ کر اس کامل کتاب کو ناقص بیان کرتے ہیں جس نے بوضاحت تمام فرما دیا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدۃ: 4) یعنی آج میں نے اس کتاب کو نازل کرنے سے علم دین کو مرتبہ کمال تک پہنچا دیا اور اپنی تمام نعمتیں ایمانداروں پر پوری کر دیں۔ اے حضرات! کیا تمہیں کچھ بھی خدا کا خوف نہیں؟ کیا تم ہمیشہ اسی طرح جیتے رہو گے؟ کیا ایک دن خدا کے حضور میں اس جھوٹے منہ پر لعنتیں نہیں پڑیں گیں؟ اگر آپ لوگ کوئی بھاری صداقت لئے بیٹھے ہیں جس کی نسبت تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے کمال جانفشانی اور عرق ریزی اور موشگافی سے اس کو پیدا کیا ہے اور جو تمہارے گمان باطل میں قرآن شریف اس صداقت کے بیان کرنے سے قاصر ہے تو تمہیں قسم ہے کہ سب کاروبار چھوڑ کر وہ صداقت ہمارے روبرو پیش کرو۔ تا ہم تم کو قرآن شریف میں سے نکال کر دکھلا دیں۔"

(براہین احمدیہ، حصہ سوم، روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 227)

پھر فرمایا: "اگر قرآن شریف کا نازل کرنے والا خدا نہیں ہے تو کیوں کر اس میں تمام دنیا کے علوم حقہ الٰہیہ لکھے گئے۔ اور وہ تمام ادلّہ کاملہ علم الٰہیات کی کہ جن کے باستیفا اور بصحت لکھنے سے سارے منطقی اور معقولی اور فلسفی عاجز رہے اور ہمیشہ غلطیوں میں ہی ڈوبتے ڈوبتے مرگئے وہ کس فلاسفر بے مثل و مانند نے قرآن شریف میں درج کردیں۔ اور کیوں کر وہ اعلیٰ درجہ کی مدلّل تقریریں کہ جن کی پاک اور روشن دلائل کو دیکھ کر مغرور حکیم یونان اور ہند کے اگر کچھ شرم ہو تو جیتے ہی مرجائیں ایک غریب امّی کے ہونٹوں سے نکلیں اس قدر دلائل صدق کی پہلے نبیوں میں کہاں موجود ہیں۔ آج دنیا میں وہ کون سی کتاب ہے جو ان سب باتوں میں قرآن شریف کا مقابلہ کرسکتی ہے، کس نبی پر وہ سب واقعات جو ہم نے بیان کئے مثلِ آنحضرت ﷺ کے گزرے ہیں۔"

(براہین احمدیہ، حصہ دوم، صفحہ 121)

قرآن مجید نے اپنا بے نظیر ہونا آپ ظاہر فرما دیا ہے اسکے دقائق بحر ذخار کی طرح جوش مار رہے ہیں اور آسمان کے ستاروں کی طرح چمکتے نظر آتے ہیں، فرمایا:

"قرآن شریف وہ کتاب ہے جس نے اپنی عظمتوں اپنی حکمتوں اپنی صداقتوں اپنی بلاغتوں اپنے لطائف و نکات اپنے انوار روحانی کا آپ دعویٰ کیا ہے اور اپنا بے نظیر ہونا آپ ظاہر فرما دیا ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ صرف مسلمانوں نے فقط اپنے خیال میں اس کی خوبیوں کو قرار دے دیا ہے بلکہ وہ تو خود اپنی خوبیوں اور اپنے کمالات کو بیان فرماتا ہے اور اپنا بے مثل و مانند ہونا تمام مخلوقات کے مقابلہ پر پیش کر رہا ہے اور بلند آواز سے ھل من معارض کا نقارہ بجا رہا ہے اور دقائق حقائق اس کے صرف دو تین نہیں جس میں کوئی نادان شک بھی کرے بلکہ اس کے دقائق تو بحر ذخار کی طرح جوش مار رہے ہیں اور آسمان کے ستاروں کی طرح جہاں نظر ڈالو چمکتے نظر آتے ہیں۔ کوئی صداقت نہیں جو اس سے باہر ہو۔ کوئی حکمت نہیں جو اس کے محیط بیان سے رہ گئی ہو۔ کوئی نور نہیں جو اسکی متابعت سے نہ ملتا ہو اور یہ باتیں بلا ثبوت نہیں۔ کوئی ایسا امر نہیں جو صرف زبان سے کہا جاتا ہے بلکہ یہ وہ متحقق اور بدیہی الثبوت صداقت ہے کہ جو تیرہ سو برس سے برابر اپنی روشنی دکھلاتی چلی آئی ہے۔ اور ہم نے بھی اس صداقت کو اپنی اس کتاب میں نہایت تفصیل سے لکھا ہے اور دقائق اور معارف قرآنی کو اس قدر بیان کیا ہے کہ جو ایک طالب صادق کی تسلی اور تشفی کیلئے بحر عظیم کی طرح جوش مار رہے ہیں۔

(براہین احمدیہ، حصہ چہارم، روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 622)

پھر فرمایا "ہمارا خداوند کریم کہ جو دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو خوب جانتا ہے اس بات پر گواہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ذرہ کا ہزارم حصہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نقص نکال سکے یا بمقابلہ اس کے اپنی کسی کتاب کی ایک ذرّہ بھر کوئی ایسی خوبی ثابت کر سکے کہ جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ہو اور اس سے بہتر ہو تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو تیار ہیں۔"

(براہین احمدیہ، حصہ سوم، روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 298)

روئے زمین پر موجودہ تمام الہامی کتابوں میں سے فرقان مجید کا کلام الٰہی ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔ فرمایا:

"آج روئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک فرقان مجید ہی ہے کہ جس کا کلام الٰہی ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔ جس کے اصول نجات کے بالکل راستی اور وضع فطرتی پر مبنی ہیں جس کے عقائد ایسے کامل اور مستحکم ہیں جو براہین قویہ ان کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں۔ جس کے احکام حق محض پر قائم ہیں۔ جس کی تعلیمات ہر یک طرح کی آمیزش شرک اور بدعت اور مخلوق پرستی سے بکلی پاک ہیں جس میں توحید اور تعظیم الٰہی اور کمالات حضرت عزت کے ظاہر کرنے کیلئے انتہا کا جوش ہے۔ جس میں یہ خوبی ہے کہ سراسر وحدانیت جناب الٰہی سے بھرا ہوا ہے اور کسی طرح کا دھبہ نقصان اور عیب اور نالائق صفات کا ذات پاک حضرت باری تعالیٰ پر نہیں لگاتا اور کسی اعتقاد کو زبردستی تسلیم نہیں کرانا چاہتا بلکہ جو تعلیم دیتا ہے۔ اس کی صداقت کی وجوہات پہلے دکھلا لیتا ہے اور ہر ایک مطلب اور مدعا کو حجج اور براہین سے ثابت کرتا ہے اور ہر یک اصول کی حقیت پر دلائل واضح بیان کر کے مرتبہ یقین کامل اور معرفت تام تک پہنچاتا ہے اور جو جو خرابیاں اور ناپاکیاں اور خلل اور فساد لوگوں کے عقائد اور اعمال اور اقوال اور افعال میں پڑے ہوئے ہیں ان تمام مفاسد کو روشن براہین سے دور کرتا ہے اور وہ تمام آداب سکھاتا ہے کہ جن کا جاننا انسان کو انسان بننے کیلئے نہایت ضروری ہے اور ہر یک فساد کی اسی زور سے مدافعت کرتا ہے کہ جس زور سے وہ آج تک پھیلا ہوا ہے۔ اسکی تعلیم نہایت مستقیم اور قوی اور سلیم ہے گویا احکام قدرتی کا ایک آئینہ ہے اور قانون فطرت کی ایک عکسی تصویر ہے اور بینائی دلی اور بصیرت قلبی کیلئے ایک آفتاب چشم افروز ہے اور عقل کے اجمال کو تفصیل دینے والا اور اسکے نقصان کا جبر کرنے والا ہے لیکن دوسری کتابیں جو الہامی کہلاتی ہیں جب ان کی حالت موجودہ کو دیکھا گیا تو بخوبی ثابت ہوگیا جو وہ سب کتابیں ان صفات کاملہ سے بالکل خالی اور عاری ہیں اور خدا کی ذات اور صفات کی نسبت طرح طرح کی بدگمانیاں ان میں پائی جاتی ہیں اور مقلد ان کتابوں کے عجیب عجیب عقائد کے پابند ہو رہے ہیں کوئی فرقہ ان میں سے خدا کو خالق اور قادر ہونے سے جواب دے رہا ہے اور قدیم اور خود بخود ہونے میں اس کا بھائی اور حصہ دار بن بیٹھا ہے اور کوئی بتوں اور مورتوں اور دیوتاؤں کو اسکے کارخانہ میں دخیل اور اس کی سلطنت کا مدار المہام سمجھ رہا ہے کوئی اس کیلئے بیٹے اور بیٹیاں اور پوتے اور پوتیاں تراش رہا ہے اور کوئی خود اسی کو مچھ اور کچھ کا جنم دے رہا ہے غرض ایک دوسرے سے بڑھ کر اس ذات کامل کو ایسا خیال کر رہے ہیں کہ گویا وہ نہایت ہی بدنصیب ہے کہ جس کمال تام کو اس کیلئے عقل چاہتی تھی وہ اس کو میسر نہ ہوا۔ اب اے بھائیو! خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب میں نے ایسے ایسے باطل عقائد میں لوگوں کو مبتلا دیکھا اور اس درجہ کی گمراہی میں پایا کہ جس کو دیکھ کر جی پگھل آیا اور دل اور بدن کانپ اٹھا تو میں نے انکی راہنمائی کیلئے اس کتاب کا تالیف کرنا اپنے نفس پر ایک حق واجب اور دَین لازم دیکھا جو بجز ادا کرنے کے

ساقط نہ ہوگا۔''

(براہین احمدیہ، حصہ دوم، روحانی خزائن، جلد 1 ،صفحہ 81)

قرآن مجید کا کلام اللہ اور بے مثل و مانند ہونا صرف عقلی دلائل میں محصور نہیں بلکہ زمانہ دراز کا تجربہ صحیحہ بھی اس کا مؤید اور مصدق ہے۔حضور فرماتے ہیں:

''قرآن شریف کا اپنی کلام میں بے مثل و مانند ہونا صرف عقلی دلائل میں محصور نہیں بلکہ زمانہ دراز کا تجربہ صحیحہ بھی اس کا مؤید اور مصدق ہے کیوں کہ باوجود اس کے کہ قرآن شریف برابر تیرہ سو برس سے اپنی تمام خوبیاں پیش کر کے ھل من معارض کا نقارہ بجا رہا ہے اور تمام دنیا کو بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ وہ اپنی ظاہری صورت اور باطنی خواص میں بے مثل و مانند ہے اور کسی جن یا انس کو اس کے مقابلہ یا معارضہ کی طاقت نہیں مگر پھر بھی کسی متنفس نے اسکے مقابلہ پر دم نہیں مارا بلکہ اس کی کم سے کم کسی سورۃ مثلاً سورۃ فاتحہ کی ظاہری و باطنی خوبیوں کا بھی مقابلہ نہیں کر سکا۔تو دیکھو اس سے زیادہ بدیہی اور کھلا کھلا معجزہ اور کیا ہوگا کہ عقلی طور پر اس پاک کلام کا بشری طاقتوں سے بلند تر ہونا ثابت ہوتا ہے اور زمانہ دراز کا تجربہ بھی اس کے مرتبہ اعجاز پر گواہی دیتا ہے۔''

(براہین احمدیہ، حصہ چہارم، روحانی خزائن، جلد 1 ،صفحہ 403)

وحی والہام کی حقیقت اور ضرورت

جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے وقت جہاں ایک طرف دیگر مذاہب والے یا تو خدا تعالیٰ کی وحی والہام پر بکلی مہر لگا چکے تھے۔ یا اس کو اپنے اپنے مذہب تک ہی محدود سمجھتے تھے۔ وہاں مسلمان بھی یورپ کے گمراہ کن فلسفہ سے متاثر ہوکر اور عیسائی ملکوں کی ظاہری اور مادی ترقی دیکھ کر الہام الٰہی کے منکر ہو رہے تھے۔آپؑ نے براہین احمدیہ میں نہ صرف وحی والہام کی حقیقت اور ضرورت کو بدلائل پیش فرمایا بلکہ منکرین وحی والہام کو چیلنج بھی فرمایا کہ جس کو وحی والہام کے وجود پر شک ہو وہ میرے پاس آئے میں اس کا ثبوت پیش کرنے کیلئے تیار ہوں چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

''اس زمانے کے پادری اور پنڈت اور برہموں اور آریہ اور دوسرے مخالف چونکہ نہ انھیں کہ وہ برکتیں کہاں ہیں۔وہ آسمانی نور کدھر ہیں جن میں امت مرحومہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے مسیح اور موسیٰ کی برکتوں میں شریک ہے اور ان نوروں کی وارث ہے جن سے اور تمام قومیں اور تمام اہل مذاہب محروم اور بے نصیب ہیں...... اگر کوئی پادری یا پنڈت یا برہمو کہ جو اپنی کور باطنی سے منکر ہیں یا کوئی آریہ اور دوسرے فرقوں میں سے سچائی اور راستی سے خدا تعالیٰ کا طالب ہے تو اس پر لازم ہے کہ سچے طالبوں کی طرح اپنے تمام تکبروں اور غروروں اور نفاقوں اور دنیا پرستیوں اور ضدوں اور خصومتوں سے بکلی پاک ہوکر اور فقط حق کا خواہاں اور حق کا جویاں بن کر ایک مسکین اور عاجز اور ذلیل آدمی کی طرح سیدھا ہماری طرف چلا آوے اور پھر صبر اور برداشت اور اطاعت اور خلوص کو صادق لوگوں کی طرح اختیار کرے تا انشاء اللہ اپنے مطلب کو پاوے اور اگر اب بھی کوئی منہ پھیرے تو وہ خود اپنی بے ایمانی پر آپ گواہ ہے۔''

(براہین احمدیہ، حصہ سوم، روحانی خزائن، جلد 1 ،صفحہ 273)

توحید اور خدا شناسی اور تمیز اور تہذیب کیلئے ہر زمانہ میں وحی والہام کی ضرورت بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

''تمام تواریخ دان بخوبی جانتے ہیں کہ از منہ سابقہ میں بھی جب کسی نے خدا کے نام اور اسکی صفات کاملہ سے پوری پوری واقفیت حاصل کی تو الہام ہی کے ذریعہ سے کی۔اور عقل کے ذریعہ سے کسی زمانہ میں بھی توحید الٰہی شائع نہ ہوئی۔یہی وجہ ہے کہ جس جگہ الہام نہ پہنچا اس جگہ کے لوگ خدا کے نام سے بے خبر اور حیوانات کی طرح بے تمیز اور بے تہذیب رہے۔کون کوئی ایسی کتاب ہمارے سامنے پیش کرسکتا ہے کہ جو از منہ سابقہ میں سے کسی زمانہ میں علم الٰہی کے بیان میں تصنیف ہوئی ہو اور حقیقی سچائیوں پر مشتمل ہو جس میں مصنف نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ اس نے خدا شناسی کے مستقیم راہ کو بذریعہ الہام حاصل نہیں کیا اور نہ خدائے واحد کی ہستی پر بطور سماع اطلاع پائی ہے۔بلکہ خدا کا پتہ لگانے اور صفات الٰہیہ کے جاننے اور معلوم کرنے میں صرف اپنی ہی عقل اور اپنے ہی فکر اور اپنی ہی ریاضت اور اپنی ہی عرق ریزی سے مدد ملی ہے اور بلا تعلیم غیرے آپ ہی مسئلہ وحدانیت الٰہی کو معلوم کرلیا ہے اور خود بخود ذہن خدائے تعالیٰ کی سچی معرفت اور کامل شناسائی تک پہنچ گیا ہے۔کون ہم کو ثابت کر کے دکھلا سکتا ہے کہ کوئی ایسا زمانہ بھی تھا کہ دنیا میں الہام الٰہی کا نام ونشان نہ تھا اور خدا کی مقدس کتابوں کا دروازہ بند تھا اور اس زمانے کے لوگ محض صحیفہ فطرت کے ذریعہ سے توحید اور خدا شناسی پر قائم تھے۔کون کسی ایسے ملک کا نشان بتلا سکتا ہے جسکے باشندے الہام کے وجود سے محض بے خبر رہ کر پھر فقط عقل کے ذریعہ سے خدا تک پہنچ گئے اور صرف اپنی ہی فکر و نظر سے وحدانیت حضرت باری پر ایمان لے آئے۔''

(براہین احمدیہ، حصہ سوم، روحانی خزائن، جلد 1 ،صفحہ 219)

براہین احمدیہ کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بے مثال اور عظیم الشان خدمت اسلامی کی بابت گواہیاں

براہین احمدیہ اسلام کیلئے ناقابل تسخیر حصار ثابت ہوئی اور ایک ایسا حصن حصین بنی جس نے اسے دوسرے مذہبوں کے حملوں سے بچا لیا۔حضرت مسیح موعودؑ نے اس میں ایسے ایسے علوم بھر دیئے کہ باوجود ناخنوں تک زور لگانے کے کوئی بھی اس کا جواب نہ لکھ سکا۔ ہندوستان کے ایک گوشے سے لیکر دوسرے گوشے تک شور پڑ گیا کہ یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہے دشمن حیران اور ششدر رہ گئے کہ یا تو اسلام کی یہ حالت ہو چکی تھی کہ اپنے دفاع کی بھی طاقت نہ رکھتا تھا اور اب یہ عالم ہے کہ مذاہب عالم کے اکھاڑے میں اس مرد میدان کے اترنے کے نتیجہ میں اسلام کی تلوار ادیان باطلہ کے سر پر اتنے زور سے پڑنے لگی کہ ان کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔کجا یہ عالم تھا کہ دشمن اسلام کو مٹانے کے در پے تھے اور کجا یہ انقلاب کہ ان کو اپنے ہی گھر کی فکر پیدا ہوگئی۔یہ ایک ایسی عظیم الشان خدمت اسلام تھی کہ ملک کے جید علماء اس پر خراج تحسین پیش کیے بغیر نہ رہ سکے۔چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی جو اس زمانے میں ہندوستان میں فرقہ اہلحدیث کے ایک نامور عالم تھے، حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ مسیحیت کے بعد آپؑ کے اشد ترین دشمن ہو گئے اور آپؑ کے خلاف فتویٰ کفر جاری کروا کر اوّل المکفرین بن گئے۔انہوں نے براہین احمدیہ کے محاسن اور کمالات پر بڑا زور دار تبصرہ لکھا اور اس کتاب کو اس زمانہ میں اسلامی مدافعت کا ایک عظیم شاہکار قرار دیا، ان کا تبصرہ اس ضمن میں ایک شہرت رکھتا ہے اور الفضل ما شھدت بہ الاعداء کا مصداق ہے۔مولوی صاحب موصوف براہین احمدیہ کا خلاصہ مطالب لکھنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''اب ہم اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں، ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانے میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہمو سماج سے اس زور وشور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی وقلمی ولسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھا لیا ہو۔اور مخالفین اسلام ومنکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام میں شک ہو وہ ہمارے پاس آ کر اس کا تجربہ ومشاہدہ کر لے اور اس تجربہ ومشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔''

(اشاعۃ السنہ، جلد ہفتم، نمبر 6 تا 11)

لدھیانہ کے مشہور و معروف صوفی حضرت حاجی احمد جان صاحب نے جن کے عقیدت مندوں کا حلقہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے لکھا کہ:

''یہ کتاب دین اسلام اور نبوت محمدیہ ﷺ اور قرآن شریف کی حقانیت کو تین سو مضبوط دلائل عقلی اور نقلی سے ثابت کرتی ہے اور عیسائی، آریہ، نیچریہ، ہنود اور برہمو سماج وغیرہ جمیع مذاہب مخالف اسلام کو از روئے تحقیق رد کرتی ہے۔حضرت مصنف نے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا ہے کہ اگر کوئی مخالف اسلام یا مکذب اسلام تمام دلائل یا نصف یا خمس تک بھی رد کر دے تو مصنف صاحب اپنی جائداد دس ہزار روپیہ کی اسکے نام منتقل کر دیں گے......اس چودھویں صدی کے زمانہ میں کہ ہر ایک مذہب وملت میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہے۔ بقول شخصے کافر نئے نئے ہیں مسلماں نئے نئے، ایک ایسی کتاب اور ایک ایسے مجدد کی بے شک ضرورت تھی جیسی کہ کتاب براہین احمدیہ۔اس کے مؤلف جناب مخدومنا مولانا میرزا غلام احمد صاحب دام فیوضہ ہیں۔جو ہر طرح سے دعویٰ اسلام کو مخالفین پر ثابت فرمانے کیلئے موجود ہیں......اے ناظرین۔

میں سچی نیت اور کمال جوش صداقت سے التماس کرتا ہوں کہ بے شک وشبہ جناب میرزا صاحب موصوف مجدد وقت اور طالبان سلوک کیلئے آفتاب اور گمراہوں کیلئے خضر اور منکرین اسلام کے واسطے سیف قاطع اور حاسدوں کے واسطے حجت بالغہ ہیں۔ یقین جانو کہ پھر ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا آگاہ ہو کہ امتحان کا وقت آ گیا ہے اور حجت الٰہی قائم ہو چکی ہے اور آفتاب عالمتاب کی طرح بدلائل قطعیہ ایسا ہادی کامل بھیج دیا گیا ہے کہ سچوں کو نور بخشے اور ظلمات وضلالت سے نکالے اور جھوٹوں پر حجت قائم کرے۔"

(منقول از "تأثرات قادیان" صفحہ نمبر 64 تا 65 بحوالہ حیات طیبہ صفحہ 48-49)

مسلمانان ہند کے ایک اور نہایت ہی دیندار اور تقویٰ شعار بزرگ صحافی مولانا محمد شریف صاحب نے مشہور مسلم اخبار "منشور محمدی" بنگلور میں 'جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا' کے عنوان سے لکھا:

"مدت سے ہماری آرزو تھی کہ علماء اسلام میں سے کوئی حضرت جن کو خدا نے دین کی تائید اور حمایت کی توفیق دی ہے کوئی کتاب ایسی تصنیف یا تالیف کریں جو زمانہ موجودہ کی حالت کے موافق ہو اور جس میں دلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثبوت نبوت پر قائم ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ آرزو بھی بر آئی۔"

(منشور محمدی بنگلور 25 رجب المرجب 1300ھ بحوالہ حیات طیّبہ صفحہ 49)

کئی ماہ کے بعد پھر لکھا کہ: "اس کتاب کی زیادہ تعریف کرنی حدّ امکان سے باہر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جس تحقیق اور تدقیق سے کتاب میں مخالفین اسلام پر حجت اسلام قائم کی گئی ہے وہ کسی تعریف وتوصیف کی محتاج نہیں۔

حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را

مگر اتنا تو کہنے سے ہم بھی نہیں رک سکتے کہ بلا شبہ کتاب لاجواب ہے اور جس زور وشور سے دلائل حقّہ بیان کئے گئے ہیں اور مصنف مدّ ظلّہ نے اپنے مکشوفات والہامات کو بھی مخالفین اسلام پر ظاہر کر دیا اس میں اگر کسی کو شک ہو تو وہ مکاشفات الٰہیہ الٰہی اور انوار لامتناہی جو عطیہ الٰہی ہیں ان سب کو فیض صحبت مصنف سے مستفیض ہو کر پاوے اور عین الیقین حاصل کر لے۔ اثبات اسلام وحقیت نبوّت وقرآن میں یہ لاجواب کتاب اپنا نظیر نہیں رکھتی ...... یہ وہ عالی مضامین اور قاطع دلائل ہیں جن کے جواب کیلئے مخالفین کو دس ہزار کی تحریص دلائی گئی ہے اور اشتہار دیئے ہوئے عرصہ ہو چکا۔ مگر کسی کو قلم اٹھانے کی اب تک طاقت نہیں ہوئی۔"

(منشور محمدی ۵ جمادی الآخر 1301ھ بحوالہ حیات طیّبہ صفحہ 50)

اسی طرح لکھا: "براھین احمدیہ میں مؤلف نے تین سو براھین قطعیہ عقلیہ سے حقیقت قرآن اور نبوت محمدیہ کو ثابت کیا ہے اور سبحان اللہ کیا تصنیف منیف ہے کہ جس سے دین حق کا لفظ لفظ سے ثبوت ہو رہا ہے۔ ہر ہر لفظ سے حقیقت قرآن ظاہر ہو رہی ہے...... یہ وہی کتاب ہے جو فی الحقیقت لاجواب ہے۔"

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 17 ستمبر 2004 تا 23 ستمبر 2004)

ایڈیٹر' زمیندار' مولوی ظفر علی خان صاحب کے والد مولوی سراج الدین صاحب نے تائید اسلام میں اسے دیرینہ آرزو کا پورا ہونا کہا اور صوبہ سرحد کے ایک افسر تعلیم مرزا محمد اسماعیل صاحب قندھاری نے فرمایا: "اس کے ہر صفحہ سے نبیوں کی خوشبو آتی ہے۔"

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 23 مارچ 2001 تا 29 مارچ 2001)

1880ء سے شائع ہونے والی اس انقلاب آفریں کتاب نے جہاں مخالفین اسلام کے کیمپ میں کھلبلی مچائی اور مسلم حلقوں میں بے مثال خراج عقیدت اور داد تحسین پائی وہاں طالبان حق کی ایک بڑی تعداد اس شہرہ آفاق تصنیف کی وجہ سے آپؑ کی معتقد ہو چکی تھی۔ چنانچہ مولوی حکیم انوار حسین خان صاحبؓ شاہ آباد ضلع ہردوئی جو کہ 313 صحابہ میں سے تھے اپنے احمدیت کی طرف میلان کا پُر تاثیر ذریعہ براھین احمدیہ کو ہی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"1887ء میں جب حضرت منشی احمد جان صاحب نے ایک کتاب طب روحانی لکھی تو اس میں سلب امراض کے طریق بتائے گئے تھے اور اس میں لکھا گیا تھا کہ دو حصے اور شائع ہونگے، دوسرا حصہ کشف قبور کے متعلق اور تیسرا حصہ عالم لاہوت اور ناسوت کے متعلق ہوگا۔ میں نے جب پہلا حصہ دیکھا تو منشی صاحب موصوف کی خدمت میں لکھا کہ دوسرا حصہ بھی روانہ کر دیں تو انہوں نے کہا کہ اس کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی...... پنجاب میں ایک آفتاب نکلا ہے جس کے سامنے ستارے رہبری نہیں کر سکتے ان کا نام مرزا غلام احمد ہے انہوں نے ایک کتاب براھین احمدیہ لکھی ہے اس کو منگوا کر پڑھو۔ چنانچہ منشی صاحب موصوف نے کچھ اشعار براھین احمدیہ کے لکھ کر بھیجے...... تب براھین احمدیہ کو دیکھ کر میں نے خط حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا...... چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے مجھ کو وہ روانہ کر دیا۔ اس سے ہی علم مجھ کو ہوا اور یہی ذریعہ میری احمدیت کے قبول کرنے کا ہوا۔"

(رجسٹر روایاتِ صحابہ نمبر 8 صفحہ 284، 285)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام براہین احمدیہ میں فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ الہام ہوا جسکے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادہ الٰہی احیائے دین کیلئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محی کی تعیّن ظاہر نہیں ہوئی اس لئے وہ اختلاف میں ہے۔ اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا "ھذا رجل یحب رسول اللہ" یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرط اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔"

(براہین احمدیہ، حصہ چہارم، روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 598)

اس الہام کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو منصب محی عطا فرمایا اور بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے آپؑ کا ظہور ہوا۔ آپؑ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف براہین احمدیہ کے ذریعہ صداقت اسلام، قرآن مجید کی تمام مذہبی کتب پر برتری، وحی والہام کی حقیقت اور اس کی ضرورت کو ناقابل تردید دلائل سے پیش فرمایا۔ نبوت محمدیہ کی حقانیّت کو ثابت کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کو قائم فرماتے ہوئے آپؐ کی محبت کو دلوں میں بٹھایا اور آپؐ کی قوت قدسیہ اور فیضان کو ثابت کیا۔ آپؑ نے اس عظیم الشان تصنیف کے ذریعہ یقیناً خدمت اسلامی کا حق ادا کر دیا۔ یہ وہ عظیم الشان خدمت اسلامی ہے جس کا قرض امت محمدیہ قیامت تک نہیں اتار سکتی۔ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو آپؑ کے مقام ومرتبہ اور آپؑ کی خدمات اسلامی کا فہم وادراک عطا فرمائے۔ اور آپ کے حلقہ بگوش ہونے کی توفیق دے۔ الھم آمین! ☆......☆

ہر احمدی گھر، سب مل کر ہر ہفتے ایم ٹی اے پر خطبہ ضرور سنا کریں اور روزانہ کم از کم ایک گھنٹہ ایم ٹی اے کے دوسرے پروگرام بھی دیکھیں

حضور پُرنُور اپنے خطبہ جمعہ 20 مئی 2016 میں فرماتے ہیں :

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایم ٹی اے عطا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں جماعت کے روحانی، علمی پروگراموں کے لئے ویب سائٹ بھی عطا فرمائی۔ اگر ہم اپنی زیادہ توجہ اس طرف کریں تو پھر ہی ہماری توجہ اس طرف رہے گی جس سے ہم اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے والے ہوں گے اور شیطان سے بچنے والے ہوں گے۔

تفریح کے لئے اگر دوسرے ٹیلی ویژن چینل دیکھنے بھی ہیں تو پھر اس بات کی احتیاط کرنی چاہئے کہ خود ماں باپ بھی اس کی احتیاط کریں اور بچوں کی بھی نگرانی کریں کہ پھر وہ پروگرام دیکھیں جو شریفانہ ہوں۔ جہاں بھی بیہودگی اور گند ہے اس سے بچیں کہ یہ صرف بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ اُس طرف لے جاتے ہیں جہاں سے اللہ تعالیٰ سے دُوری پیدا ہوتی ہے لیکن اس بات کو ہر احمدی گھر کو یہ لازمی اور ضروری بنانا چاہئے کہ تمام گھر کے افراد مل کر ہر ہفتے کم از کم ایم ٹی اے پر خطبہ ضرور سنا کریں اور اس کے علاوہ کم از کم ایک گھنٹہ روزانہ ایم ٹی اے کے دوسرے پروگرام بھی دیکھیں۔ جن گھروں میں اس پر عمل ہو رہا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظر آتا ہے کہ پورا گھرانہ دین کی طرف مائل ہے۔ بچے بھی دین سیکھ رہے ہیں اور بڑے بھی دین سیکھ رہے ہیں۔ جو بھی اس پر عمل کرے گا اس سے یقیناً جہاں دینی فائدہ حاصل ہوگا، اس سے شیطان سے بھی دُوری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی طرف توجہ ہوگی۔ اس سے گھروں کے سکون بھی ملیں گے اور اس میں برکت بھی پیدا ہوگی۔"

خدا تعالیٰ نے مجھ کو اس زمانہ کی اصلاح کیلئے بھیجا ہے

تا وہ غلطیاں جو بجز خدا تعالیٰ کی خاص تائید کے نکل نہیں سکتی تھیں وہ مسلمانوں کے خیالات سے نکالی جائیں اور منکرین کو سچے اور زندہ خدا کا ثبوت دیا جائے اور اسلام کی عظمت اور حقیقت تازہ نشانوں سے ثابت کی جائے

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ نے مجھ کو اس زمانہ کی اصلاح کیلئے بھیجا ہے تا وہ غلطیاں جو بجز خدا تعالیٰ کی خاص تائید کے نکل نہیں سکتی تھیں وہ مسلمانوں کے خیالات سے نکالی جائیں اور منکرین کو سچے اور زندہ خدا کا ثبوت دیا جائے اور اسلام کی عظمت اور حقیقت تازہ نشانوں سے ثابت کی جائے سو یہی ہو رہا ہے۔ قرآن شریف کے معارف ظاہر ہو رہے ہیں لطائف اور دقائق کلام ربّانی کھل رہے ہیں نشان آسمانی اور خوارق ظہور میں آرہے ہیں اور اسلام کے حُسنوں اور نوروں اور برکتوں کا خدا تعالیٰ نئے سرے جلوہ دکھا رہا ہے جس کی آنکھیں دیکھنے کی ہیں دیکھے اور جس میں سچا جوش ہے وہ طلب کرے اور جس میں ایک ذرّہ حبّ اللہ اور رسول کریم کی ہے وہ اُٹھے اور آزمائے اور خدا تعالیٰ کی اس پسندیدہ جماعت میں داخل ہووے جس کی بنیادی اینٹ اُس نے اپنے پاک ہاتھ سے رکھی ہے۔ اور یہ کہنا کہ اب وحی ولایت کی راہ مسدود ہے اور نشان ظاہر نہیں ہو سکتے اور دُعائیں قبول نہیں ہوتیں یہ ہلاکت کی راہ ہے نہ سلامتی کی۔ خدا تعالیٰ کے فضل کو ردّ مت کرو اُٹھو آزماؤ اور پرکھو پھر اگر یہ پاؤ کہ معمولی سمجھ اور معمولی عقل اور معمولی باتوں کا انسان ہے تو قبول نہ کرو لیکن اگر کرشمہ قدرت دیکھو اور اُسی ہاتھ کی چمک پاؤ جو مؤیدانِ حق اور مکلمانِ الٰہی میں ظاہر ہوتا رہا ہے تو قبول کر لو اور یقیناً سمجھو کہ خدا تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بڑا احسان یہی ہے کہ وہ اسلام کو مُردہ مذہب رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ہمیشہ یقین اور معرفت اور الزام خصم کے طریقوں کو کھلا رکھنا چاہتا ہے۔ بھلا تم آپ ہی سوچو کہ اگر کوئی وحی نبوت کا منکر ہو اور یہ کہے کہ ایسا خیال تمہارا سراسر وہم ہے تو اس کے منہ بند کرنے والی بجز اس کے نمونہ دکھلانے کے اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے؟ کیا یہ خوشخبری ہے یا بدخبری کہ آسمانی برکتیں صرف چند سال اسلام میں رہیں اور پھر وہ خشک اور مُردہ مذہب ہو گیا؟ اور کیا ایک سچے مذہب کے لئے یہی علامتیں ہونی چاہئیں!!!‘‘

(روحانی خزائن، جلد 6، برکات دعاء، صفحہ 24)

میں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ
میں سچ پر ہوں اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :

''میں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک میں دُور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے۔ جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پُتلی کی طرح اس مُشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کرسکتیں۔ کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا کا احساس نہیں۔''

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 403)

جلسہ سالانہ قادیان 2016 مبارک ہو!

طالبِ دعا:

مسعود احمد انصاری، قائد مجلس خدام الاحمدیہ حیدرآباد

مع ممبران مجلس عاملہ و جملہ اراکین مجلس خدام الاحمدیہ حیدرآباد دکن (صوبہ تلنگانہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مناظرات و مباحثات

مباحثہ امرتسر، مباحثہ لدھیانہ، مباحثہ دہلی، مباحثہ ہوشیارپور

(حافظ سید رسول نیاز، نظارت نشر و اشاعت قادیان)

اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے ہمیشہ انسانوں کو ہی اپنا نمائندہ بنا کر مبعوث کرتا رہا ہے۔ اِس ضمن میں مختلف ذہنیت کے حامل لوگوں سے انبیاء کو گفتگو کرنی پڑتی ہے اور پھر یہ گفتگو بسا اوقات دوطرفہ ہوتی ہے جس کو عرفِ عام میں مباحثہ یا مناظرہ کہتے ہیں۔ دراصل مناظرات و مباحثات اگر خلوص نیّت سے اور نفسانی جذبات سے علیحدہ ہوکر اور فتح و شکست کے خیال کو بالائے طاق رکھ کر محض اس مقصد کے پیش نظر کئے جائیں کہ تا حق ظاہر ہو جائے اور باطل کا پتا لگ جائے اور حق کو اختیار اور باطل سے اجتناب کیا جائے تو ایسے مناظرات نہ صرف مفید بلکہ انسانی علمی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہیں۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنی قوم، ایک بااختیار بادشاہ اور اپنے چچا سے مباحثہ کا ذکر قرآن مجید میں ملتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام کے اپنی قوم سے مکالمات کا ذکر قرآن مجید کے متعدد مقامات میں آتا ہے۔

اسی طرح ہمارے آقا سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی میں نجران سے آئے ہوئے عیسائیوں کے ایک وفد سے تبادلہ خیالات فرمایا۔ انبیاء اور مامورین کی اسی سنّت کے مطابق حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے مخالفین سے مباحثات و مناظرات کئے۔

ذیل میں خاکسار حضور علیہ السلام کے چار مباحثوں کا ذکر کرے گا۔

مباحثہ ہوشیارپور
مارچ/۱۸۸۶ء

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو غلبہ اسلام کی خاطر چلّہ کشی کرنے کے بعد ایک اہم واقعہ پیش آیا جس سے اسلام کا زندہ مذہب ہونا ثابت ہوا۔ آریہ سماج ہوشیارپور کے ایک اہم رکن ماسٹر مرلی دھر صاحب نے حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر درخواست کی کہ وہ اسلامی تعلیمات پر چند سوالات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے آپ ایک زمانے سے منتظر تھے۔ فوراً اُس دعوت کو قبول فرمالیا۔ آپ نے پہلا موقع فریقِ مخالف کو ہی دیتے ہوئے نہایت منصفانہ طریق پر یہ تجویز فرمایا کہ ایک نشست میں ماسٹر مرلی دھر صاحب اسلام پر اعتراضات پیش کریں۔ اور آپ خود اُن کے جوابات پیش کریں گے۔ پھر دوسری نشست میں حضور آریہ سماج کے مسلمہ عقائد پر سوالات پیش کریں گے اور ماسٹر مرلی دھر صاحب اُن سوالات کے جوابات پیش کریں گے۔ یہ ایسا عادلانہ طریق تھا کہ ماسٹر صاحب نے فوری طور پر اِس تجویز سے اتفاق کرلیا۔ اِس مباحثہ کیلئے حضور کی رہائش گاہ طویلہ ہی قرار پائی۔ اور مباحثہ کی پہلی نشست کیلئے ۱۱/مارچ/۱۸۸۶ء کی شب اور دوسری نشست کیلئے ۱۴/مارچ/۱۸۸۶ء کا دن مقرر ہوا۔ اِن دونوں نشستوں کیلئے یہ بھی شرط طے ہوئی کہ بحث کا خاتمہ جواب الجواب کے جواب سے ہو۔ اِس سے پہلے بحث کا خاتمہ نہ ہو۔

چنانچہ ۱۱/مارچ کو ماسٹر مرلی دھر صاحب تشریف لائے اور بتایا کہ آج وہ چھ سوالات پیش کریں گے۔ انہوں نے اپنا پہلا سوال معجزہ شق القمر کے متعلق پیش کیا اور اسی پر اُن کی علمیت کا سارا بھرم کھل گیا اور اپنی ناکامی کا داغ مٹانے کیلئے عین اُس وقت جبکہ حضور اقدسؑ کے جواب الجواب کے جواب کا وقت آیا تو معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے محض رات کی طوالت کا عذر پیش کرتے ہوئے جانے کا قصد کرنے لگے۔ حالانکہ اکثر ہندو حاضرین خصوصاً والی ریاست سوکیت کے بڑے فرزند میاں شترو گہن صاحب نے جو اِس مجلس میں موجود تھے کئی بار ماسٹر صاحب سے کہا کہ آپ جواب الجواب کا جواب لکھنے دیں ہم لوگ بخوشی بیٹھیں گے، ہمیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بلکہ ہم کو تو جواب سننے کا شوق ہے۔ لیکن ماسٹر صاحب بیٹھنے کیلئے بالکل راضی نہ ہوئے۔ اِس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ یہ جواب تو تحریر ہونے سے رہ نہیں سکتا۔ اگر آپ اِس وقت اِس کو سننے کیلئے تیار نہیں تو یہ جواب رسالہ کے ساتھ شامل کیا جائے گا۔ ماسٹر صاحب بادل ناخواستہ رسالہ کے ساتھ شامل کئے جانے پر رضامند ہوگئے۔ لیکن جواب کا اِس مجلس میں تحریر ہوکر پیش ہونا چونکہ اُن کو ناگوار تھا۔ اِسلئے وہ مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے۔

پہلی نشست یوں نامکمل ختم ہوئی۔ اور ماسٹر صاحب کا راہِ فرار اختیار کرنا سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ اب دوسری نشست مقررہ دن ہوئی اور طے شدہ معاہدہ کے مطابق آج حضرت اقدسؑ کی طرف سے آریہ سماج کے مسلمہ عقائد پر سوالات پیش ہونے تھے۔

حضورؑ نے آریہ سماج کے اِس اصول کے متعلق تحریراً اعتراض پیش فرمایا کہ آریہ سماج کا یہ عقیدہ ہے کہ پرمیشر نے کوئی روح پیدا نہیں کی اور نہ وہ کسی کو کوئی خواہ کیسا ہی راست باز اور سچا ہو ابدی نجات بخشے گا۔ یہ عقیدہ خدا تعالیٰ کی توحید اور رحمت دونوں کے صریح منافی ہے۔

جب یہ زبردست اعتراض پیش ہوکر جلسہ عام میں سنایا گیا تو ماسٹر صاحب حیران و ششدر رہ گئے جو اُن کے چہرے سے صاف عیاں تھا۔ اور اندرونی حالت کا علم تو خود اُن کو ہی تھا۔ جواب دینے کیلئے اُن کو کچھ نہ سوجھتا تھا۔ لہٰذا گھنٹہ اور سوا گھنٹہ تک وقت ضائع کرنے کے بعد بھی یہی کہتے رہے کہ یہ ایک سوال نہیں بلکہ دو سوال ہیں۔

حضور علیہ السلام نے انہیں بار بار سمجھایا کہ درحقیقت سوال ایک ہی ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی خالقیت سے انکار کرنا۔ اور میعادی مکتی تو اِس بے معنی اصول کا ایک بداثر ہے جو اِس سے الگ نہیں ہوسکتا۔ دونوں باتیں ایک ہی سوال سے متعلق ہیں۔ حضورؑ نے مزید فرمایا کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی خالقیت سے منکر ہوگا اُس کیلئے ممکن ہی نہیں کہ ہمیشہ کی نجات کا اقرار کرسکے۔ سو انکارِ خالقیت اور انکار جاودانی دونوں لازم ملزوم ہیں۔ غرض بار بار سمجھانے کے بعد ماسٹر صاحب کچھ سمجھے اور نہ چاہتے ہوئے بھی جواب تحریر کرنے پر مجبور ہوگئے۔ تین گھنٹے میں سوال کے ایک ہی ٹکڑے کا جواب قلمبند کرکے سنایا اور نجات کے بارے میں دوسرے حصہ سوال کے متعلق یہ جواب دیا کہ اِس کا جواب ہم اپنے مکان سے لکھ کر بھجوادیں گے۔ حضورؑ نے جواب لینے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے جو کچھ لکھنا ہے اِسی مجلس میں حاضرین کی موجودگی میں لکھیں، اگر گھر میں بیٹھ کر لکھنا تھا تو اِس مباحثہ کی کیا ضرورت ہے؟ مگر ماسٹر صاحب کی پردہ دری ہونے والی تھی اِس لئے وہ ہرگز نہ مانے۔ اُن کی ہٹ دھرمی کو دیکھ کر حضورؑ نے فرمایا کہ جس قدر آپ نے لکھا ہے وہی ہمیں دے دیں تاکہ ہم جواب الجواب لکھیں۔ ماسٹر صاحب جو پہلی مجلس میں جواب الجواب سننے پر خوفزدہ ہوگئے تھے اب جواب الجواب لکھنے پر بوکھلا گئے اور معذرت کردی کہ اب ہمارے سماج کا وقت ہوچکا ہے۔ ہم بیٹھ نہیں سکتے۔ ماسٹر صاحب چونکہ ابتداء ہی سے وقت ضائع کرنے کیلئے لاتعلق باتوں میں اُلجھ رہے تھے اِس لئے حضورؑ نے اُن کے ارادہ کو بھانپ کر احتیاطاً فرمایا تھا کہ جو ورق آپ لکھتے جائیں وہ ہمیں دیتے چلے جائیں۔ تاکہ مَیں اُس کا جواب الجواب بھی لکھتا جاؤں۔ اِس پر ماسٹر صاحب کے ایک ساتھی لالہ کچھمن صاحب نے بھی حضورؑ کی بات سن کر کہا کہ مَیں آپ کی غرض سمجھ گیا ہوں لیکن ماسٹر صاحب ایسا کرنا نہیں چاہتے۔ بالآخر وہی بات ہوئی اور ماسٹر صاحب مباحثہ کو نا تمام چھوڑ کر سماج کا وقت ہونے کا عذر پیش کرکے جانے کیلئے کھڑے ہوگئے۔

اُن کے جانے کا عذر بتا رہا تھا کہ وہ سخت گھبرائے ہوئے ہیں اور چہرے کا رنگ فق ہوگیا ہے۔ چونکہ پہلے دن کا جواب الجواب سنکر وہ مبہوت ہوکر رہ گئے تھے۔ یہ تمام نظارہ دیکھ کر سامعین بھی مایوس ہوکر منتشر ہوگئے اور بعض یہ کہتے ہوئے اُٹھ گئے کہ اب کیا بیٹھیں اب تو بحث ختم ہوگئی ہے۔ جب لوگوں کے اِس تبصرہ کو انہوں نے دیکھا تو کچھ ندامت ہوئی اور پھر کچھ لکھنا شروع کردیا۔ مگر پورا نہیں کیا اور ادھورا چھوڑ کر کھڑے ہوگئے۔ اِس پر حضورؑ نے ماسٹر صاحب سے فرمایا کہ اگر آپ اِس وقت نہیں ٹھہر سکتے ہیں تو مَیں دو روز اور اِس جگہ ہوں اور دن رات اِسی

خدمت میں صرف کر سکتا ہوں۔ لیکن اُنہوں نے جواب دیا کہ مجھے فرصت نہیں ہے۔

اِس پر حضورؑ کو سخت افسوس ہوا اور فرمایا کہ آپ نے معاہدہ کو توڑ کر اچھا نہیں کیا، نہ آپ نے پورا جواب لکھا اور نہ ہمیں اب جواب الجواب لکھنے دیتے ہیں۔ لیکن یہ جواب الجواب بھی مجبوراً بطور خود تحریر کر کے رسالے کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا۔ اتنی سی بات سنکر ماسٹر صاحب اپنے رفقاء سمیت اُٹھکر چلے گئے اور حاضرینِ جلسہ پر اُن کا راہِ فرار اختیار کرنا واضح ہوگیا۔ اِس نشست میں سامعین کی تعداد غیر معمولی طور بہت زیادہ تھی۔ چنانچہ سینکڑوں مسلمان اور ہندو اپنا کام کاج چھوڑ کر مباحثہ کی کارروائی سننے کیلئے جمع ہوئے تھے اور مکان کا صحن سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اور کئی مسلمان، ہندو معززین اِس میں شامل تھے۔

کتاب سرمہ چشم آریہ کی تصنیف واشاعت:

حضورؑ نے اِس مباحثہ کی روئیداد اور سوالات وجوابات کو حسبِ وعدہ کتاب کی صورت میں سرمہ چشم آریہ کے نام سے تصنیف فرما کر ستمبر ۱۸۸۶ء کو شائع فرمایا۔ یہ کتاب روحانی خزائن جلد ۲ میں موجود ہے۔ جس میں آپ نے آریہ سماج کے باطل عقائد پر زبردست تنقید کرنے کے علاوہ قرآنی معجزات و خوارق، عجائباتِ عالم، روح کے خواص، کشف قبور، انسانِ کامل اور قانونِ قدرت جیسے اہم مسائل پر نہایت عمدگی سے بحث فرمائی۔

تردید لکھنے والے کیلئے پانچ سو روپے کا انعام:

اِس کتاب کی تردید لکھنے والے کیلئے حضور نے پانچ سو روپے کا انعامی اشتہار بھی شائع فرمایا اور اِس کیلئے ایک منصفانہ طریق اختیار کرتے ہوئے جناب منشی جیون داس صاحب سیکرٹری آریہ سماج کو ثالث مقرر فرمایا۔ کہ اگر وہ قسم کھا کر گواہی دے دیں کہ کتاب کا جواب دے دیا گیا ہے تو محض اُن کی شہادت پر انعامی رقم دے دی جائے گی۔ مگر میدان میں کوئی نہیں آیا۔

سرمہ چشم آریہ کے بارے میں
اپنوں اور غیروں کے اعترافات:

اِسلام کے دفاع میں اِس معرکۃ الآراء کتاب کی افادیت اِس امر سے ظاہر ہے کہ اِس کے بارے میں کئی اپنوں اور غیروں نے ریویو لکھا ہے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں رقمطراز ہیں۔

’’یہ کتاب لا جواب مؤلف براہینِ احمدیہ مرزا غلام احمد رئیس قادیان کی تصنیف ہے۔ اِس میں جناب مصنف کا ایک ممبر آریہ سماج سے مباحثہ شائع ہوا ہے جو معجزہ شق القمر اور تعلیم وید پر بمقام ہوشیارپور ہوا تھا اِس مباحثہ میں جناب مصنف نے تاریخی واقعات اور عقلی وجوہات سے معجزہ شق القمر ثابت کیا ہے اور اِس کے مقابلہ میں آریہ سماج کی کتاب (وید) اور اس کی تعلیمات وعقائد (تناسخ وغیرہ) کا کافی دلائل سے ابطال کیا ہے .... حمیت وحمایتِ اسلام تو اِس میں ہے کہ ایک ایک مسلمان دس دس بیس بیس نسخہ خرید کر ہندو مسلمانوں میں تقسیم کرے۔‘‘

(اشاعۃ السنہ جلد ۹ نمبر ۶ صفحہ ۱۴۵ تا ۱۵۸۔ بحوالہ تاریخِ احمدیت جلد ۱ صفحہ ۳۰۰)

سرمہ چشم آریہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کے دفاع میں اپنے خداداد علم کا جس رنگ میں اظہار فرمایا ہے اِس کی یاد خود ماسٹر مرلی دھر صاحب آخر دم تک بھلا نہیں سکے۔ چنانچہ انہوں نے ایک دفعہ حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے متعلق اِس رائے کا اظہار کیا کہ ’’مرزا صاحب غیر معمولی علم رکھتے ہیں مَیں نے علمائے اسلام میں وہ چیز نہیں دیکھی جو اُن میں ہے‘‘

(حیاتِ احمد جلد دوم نمبر سوم صفحہ ۱۶۲۔ بحوالہ تاریخِ احمدیت جلد ۱ صفحہ ۳۰۱)

فیصلہ کیلئے مباہلہ کی دعوت:

اِسی کتاب یعنی سرمہ چشم آریہ میں جھوٹے کو اُس کے گھر تک پہنچانے اور حق وباطل میں فیصلہ کیلئے حضورؑ نے ایک آسان طریق بتاتے ہوئے فرمایا کہ آریہ سماج کے قائدین نہایت غور وفکر کے بعد قرآنِ مجید سے متعلق دو تین ایسے زبردست اعتراضات بحوالہ آیاتِ قرآنی پیش کریں جو اُن کی نگاہ میں سب سے زیادہ قوی ہوں پھر اگر مَیں اُن کا مسکت جواب دینے سے قاصر رہا تو فی اعتراض پچاس روپیہ بطور جرمانہ ادا کروں گا لیکن اگر فریقِ مخالف کے اعتراضات لغو ثابت ہوئے تو اُسے بلاتوقف مسلمان ہونا پڑے گا۔

اِس کے علاوہ حضورؑ نے آریہ سماج کے مشہور لیڈران کا نام لیتے ہوئے مباہلہ کی بھی دعوت دی کہ فیصلہ آسمانی کیلئے ایک برس کی مہلت ہوگی پھر اگر ایک برس گزرنے کے بعد مجھ پر کوئی عذاب نازل ہوا یا حریفِ مقابل پر نازل نہ ہوا تو ان دونوں صورتوں میں پانچ سو روپیہ تاوان ادا کریں گے۔ اِس کے ساتھ ہی حضور نے مباہلہ کی دعا بھی شامل فرمادی۔ مگر آریہ سماج کی طرف سے کوئی میدان میں نہ آیا۔

......☆......☆......☆......

الحق مباحثہ لدھیانہ جولائی ۱۸۹۱ء

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اتمامِ حجت کی غرض سے لدھیانہ کا سفر اختیار فرمایا۔ لہٰذا اِس کیلئے حضورؑ نے ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ اُس وقت کے تقریباً تمام مشہور علماء بشمول مولوی محمد حسین بٹالوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی عبدالجبار غزنوی وغیرھم کو تحریری مباحثہ کا چیلنج دیا۔

اس اشتہار کو پڑھ کر لدھیانہ کے مولویوں نے خاموش رہنا بہتر خیال کیا اور کسی نے سامنے آنے کی جرأت نہ کی۔ مولوی شاہ دین صاحب کے اپنے پیر و مرشد مولوی رشید احمد گنگوہی سے مرزا صاحب سے مباحثہ کرنے کے طریقہ کار کے متعلق استفسار پر انہوں نے جواب دیا کہ مرزا صاحب سے بحث کرنا تمہارا کام نہیں اول تو ٹال دینا اور جو بات نہ ٹلے اور مباحثہ ہی ہوجائے تو وفات وحیات مسیح علیہ السلام میں ہرگز بحث نہ کرنا۔ ہاں نزول میں بحث کرلینا اس مسئلہ میں ہماری کچھ جیت ہوسکتی ہے۔ چنانچہ شاہ دین صاحب اپنے پیر کی بات پر عمل کرتے ہوئے یہ کہکر بحث کرنے سے منکر ہوئے کہ مرزا صاحب بے علم ہیں۔ میری شان سے بعید ہے کہ مَیں ان سے بحث کروں۔ بہرحال لدھیانہ، دیوبند، سہارنپور میں خفیہ مشورے ہوئے مگر مباحثہ کیلئے کوئی کھل کر سامنے نہیں آیا۔

تب پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ تمام علماء کی نظریں رشید احمد گنگوہی صاحب کی طرف اُٹھ رہی ہیں۔ اگر حکم ہو تو اُن کو مباحثہ کیلئے آمادہ کرنے کیلئے لکھوں۔ حضور نے فرمایا اگر تمہارے لکھنے سے آمادہ ہوں تو ضرور لکھو۔ چونکہ پیر سراج الحق صاحب رشید احمد گنگوہی کے ہم زلف تھے اور تعلقات بھی استوار رکھتے تھے۔ اس لئے جب اُن کو یہ خط پہنچا تو گنگوہی صاحب کے معتقدوں اور شاگردوں نے شور مچادیا اور گنگوہی صاحب نے جواب دیا کہ مَیں بحث کو مرزا صاحب سے منظور کرتا ہوں لیکن تقریری اور صرف زبانی۔ تحریری مجھ کو ہرگز ہرگز منظور نہیں ہے اور عام جلسہ میں بحث ہوگی وفات وحیات مسیح میں کہ یہ فرع ہے بحث نہیں ہوگی بلکہ نزولِ مسیح میں ہوگی جو اصل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گنگوہی صاحب کا جواب دیکھ کر پیر صاحب کو ارشاد فرمایا کہ اس کے جواب میں لکھ دیں کہ بحث تحریری ہونی چاہئے۔ تا حاضرین کے علاوہ غائبین کو بھی پورا پورا حال معلوم ہو جائے۔ وفات وحیات فرع کس طرح ہوئی اصل مسئلہ تو وفات وحیات مسیح ہی ہے اگر حیاتِ مسیح ثابت ہوگئی تو نزول بھی ثابت ہوگیا اور اگر وفاتِ مسیح ثابت ہوجائے تو نزولِ مسیح بجسدِ عنصری خود بخود باطل ہوگیا۔ ہمارے دعویٰ کی بنیاد یہی وفاتِ مسیح پر ہے اگر مسیح کی زندگی ثابت ہوجائے تو ہمارے دعویٰ میں کلام کرنا فضول ہے۔ بہرحال مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے تحریری مباحثہ کرنے سے انکار کردیا۔ آخر میں حضورؑ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے تقریری مباحثہ کو ہم منظور کرتے ہیں مگر اس شرط سے کہ آپ تقریر کرتے جائیں اور دوسرا شخص آپ کی تقریر لکھتا جائے اور جب تک ایک کی تقریر ختم نہ ہو دوسرا فریق یا کوئی اور درمیان میں نہ بولے۔ پھر دونوں تقریریں شائع ہوجائیں۔ لیکن بحث لاہور میں ہو۔ گنگوہی صاحب کئی بہانے بنانے کے بعد تقریری مباحثہ کیلئے بھی آگے نہ آئے۔

اِس موقع پر پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ نے دو مشہور سجادہ نشینوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے علمی یا روحانی طریق سے مقابلہ کرنے کی دعوت دی۔ اِس دعوت نامہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پسند فرمایا اور اپنے دستخط کر کے یہ تحریر فرمایا کہ مَیں روحانی باطنی اور علمی مقابلہ کیلئے تیار ہوں اور جو کچھ صاحبزادہ صاحب نے لکھا ہے صحیح ہے۔ مَیں مسیح موعود اور امام مہدی ہوں۔

اس کے جواب میں ایک سجادہ نشین میاں اللہ بخش تونسی سنکھڑی نے تو کوئی جواب نہ دیا البتہ شاہ نظام الدین صاحب بریلوی نیازی نے معذرت کرتے ہوئے لکھا کہ ’’فقیر میں اتنی قوت نہیں ہے کہ جو مقابلہ کر سکے یا اس باطنی وروحانی طور سے مقابل پر کھڑا ہوسکے۔ یہ کام تو مولویوں اور علماء کا ہے آپ بھی تو صوفی اور درویش اور چار قطب ہانسوی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیھم اجمعین کے پوتے ہیں ہمیں آپ پر حسنِ ظن ہے اور جیسا کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا وہ ہورہے گا۔ مجھے آپ معاف فرمائیں۔‘‘

(بحوالہ تاریخ احمدیت، جلد ۱، صفحہ ۴۰۲)

خلاصہ کلام یہ کہ مباحثہ کیلئے کوئی مولوی تو سامنے نہ آیا۔البتہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے دعوت قبول کرتے ہوئے کہا کہ مرزا صاحب کو چاہئے کہ مجھ سے مباحثہ کر لیں۔ مولوی رحیم اللہ صاحب اور مولوی نظام الدین صاحب کو مولوی محمد حسین بٹالوی کی حقیقت کا علم تھا اس لئے رات کے وقت دونوں نے حاضر ہو کر حضور سے عرض کیا کہ ہمارا مشورہ ہے کہ مولوی محمد حسین سے بحث نہ کی جائے کیونکہ وہ سخت بدزبان ہے۔مگر حضور نے فرمایا کہ بحث ہونے دو اُس کی علمی حقیقت کھول دی جائے گی۔اور وہ معلوم کرلے گا کہ بحث کس چیز کا نام ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب کے استفسار پر آپ نے فرمایا کہ بحث تو وفاتِ مسیح پر ہوگی۔مزید فرمایا کہ نزولِ مسیح کی بحث سے کیا تعلق۔نزولِ مسیح تو ہم خود مانتے ہیں اگر نزولِ مسیح ہم نہ مانتے تو ہمارا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا کب چل سکتا تھا۔ اصل مسئلہ جس پر بنیادی طور پر بحث ضروری ہے وہ تو وفات و حیاتِ مسیح کا ہی مسئلہ ہے۔

یہ مناظرہ تحریری تھا جو کہ ۲۰ تا ۲۹ جولائی ۱۸۹۱ء تک یعنی کل دس یوم منعقد ہوا۔آخری پرچہ ۳۱/جولائی کو سنایا گیا۔مباحثہ کے دوران حضرت مسیح موعودعلیہ السلام بخاری شریف رکھ لیتے اور قلم لیکر تحریر کرتے جاتے جب مضمون تیار ہوجاتا تو پڑھکر سنادیا جاتا۔مگر مولوی محمد حسین بٹالوی بڑی مشکل سے مضمون تیار کرتے اور پھر پڑھکر سناتے۔یہ مباحثہ ابتداء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان پر ہوتا تھا لیکن بعد میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے کہا کہ ہم آپ کے مکان پر آتے ہیں آپ بھی ہمارے مکان پر آئیں۔لہٰذا بعد میں حضورؑ مولوی محمد حسن صاحب رئیس آنریری مجسٹریٹ کے مکان پر جہاں مولوی محمد حسین صاحب رہائش پذیر تھے، جانے لگے۔ اس مباحثہ میں حضرت اقدسؑ کے مضمون کو نقل کرنے کی خدمت حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ کے سپرد تھی۔مباحثہ والے دن پانچ، سات آدمیوں کو ساتھ لیکر بٹالوی صاحب حضور کے مکان پر آئے۔اور ایک سوال لکھ کر حضور کے آگے رکھ دیا۔ اس پر حضور نے پیر صاحب سے فرمایا کہ کئی قلم بنا کر میرے پاس رکھدو اور جو ہم لکھتے جائیں اُس کی نقل کرتے جاؤ۔اس پر پیر صاحب نقل کرتے گئے اور جب اُس دن کے سوال وجواب لکھ لئے گئے تو مولوی صاحب خلافِ وعدہ زبانی وعظ کرنے لگے کہ قرآن شریف پر حدیث مقدم ہے۔اس پر حضور نے فرمایا کہ چونکہ بٹالوی صاحب نے خلافِ وعدہ زبانی تقریر کی ہے اس لئے اب زبانی تقریر کا میرا بھی حق ہے۔حضور نے واضح فرمایا کہ قرآن شریف وحی متلو ہے۔ جو کہ خود رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں جمع ہو چکا تھا۔ مگر حدیث آپؐ کے بعد کافی زمانہ گزرنے کے پر جمع ہوئی۔اس لئے حدیث کو وہ مرتبہ حاصل نہیں جو قرآنِ شریف کو حاصل ہے۔ یہاں یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جب تحریری پرچہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام سناتے تھے تو چاروں طرف سے واہ واہ کے اور سبحان اللہ کے نعرے بلند ہوتے تھے۔ بلکہ سعد اللہ اور مولوی محمد حسین صاحب کے سوا اُن کی طرف کے لوگ بھی بے اختیار سبحان اللہ کہہ اُٹھتے تھے مولوی صاحب اِس پر خفا ہو کر کہتے کہ تم لوگ سننے کیلئے آئے ہو یا واہ واہ اور سبحان اللہ کہنے کیلئے آئے ہو۔اِس مباحثہ میں حضورؑ نے قرآن شریف اور حدیث کے مقام و مرتبہ پر تفصیل سے بحث کی۔جس سے رہتی دنیا تک علماء کو رہنمائی مل سکے گی اور ہمیشہ قرآن کریم کو فوقیت، افضلیت اہمیت و وقعت حاصل رہے گی۔

جب دس روز گذر گئے تو لوگوں کی طرف سے خطوط آنے لگے اورلدھیانہ کے مقامی لوگوں نے شور مچادیا کہ اصل بحث تو وفات و حیاتِ مسیح پر ہونی چاہئے تھی، بجائے اُس کے دیگر مسائل میں بحث ہورہی ہے۔ حالانکہ حضورؑ بھی بار بار اِس امر پر زور دیتے رہے کہ اصل موضوع وفات و حیاتِ مسیح پر بحث ہونی چاہئے تاکہ تمام مسائل اور مباحث کا یکدم فیصلہ ہوجائے۔مگر مولوی محمد حسین صاحب جان بوجھ کر اصل مسئلہ کی طرف آنے سے گھبراتے تھے۔آخری یعنی دسویں روز عیسائیوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کا بہت ہجوم ہو گیا اُس دن حضور نے اپنا مضمون سنانے سے پہلے ایک مرتبہ پھر فرمایا کہ مولوی صاحب اب یہ مباحثہ طول پکڑ گیا ہے اس کی اب کوئی ضرورت نہیں وفات و حیاتِ مسیح میں بحث ہونی مناسب ہے۔مگر مولوی صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے۔جب حضور نے پرچہ سنانا شروع کیا تو مولوی صاحب کے ہوش اُڑ گئے، چہرہ سیاہ پڑ گیا جیسا جسم میں خون ہی نہیں،قلم ہاتھ میں لیکر نوٹ کرنے کے بجائے قلم کو زمین پر مارنے لگے۔ دوات کو ہاتھ نہ لگایا۔چند بار زمین پر مارنے سے قلم ٹوٹ گیا۔ اس طرح مولوی صاحب کو اِس مباحثہ میں شکستِ فاش ہوئی۔حضرت اقدس علیہ السلام نے اس مباحثہ کو کتابی شکل میں شائع فرمایا۔جس کا نام مباحثہ الحق ہے۔روحانی خزائن جلد ۴ میں موجود ہے۔

دورانِ مباحثہ دلچسپ اور ایمان افروز واقعہ:

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ تحریر فرماتے ہیں۔

’’مولوی نظام الدین اور مولوی محمد حسین اور دو تین اور شخص تھے مولوی محمد حسن کے مکان پر آپس میں گفتگو ہوئی۔مولوی نظام الدین نے کہا کہ حضرت مسیح کی زندگی پر بھی قرآن شریف میں کوئی آیت ہے۔مرزا تو آیت پر اڑ رہا ہے۔ تو مولوی محمد حسین نے کہا بیس آیتیں قرآنِ شریف میں موجود ہیں۔ مولوی نظام الدین مرحوم و مغفور نے کہا تو میں اب مرزا صاحب کے پاس جاؤں اور گفتگو کروں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں جاؤ۔پس مولوی نظام الدین مرحوم جلدی جلدی حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اُس وقت......اور دیگر اور صاحب اور خاکسار حاضر تھے آتے ہی کہا کہ مرزا جی تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گئے حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ قرآن شریف ہے مولوی نظام الدین مرحوم نے کہا کہ اگر قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کی آیت موجود ہو تو آپ مان لیں گے۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ہاں ہم مان لیں گے۔مولوی نظام الدین نے کہا کہ میں ایک دو نہیں بیس آیتیں قرآن شریف کی حضرت عیسیٰ کی زندگی پر لادوں گا حضرت اقدسؑ نے فرمایا بیس آیت کیا اگر تم ایک ہی آیت لا دو گے تو میں قبول اور تسلیم کرلوں گا اور اپنا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا چھوڑ دوں گا اور توبہ کر لوں گا۔

فرمایا مولوی صاحب یاد رہے تم کو یا کسی کو ایک آیت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کی نہیں ملے گی۔مولوی نظام الدین نے کہا دیکھنا پکے رہنا تم ایک ہی کہتے ہو میں بیس آیتیں ابھی لا کر دیتا ہوں حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا اگر تم نے ایک آیت بھی لا دی تو میں ہار گیا اور تم جیت گئے ...... بس مولوی نظام الدین چادر اور جوتا اور دوپٹہ وہیں چھوڑ کر برہنہ پا دوڑتے ہوئے ان مولویوں کے پاس گئے اور کہا کہ میں مرزا صاحب کو ہرا آیا ہوں اور توبہ کرا آیا ہوں مولوی صاحبان اس بات کو سن کر خوش ہوئے اور کہا کس طرح سے مولوی صاحب مرزا کو ہرا آئے۔شاباش شاباش تم نے اس وقت بڑا کام کیا ہے۔مولوی نظام الدین نے کہا کہ میں بیس آیتوں کا وعدہ کر آیا ہوں کہ قرآن شریف کی حضرت عیسیٰ کی زندگی میں لادوں گا۔ اب مجھے بیس آیتیں قرآن شریف سے نکال کر دو۔مولوی محمد حسین بولے کہ حدیثیں نہیں پیش کیں؟ کہا کہ حدیثوں کا تو ذکر ہی نہیں مقدم قرآن شریف ہے۔

مولوی محمد حسین نے کھڑے ہو کر اور گھبرا کر دوپٹہ یعنی عمامہ سر سے پھینک دیا اور کہا کہ تو مرزا کو ہرا کے نہیں آیا ہمیں ہرا آیا اور ہمیں شرمندہ کیا۔ میں مدت سے مرزا کو حدیث کی طرف لا رہا ہوں اور وہ قرآنِ شریف کی طرف مجھے کھینچتا ہے قرآن شریف میں اگر کوئی آیت مسیح کی زندگی میں ہوتی تو ہم کبھی کی پیش کر دیتے ہم تو حدیثوں پر زور دے رہے ہیں قرآن شریف سے ہم سرسبز نہیں ہو سکتے اور قرآنِ شریف مرزا کے دعوے کو سرسبز کرتا ہے تب تو مولوی نظام الدین کی آنکھیں کھل گئیں اور کہا کہ جب قرآن شریف تمہارے ساتھ نہیں ہے تو اتنا دعویٰ تم نے کیوں کیا تھا اور کیوں بیس آیتوں کے دینے کا مجھ سے وعدہ کیا تھا اب میں کیا منہ لیکے مرزا کے پاس جاؤں گا۔اگر قرآنِ شریف تمہارے ساتھ نہیں۔تمہارا ساتھ نہیں دیتا اور مرزا کے ساتھ ہے اور مرزا کا ساتھ دیتا ہے تو میں بھی مرزا کے ساتھ ہوں تمہارے ساتھ نہیں یہ دنیا کا معاملہ نہیں ہے جو شرم کرنی چاہئے یہ دین کا معاملہ ہے جدھر قرآنِ شریف اُدھر میں اس پر مولوی محمد حسین نے کہا کہ مولوی صاحب یہ مولوی نظام الدین تو کم عقل آدمی ہے اس کو ابوہریرہ والی آیت نکال کر دکھا دو۔مولوی نظام الدین نے کہا میں تو خالص اللہ تعالیٰ کی آیت لوں گا ...... اب مولوی نظام الدین وہاں سے چلنے لگے ...... مولوی محمد حسین نے جب دیکھا کہ مولوی نظام الدین ہاتھ سے گیا اور تو کوئی بات نہ سوجھی کہنے لگا کہ مولوی محمد حسن صاحب تم اس کی روٹی بند کر دو۔آئندہ اس کو روٹی مت دینا۔ بات یہ ہے کہ مولوی نظام الدین ہمیشہ کھانا مولوی محمد حسن صاحب کے ہاں کھایا کرتے تھے...... بالآخر مولوی نظام الدین وہاں سے چلے اور حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں آکر شرمندہ سے ہو کر رہ گئے۔حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا مولوی صاحب بیس آیت انیس آیت دس پانچ دو چار ایک آیت لائے۔ مولوی نظام الدین مرحوم خاموش۔ دو چار بار کے دریافت کرنے سے رو کر عرض کیا کہ

وہاں تو یہ معاملہ گزرا میری روٹی ہی بند کردی اب تو جدھر قرآن شریف ادھر مَیں۔ پھر مولوی صاحب نے بیعت کرلی ان کا بیعت کرنا تھا اور مولویوں میں ایک شور مچنا تھا۔''

(تذکرۃ المہدی صفحہ 155 تا 158 مصنفہ پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ)

......☆......☆......☆......

الحق مباحثہ دھلی اکتوبر ۱۸۹۱ء

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعویٰ کی تبلیغ و اشاعت کیلئے ہندوستان کے قدیم دارالسلطنت اور معروف علمی گہوارہ دہلی کا سفر اختیار کرنے کیلئے قادیان سے روانہ ہوکر 29 ستمبر 1891ء کو دہلی پہنچے۔ اور نواب لوہارو کی دو منزلہ کوٹھی واقع محلّہ بلیماراں میں قیام فرما ہوئے۔ حضور کے دہلی پہنچنے کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔ چونکہ لوگوں میں شدید غلط فہمیاں راسخ ہوچکی تھیں۔ اس لئے شدید مخالفت کا سامنا ہوا۔ حضور کی کوٹھی کے نیچے گندی گندی گالیاں دی جانے لگیں۔ حضور نے انہی حالات میں 2 اکتوبر کو شیخ الکل مولوی سید نذیر حسین صاحب اور شمس العلماء مولوی عبدالحق صاحب حقانی کو بذریعہ اشتہار قرآن وحدیث صحیح سے وفات مسیح پر تحریری بحث کی کھلی دعوت دی اور لکھا کہ امن قائم رکھنے کیلئے وہ خود سرکاری انتظام کرادیں کیونکہ مَیں مسافر ہوں اور اپنی عزیز قوم کا موردِ عتاب۔ اس میں آپ نے حلفیہ اقرار بھی کیا کہ اگر مَیں اس بحث میں غلطی پر ثابت ہوا تو مَیں اپنے دعوے سے دست بردار ہوجاؤں گا۔

شمس العلماء مولوی عبدالحق صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ ''حضرت مَیں آپ کا بچہ ہوں۔ آپ میرے بزرگ ہیں آپ کا مقابلہ بھلا مجھ جیسا ناچیز آدمی کیا کرسکتا ہے۔ میرا نام اشتہار سے کاٹ دیں۔ مَیں ایک فقیر گوشہ نشین اور ایک زاویہ گزین درویش ہوں اور مباحثات سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہے حضرت اقدسؑ نے فرمایا اچھا آپ ہی اپنے ہاتھ سے کاٹ دیں''۔ (تذکرۃ المہدی صفحہ 235)

چنانچہ مولوی صاحب نے اپنے ہاتھ سے اپنا نام کاٹ دیا۔ اگر چہ بعد میں انہوں نے الگ کہانی سنائی ہے۔ شیخ الکل مولوی نذیر حسین صاحب بھی خاموش رہنا چاہتے تھے مگر حضور کی آمد سے ایک دن قبل مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی دہلی پہنچ گئے اور اپنے متشدد خیالات سے متأثر کرنے لگے۔ لیکن شیخ الکل نے ایک دفعہ کہا بھی کہ بڑھاپے میں مجھے رسوا نہ کرواور اس قصہ کو جانے ہی دو حضرت مسیح کی جسمانی زندگی کا کہیں بھی ثبوت نہیں مل سکتا۔ لیکن مولوی محمد حسین صاحب نے ان سے کہا کہ اگر آپ ایسے کلمات زبان پر لائیں گے تو سب لوگ آپ سے پھر جائیں گے۔ بہرحال شیخ الکل کو آمادہ کرکے ،ان کے شاگردوں نے یہ شرارت کی کہ حضرت اقدسؑ کو براہِ راست اطلاع دیئے بغیر مباحثے کا ایک دن مقرر کرلیا اور عین وقت پر حضرت اقدس کے پاس آدمی بھیجا کہ مباحثے کیلئے تشریف لائیں۔ اور لوگوں کو مشتعل کرکے اسی دن آپ کی کوٹھی کا محاصرہ کرادیا۔ جس سے باوجود خواہش رکھنے کے آپ مباحثہ کیلئے نہیں جاسکے۔

بعد میں ۱۷/اکتوبر کو ایک حنفی عالم مولوی محمد عثمان صاحب کی خواہش پر اُن ہی کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار دیا جس میں مولوی نذیر حسین صاحب کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر لکھا کہ وہ مردِ میدان بنیں اور حیاتِ مسیح کے متعلق تحریری مباحثہ کرلیں۔ یا میرے تمام دلائل سن کر تین مرتبہ قسم کھا کر کہدیں کہ یہ دلائل صحیح نہیں ہیں۔ اور یقینی امر یہی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور یہی میرا عقیدہ ہے اس پر اگر ایک سال کے اندر اندر آپ خدا کے عبرتناک عذاب سے بچ نکلیں تو مَیں جھوٹا ہوں۔ اس اشتہار کے شائع ہوتے ہی اہلِ دہلی میں شدید بے چینی پیدا ہو گئی اور شریف الطبع طبقہ نے زور دیا کہ مباحثہ ہونا چاہیئے۔ یا قسم ہی کھالیں تا کہ حق و باطل میں فیصلہ ہوجائے۔ اس کے بعد فیصلہ ہوا کہ ۲۰/اکتوبر/۱۸۹۱ء کو بعد نمازِ عصر مباحثہ ہو یا قسم اٹھائی جائے۔ شریف الطبع خواہش رکھتے تھے کہ حق و باطل میں فیصلہ ہوجائے مگر شریر الطبع لوگ جو کہ زیادہ تھے چاہتے تھے کہ آپ کو مسجد میں ہی قتل کردیا جائے۔

مقررہ دن صبح ہی سے پیغام آنے لگے کہ خطرہ ہے حضور نہ جائیں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے واللہ یعصمك من الناس۔ پس اللہ تعالیٰ کی حفاظت کافی ہے۔

چنانچہ ظہر وعصر کی نمازیں ظہر کے وقت ہی ادا کرکے تین بگھیاں کرایہ کی منگا کر مع مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور مزید ۱۲ رفقاء کے بیٹھ گئے۔ یاد رہے کہ حضرت مسیح ناصری کے حواریوں کی تعداد بھی ۱۲ ہی تھی۔ مخالفین کے مکروں کے باوجود خدا تعالیٰ کے فضل سے جامع مسجد کے جنوبی دروازہ کی سیڑھیوں تک پہنچ کر اُتر گئے۔ لوگوں کا ہجوم تھا۔ صحابہ کے درمیان رہتے ہوئے حضور سیڑھیاں طے کرکے نہایت وقار سے مسجد میں داخل ہوئے اور صحنِ مسجد سے گذر کر وسطی محراب مسجد میں رونق افروز ہوئے۔ آپ کے اردگرد صحابہ بیٹھ گئے اور متعلقہ کتب بھی رکھی گئیں۔ مسجد میں قریباً پانچ ہزار سے زائد لوگوں کا ہجوم تھا۔ اتنے میں یوروپین سپرنٹنڈنٹ پولیس مع انسپکٹر پولیس اور ایک سو سے زائد وردی والے سپاہیوں کے ساتھ آکر حضور کو مع رفقاء اپنے حلقہ میں لے لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی مع اپنے تلامیذ اور علماءِ دہلی مسجد کے شمالی دروازہ سے داخل ہوکر اُسی دالان میں بیٹھ گئے۔ پہلے انہوں نے نمازِ عصر ادا کی پھر وہیں بیٹھ گئے۔ تو حضور نے مباحثہ کا آغاز کرنے کیلئے رقعہ بھجوایا۔ مگر شیخ الکل نے کوئی جواب نہ دیا لیکن اپنے نمائندے کے ذریعہ سے پولیس افسر تک مباحثہ نہ کرنے کا یہ عذر پہنچادیا کہ یہ شخص عقائدِ اسلام سے منحرف ہے جب تک یہ اپنے عقائد کا ہم سے تصفیہ نہ کرلے ہم حیات ووفات مسیح علیہ السلام کے بارے میں اس سے ہرگز بحث نہ کریں گے۔ اسی کشمکش میں خواجہ محمد یوسف صاحب وکیل اور آنریری مجسٹریٹ علی گڑھ نے حضورؑ سے عرض کیا کہ لوگوں کا گمان ہے کہ آپ کے عقائد اسلام کے خلاف ہیں۔ اس لئے آپ اپنے عقائد لکھ دیں مَیں سنادوں گا۔ اور ایک نقل اس کی علی گڑھ بھی لے جاؤں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فوری طور پر اپنے عقائد لکھ دیئے جنہیں خواجہ محمد یوسف صاحب نے بلند آواز سے پڑھکر سنادیا۔ پھر بار بار زور دے کر کہا کہ بحث کے لائق تو وہ مسئلہ ہے جس میں فریقین اختلاف رکھتے ہیں یعنی وفات و حیات مسیح کا مسئلہ۔ اور حضرت اقدسؑ کا نام لیکر کہا کہ انہوں نے خود وعدہ کرلیا ہے کہ اگر نصوص بینہ قرآن وحدیث سے حیات مسیح ثابت ہوگئی تو مَیں مسیح موعود ہونے کے دعویٰ سے دست بردار ہوجاؤں گا۔ باوجود خواجہ صاحب کی شدید کوشش کے انہوں نے صاف انکار کردیا۔ اس وقت ایک شخص نے کھڑے ہوکر بڑے درد سے کہا کہ آج شیخ الکل صاحب نے دہلی کی عزت خاک میں ملا دی اور ہمیں خجالت کے دریا میں ڈبودیا۔ بعض نے کہا کہ اگر ہمارا یہ مولوی سچا ہوتا تو اس شخص سے ضرور بحث کرتا۔ لیکن دور کھڑے نادان اور جاہل لوگ اس ساری کارروائی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مشتعل ہوگئے۔ پولیس افسر نے جب دیکھا کہ اب فساد ہوا چاہتا ہے تو اپنے ماتحت افسر کو حکم دیا کہ مجمع منتشر کردو پھر اعلان کردیا گیا کہ کوئی مباحثہ نہیں ہوگا۔ سب لوگ چلے جائیں۔ شیخ الکل وغیرہ کے مسجد سے چلے جانے کے بعد حضور مع اپنے خدام باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ دونوں طرف کا کرایہ دینے کے باوجود بگھی والوں کو لوگوں نے بھگا دیا ہے۔ شر پسند لوگ حضور کو دیکھ کر آپ کی طرف بڑھنے لگے۔ لوگوں کے ارادوں کو بھانپ کر صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اپنی گاڑی میں حضور کو بٹھا کر ان کی کوٹھی تک پہنچادیا اور گاڑی واپس آنے تک خود وہیں موجود رہے۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کی فرض شناسی کی وجہ سے تمام صحابہ بخیریت حضور کی خدمت میں پہنچ گئے۔

بہرحال یہ مباحثہ بھی نہ ہوسکا۔ دہلی کے منصف مزاج لوگوں کا خیال تھا کہ یہ تمسخر اور استہزاء اصل جواب نہیں ہے۔ اگر مباحثہ نہ ہوا تو حیاتِ مسیح کے عقیدہ میں تزلزل پیدا ہوگا اور لوگ تذبذب میں پڑجائیں گے۔ اس لئے مباحثہ ضرور ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ٹوپیوں کی ایک بڑی فرم کے مالک اور مذہباً اہلِ حدیث علی جان صاحب کو احساس ہوا کہ دہلی کے علماء حیاتِ مسیح کے عقیدہ پر مرزا صاحب سے مباحثہ کرنے کو آمادہ نہیں ہیں۔ اس لئے مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی سے اس مباحثہ کیلئے منظوری حاصل کرلی گئی جو کہ سہسواں بدایوں کے رہنے والے تھے اور ایک جید عالم تھے۔ براہینِ احمدیہ کی اشاعت کے بعد حضور کی فضیلت کا اثر مولوی محمد احسن صاحب امروہی اور مولوی محمد بشیر صاحب پر بھی پڑا تھا۔ جب حضورؑ نے وفاتِ مسیح کا اعلان کرکے اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو دونوں باہم مشورہ سے مولوی محمد احسن صاحب امروہی کے مکان پر خلوت میں تبادلہ خیالات کرنے لگے۔ تین جلسے منعقد ہونے کے بعد لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ یہ دونوں مولوی قادیانی ہوگئے ہیں۔ مولانا سید محمد احسن صاحب امروہی نے لوگوں کی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر حضور کی بیعت کرلی مگر مولوی محمد بشیر صاحب نے نہیں کی۔ بیعت نہ کرنے کے باوجود لوگوں کی غلط فہمی دور نہ ہوئی اب اس مباحثہ کو غنیمت جان کر کہ اس سے

لوگوں کو یقین ہوجائے گا کہ مَیں قادیانی نہیں ہوا، انہوں نے مباحثہ کو بخوشی منظور کرلیا اور دہلی پہنچ کر حضرت اقدس کی خدمت میں درخواست بھجوادی کہ آپ مجھ سے مسئلہ حیات و وفات اور نزول مسیحؑ پر مباحثہ کرلیں۔حضور نے ان کی درخواست منظور کرلی۔

مباحثہ کے شرائط:

حضور نے مباحثہ کیلئے پانچ ضروری شرائط بھی بھجوادیں۔ (۱) مباحثہ تحریری ہوگا (۲) فریقین کی جانب سے پانچ پانچ پرچے ہوں گے۔ (۳) اور پہلا پرچہ آپ کا ہوگا (۴) اور سب سے قبل مسئلہ حیات و وفات مسیح پر مباحثہ ہوگا اُس کے بعد نزولِ مسیح (۵) اور پھر آپ کے مسیح موعود ہونے کی بحث ہوگی۔ مباحثہ کی تاریخ ۲۳؍اکتوبر ۱۸۹۱ء قرار پائی۔

مباحثہ کا آغاز:

چنانچہ ۲۳؍اکتوبر؍۱۸۹۱ء کو مباحثہ کیلئے انتظامات کئے گئے۔حضور کے بعض خدام ایک لمبے دالان کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے جن میں مولوی عبدالکریم صاحب، منشی عبد القدوس صاحب (اخبار ’صحیفہ قدسی‘ کے غیر احمدی ایڈیٹر) منشی ظفر احمد صاحب، پیر سراج الحق صاحب شامل تھے۔پھر مولوی محمد بشیر صاحب بھی مع اپنے چند رفقاء کے پہنچ گئے۔جب حضور کو ان کی آمد کی اطلاع دی گئی تو حضور بالاخانہ سے نیچے تشریف لائے۔السلام علیکم وعلیکم السلام کے بعد مولوی محمد بشیر صاحب نے حضور سے مصافحہ بھی کیا اور معانقہ بھی۔اس کے بعد سب بیٹھ گئے تو حضورؑ نے اپنے دعویٰ سے متعلق محمد بشیر صاحب اور ان کے رفقاء کو مخاطب کرکے عارفانہ تقریر فرمائی۔ دورانِ تقریر ہی مولوی محمد بشیر صاحب بول پڑے کہ آپ اجازت دیں تو مَیں دالان کے پرلے گوشے میں جاکر کچھ لکھوں۔حضرت اقدس نے فرمایا بہت اچھا۔اب مولوی صاحب جاکر جو مضمون گھر سے لکھ کر لائے تھے وہی نقل کروا رہے تھے۔حالانکہ شرط یہ تھی کہ جو بھی لکھنا ہے جلسہ بحث میں ہی لکھنا ہے۔ جب کہ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کے اعتراض کرنے پر مولوی صاحب نے کہا کہ کچھ نوٹس لکھ کرلایا تھا۔وہی مفصل لکھوا رہا ہوں۔ بہر حال حضور نے فرمایا کہ جب مولوی صاحب پرچہ دے دیں تو مجھے بھیج دیا جائے۔پھر حضور بالا خانہ تشریف لے گئے۔جب مولوی صاحب کا مضمون منشی صاحب نے لے جاکر دیا تو حضور نے تیزی سے ایک نظر فرما کر جواب لکھنا شروع کردیا۔ جب ایک دو ورق لکھ دیتے تو منشی صاحب لاکر نیچے دیتے اور وہاں مولوی عبد الکریم صاحب اور عبدالقدوس صاحب نقل کرتے۔جوابات اتنی تیزی سے حضور لکھ رہے تھے کہ مولوی صاحب نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو جواب مَیں اپنے گھر سے لکھ کر کل لے آؤں۔حضور نے بلاتامل اجازت دیدی اور پھر مولوی صاحب نے مباحثہ ختم ہونے تک یہی طریق اپنایا۔

اس طرح فریقین کے تین تین پرچے ہوچکے تھے۔مولوی صاحب کے پاس اس مسئلہ کے بارے میں علمی مواد ختم ہوچکا تھا۔ حضور کی طرف سے جو پرچے لکھے گئے تھے وہ ایک منصف مزاج کیلئے حق کو معلوم کرنے کیلئے کافی دلائل پر مشتمل تھے۔مولوی صاحب نے جلسہ مباحثہ میں ایک بھی پرچہ نہ لکھا بلکہ گھر سے ہی لکھ کر لاتے تھے۔اس لئے اس قسم کا مباحثہ تو اپنے اپنے مقام پر بھی رہکر ہوسکتا تھا۔اس کیلئے حضور کو دہلی میں مزید قیام کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ لہٰذا فریقین کے تین تین پرچے ہونے کے بعد مباحثہ ختم کردیا گیا۔حضور نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ جب آپ کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں تو پھر خواہ نخواہ تحریر بڑھانے سے کیا فائدہ؟

بحث ختم ہونے پر مولوی محمد بشیر صاحب حضرت اقدس سے ملاقات کیلئے آئے اور کہا کہ میرے دل میں آپ کی بڑی عزت ہے آپ کو اس بحث کیلئے جو تکلیف دی اُس کی معافی چاہتا ہوں۔

اِس مباحثہ کی روئیداد اور فریقین کے پرچوں کو الحق دہلی کے نام سے شائع بھی کیا گیا۔اور روحانی خزائن کی جلد ۴ میں یہ کتاب موجود ہے۔

ایمان افروز واقعات:

(۱) خدائی حفاظت: ۲۰؍اکتوبر؍۱۸۹۱ کو مباحثہ کی غرض سے جب حضور علیہ السلام مع اپنے خدام جامع مسجد دہلی کیلئے بگھیوں میں روانہ ہوئے تو راستہ میں کئی بدبخت گھات میں بیٹھ گئے کہ بندوق سے حضور پر فائر کردیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت ایسی ظاہر ہوئی کہ جس راستہ سے حضور نے جانا تھا بگھی والوں نے کہا کہ ہم اس راستہ سے نہیں جائیں گے۔اس طرح خدا تعالیٰ نے خود اپنے وعدہ **واللہ یعصمک من الناس** کے مطابق بگھی والوں کے دل میں مخالفت ڈال دی اور اشرار اپنے ارادوں میں ناکام رہے۔بعد میں بھی ہجوم حضور کی طرف بڑھ رہا تھا کہ صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ازخود آپ کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر کوٹھی تک پہنچایا۔

(۲) غیبی علم: ۲۳؍اکتوبر ۱۸۹۱ کو جب مولوی محمد بشیر صاحب کا پرچہ حضور کو دیا گیا تو حضور نے بڑی تیزی سے جواب لکھنا شروع کیا۔حضور سے منشی ظفر احمد صاحب ورق لایا کرتے تھے اور مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور عبدالقدوس صاحب نقل کرتے تھے۔حضرت اقدس اتنی تیزی سے لکھ رہے تھے کہ عبدالقدوس صاحب جو خود بھی ماہر زودنویس تھے بڑے حیران ہوئے۔چنانچہ انہوں نے حضور کی تحریر پر انگلی کا پورا لگا کر دیکھا کہ کہیں یہ پہلے کا لکھا ہوا تو نہیں ہے۔تب منشی ظفر احمد صاحب نے کہا اگر ایسا ہو تو یہ عظیم الشان معجزہ ہوگا کہ جواب پہلے سے لکھا ہوا ہے حضرت اقدس کی اس حیرت انگیز قوتِ تصنیف کو دیکھ کر مولوی محمد بشیر صاحب کو حضور کی خدمت میں درخواست کرنی پڑی کہ اگر آپ اجازت دے دیں تو مَیں کل اپنی جائے قیام سے ہی جواب لکھ لاؤں۔اس پر حضور نے ان کو اجازت دیدی۔

......☆......☆......☆......

مباحثہ امرتسر (جنگِ مقدس)
مئی، جون ۱۸۹۳ء

پسِ منظر:

امرتسر کے ایک قصبہ جنڈیالہ میں عیسائیوں کا بہت بڑا مشن تھا۔عجیب خدائی اتفاق ہے کہ جس سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماموریت کا پہلا الہام ہوا اُسی سال یعنی ۱۸۸۲ میں ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک امرتسر میں طبی مشن کے انچارج متعین ہوئے۔انہوں نے جنڈیالہ میں بھی ایک طبی شاخ کھول کر عیسائیت کے فروغ کے نئے سامان پیدا کردیئے۔عیسائی مناد جابجا وہاں تقاریر کرنے لگے۔اس صورتِ حال کو دیکھ کر معمولی تعلیم رکھنے کے باوجود ایک غیور مسلمان میاں محمد بخش پاندہ مقابلہ پر کھڑے ہوگئے۔اس مقابلہ میں عیسائی پادریوں کو خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی تو انہوں نے طبی مشن کے انچارج ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کو اس امر کی شکایت کردی۔ چنانچہ انہوں نے جنڈیالہ کے عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں کو مباحثہ کا تحریری چیلنج دیدیا۔ نیز یہ بھی کہا کہ جنڈیالہ کے مسلمان اپنے علماء و بزرگان دین کو میدان میں لاکر دینِ حق کی تحقیق کریں ورنہ آئندہ سوال کرنے سے خاموش رہیں۔میاں محمد بخش صاحب نے یہ تحریری چیلنج موصول ہوتے ہی علماء کو خط لکھا کہ پادریوں سے مباحثہ کرنے کیلئے جنڈیالہ تشریف لائیں۔اور اُسی دن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھی خط لکھا کہ محض للہ آپ اہل اسلام جنڈیالہ کی مدد فرمائیں۔دیگر علماء نے تو پاندہ صاحب کو جواب دیا کہ ہمارے قیام وطعام نیز سفر خرچ کا کیا انتظام ہوگا۔لیکن یہ خط پڑھ کر حضورؑ کو بہت خوشی ہوئی اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے ایک شکار بھیجا ہے۔ ۲۳؍اپریل ۱۸۹۳ء کو حضور نے جوابی اطلاع بھجوائی کہ ہم اس دینی کام کیلئے تیار ہیں۔اور دوسرے ہی دن ایک وفد ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب کے پاس امرتسر بھجوایا۔اس وقت پادری صاحب کوٹھی پر موجود تھے انہوں نے اردلی کو حکم دیا کہ برآمدہ میں کرسیاں رکھ دیں اور خود دوسرے دروازہ سے جاکر پادری عبداللہ آتھم کو لے آئے۔الحمدللہ کہ رات گیارہ بجے تک گفتگو ہوتی رہی اور بالآخر اتفاق رائے سے ایک مفصل تحریری شرائط نامہ پر فریقین کے دستخط ہوگئے۔دونوں کی رضامندی سے مباحثہ کیلئے ۲۲ مئی تا ۵؍جون ۱۸۹۳ء کی تواریخ مقرر ہوئیں۔نیز اسی مجلس میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور عیسائیوں کی طرف سے پادری عبداللہ آتھم مناظر کے طور پر قرار پائے۔

اس امر کا علم جب مولویوں کو ہوا تو انہوں نے عیسائیت نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے آتھم صاحب کی کوٹھی پر جاکر کہا کہ تم نے دوسرے علماء سے کیوں مباحثہ کو منظور نہ کرلیا۔ مرزا صاحب سے کیوں بحث کیلئے راضی ہوئے جبکہ مرزا صاحب کو تمام علماء نے کافر قرار دیا ہے۔مرزا صاحب کے مریدوں پر بھی کفر کے فتوے لگ چکے ہیں۔خود آتھم صاحب حضور سے خوفزدہ تھے اسلئے انہوں نے مارٹن صاحب سے کہا کہ مرزا صاحب سے بحث کرنا آسان نہیں ہے۔اب موقع اچھا مل گیا ہے۔مرزا صاحب کو جواب دیدو۔اور دیگر مولویوں سے بے شک مباحثہ کرلو۔چنانچہ مارٹن کلارک صاحب نے ۱۲؍مئی؍۱۸۹۳ء کو ایک اشتہار دیا کہ مرزا صاحب کو علماء نے کافر قرار دیا ہے۔

اس لئے اسلام کی نمائندگی میں مناظر کے طور پر مقرر نہیں ہو سکتے۔حضرت اقدسؑ نے جواباً خط بھجوایا کہ اب آپ کا انکار درست نہیں ہے۔ چونکہ آپ لوگوں کی تحریریں اور وعدے اور منظور کردہ شرائط ہمارے پس موجود ہیں۔اس لئے اب دو ہی راستے بچے ہیں ایک یہ کہ بحث کرلو۔دوسرا یہ کہ اپنی شکست کا اعتراف کر کے اخباروں میں شائع کردو۔اُس کے بعد جس مولوی سے آپ چاہیں مباحثہ کرلیں۔نیز یہ بھی تحریر فرمایا کہ آپ ہمیں کفر کے فتویٰ کا کیا طعنہ دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم مسلمان ہیں اور ایک عالم فاضل جماعت ہمارے ساتھ ہے۔کفر کا فتویٰ تو آپ پر بھی لگ چکا ہے بلکہ پروٹسٹنٹ کیتھولک مذہب والوں کو واجب القتل یقین کرتے ہیں۔لہٰذا آپ بھی عیسائیت کے وکیل نہیں بن سکتے ہیں۔پس فتاویٰ کفر میں ہم اور تم برابر ہیں۔بحث تو اس امر میں ہے کہ حق آپ کی طرف ہے یا ہم حق پر ہیں۔ ہم نے اسلام اور قرآن کریم کی وکالت کرنی ہے تو آپ نے اناجیل کی وکالت کرنی ہے۔

عوام الناس کو مطلع کرنے کیلئے مباحثہ سے متعلق ان تمام امور کو تحریر میں لاتے ہوئے حضورؑ نے ''حجۃ الاسلام'' اور ''سچائی کا ظہور'' نامی رسالوں کو شائع فرمایا۔چنانچہ بادل نخواستہ عیسائی مباحثہ کرنے پر مجبور ہوئے اور مسٹر ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب کی کوٹھی میں مقررہ تواریخ میں یعنی ۲۲ رمئی تا ۵ رجون ۱۸۹۳ء امرتسر میں یہ مباحثہ ہوا۔مسلمانوں کی طرف سے منشی غلام قادر صاحب فصیح (وائس پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی سیالکوٹ) نے اور عیسائیوں کی طرف سے مسٹر ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔حضور کے معاونین کے طور پر حضرت مولانا نورالدین صاحب، مولانا سید محمد احسن صاحب اور شیخ اللہ دیا صاحب لدھیانوی شامل ہوئے۔اور عیسائی مناظر کے معاونین کے طور پر پادری جے۔ایل۔ ٹھاکر داس، پادری عبداللہ اور پادری ٹامس ہاول صاحب قرار پائے۔ عیسائیت اختیار کرنے والے کرنیل الطاف علی خان صاحب رئیس کپورتھلہ عیسائیوں کی طرف بیٹھتے تھے۔ایک طرف حضرت اقدسؑ اور دوسری طرف پادری عبداللہ آتھم صاحب بیٹھتے تھے۔دونوں فریقوں کے درمیان بیٹھ کر خلیفہ نورالدین صاحب جمونی اور منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی مباحثہ کی کارروائی نوٹ کرتے تھے۔اسی طرح عیسائیوں کے آدمی بھی لکھتے تھے اور بعد میں تحریروں کا مقابلہ کرلیا کرتے تھے۔حضرت مسیح موعودؑ نے اس مباحثہ میں ایک طرف قرآن کریم کی صداقت ، رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور اسلام کے زندہ مذہب ہونے کو ثابت فرمایا تو دوسری طرف عیسائیت کی بگڑی ہوئی تعلیم پر مبنی باطل عقائد جیسے کفارہ، تثلیث، الوہیتِ مسیح کو خود اناجیل اور عقلی دلائل سے غلط ثابت کردیا۔ یہ ایک تاریخ ساز فتح تھی جو کہ کاسرِ صلیب کے ذریعہ ازل سے مقدر تھی۔جب دیگر علماء اس مباحثہ کیلئے عذر اور بہانے تراشنے میں لگے تھے تب امام الزماں فوری طور پر میدان میں اُترے۔ورنہ عیسائیوں کے مقابل پر اسلام کی ہزیمت ہونی تھی اور پھر عیسائی منادوں کو موقع ملنا تھا کہ وہ کئی مسلمانوں کا ایمان اُچک لیں۔

تب ہی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا وَلَنْ يُّخْزِيَ اللهُ اُمَّةً اَنَا اَوَّلُهَا وَعِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اٰخِرُهَا کہ اللہ تعالیٰ اُس امت کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا جس کے آغاز میں مَیں ہوں اور جس کے آخر میں عیسیٰ ابن مریم۔

سلام اُس پہ دیارِ کفر میں جب نام آتا ہے
کلیسا اُس کی ہیبت سے ابھی تک تھرتھراتا ہے
پرخچے زعمِ باطل کے اڑا کر رکھ دیئے جس نے
سلام اُس پہ کہ قصرِ کفر ڈھا کر رکھ دیئے جس نے

(مبارک مونگیری، الفضل انٹرنیشنل 20/مارچ/2015ء، صفحہ 16)

ایمان افروز واقعات:

اپنا ہی مکر اُلٹا پڑ گیا تو ہوش اُڑ گئے:

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں ''منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ امرتسر میں جب آتھم کے ساتھ مباحثہ قرار پایا.... ایک دن آتھم مقابلہ پر نہ آیا۔اس کی جگہ مارٹن کلارک بیٹھا۔ یہ بہت بے ادب اور گستاخ آدمی تھا۔اُس نے ایک دن چند لولے لنگڑے اندھے اکٹھے کر لئے اور لاکر بٹھا دیئے۔اور کہا کہ آپ کو مسیح ہونے کا دعویٰ ہے۔ان پر ہاتھ پھیر کر اچھا کردیں اور اگر ایسا ہو گیا تو ہم اپنی کچھ اصلاح کرلیں گے۔ اس وقت جماعت میں ایک سناٹا پیدا ہو گیا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا۔کہ ہمارے ایمان کی علامت جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہے ۔ یعنی استجابت دعا اور تین اور علامتیں حضور نے بیان فرمائیں۔ یعنی فصاحت و بلاغت اور فہم قرآن اور امور غیبیہ کی پیشگوئیاں۔اس میں ہماری تم آزمائش کر سکتے ہو اور اس جلسہ میں کر سکتے ہو۔ لیکن مسیح نے تمہارے ایمان کی علامت یہ قرار دی ہے کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو لنگڑوں لُولوں کو چنگا کردو گے اور پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا سکو گے۔ لیکن میں تم سے اتنے بڑے نشان تو نہیں مانگتا۔ میں ایک جوتی الٹی ڈالتا ہوں اگر وہ تمہارے اشارے سے سیدھی ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ تم میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہے۔اس وقت جس قدر مسلمان تھے۔ خوش ہو گئے اور فریق ثانی مارٹن کلارک کے ہوش گم ہو گئے۔''

(سیرۃ المہدی حصہ چہارم روایت نمبر 1043)

مباحثہ کے آخری دن

ایک عیسائی کا قبول اسلام:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس مباحثہ میں ایک اہم اور ضروری اصول یہ پیش فرمایا کہ فریقین کو لازم ہوگا جو دعویٰ کریں وہ دعویٰ اس الہامی کتاب کے حوالہ سے کیا جائے جو الہامی قرار دی گئی ہے اور جو دلیل پیش کریں وہ دلیل بھی اسی کتاب کے حوالہ سے ہو۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سنہری اصول کا التزام کرتے ہوئے قرآن کریم کی صداقت جس خوبی سے نمایاں کر کے دکھائی اس کا حقیقی علم اور لطف تو مباحثہ کے پرچوں پر مشتمل جنگِ مقدس کے مطالعہ سے ہی ہوگا۔

عیسائی مناظر اس میں سراسر ناکام ہوئے یہ اسی فتح عظیم کا نتیجہ تھا کہ کرنیل الطاف علی خان صاحب رئیس کپورتھلہ جو کہ مباحثہ میں عیسائیوں کی صف میں بیٹھتے تھے آخری دن حضرت اقدسؑ کی خدمت میں پہنچے اور عیسائیت سے تائب ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔

(تاریخ احمدیت، جلد ۱ صفحہ ۴۸۵)

باطل فریق کی ہلاکت کی پیشگوئی:

مباحثہ کا آخری دن یعنی ۵ رجون ۱۸۹۳ بڑے معرکہ کا دن تھا۔ کیونکہ اس دن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر مندرجہ ذیل پیشگوئی بیان فرمائی۔

''آج رات جو مجھ پر کُھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ مَیں نے بہت تضرّع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دُعا کی کہ تُو اِس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اُس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اِس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دِنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذِلّت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سُوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سُننے لگیں گے۔''

(جنگ مقدس، روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۲۹۱، ۲۹۲)

اس کے بعد حضورؑ نے مسٹر آتھم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر یہ نشان پورا ہو گیا تو کیا رسول اللہ ﷺ کے سچا ہونے کے بارے میں جن کو اندرونہ بائبل کے صفحہ نمبر ۷۰، ۷۵ میں معاذ اللہ دجال کے لفظ سے آپ یاد کرتے ہیں محکم دلیل ٹھہر یگی کہ نہیں۔یہ ہیبت ناک پیشگوئی سن کر آتھم کا رنگ فق اور چہرہ زرد ہو گیا اور ہاتھ کانپنے لگے۔اور انہوں نے بلا توقف اپنی زبان منہ سے نکالی اور دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے جیسا کہ ایک خائف ملزم توبہ اور انکسار کے رنگ میں اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے اور بار بار لرزتی ہوئی زبان سے کہا توبہ توبہ مَیں نے بے ادبی اور گستاخی نہیں کی اور مَیں نے آنحضرت ﷺ کو ہرگز دجال نہیں کہا۔

بعد میں حضرت مسیح موعودؑ کی یہ پیشگوئی بڑی شان سے پوری ہوئی۔کئی مراحل سے گذرنے کے بعد یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور مسٹر عبد اللہ آتھم ۲۷ رجولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروزپور فوت ہو گئے ہیں اور اسلام کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر گئے۔حضورؑ فرماتے ہیں:

''یہ تو مسٹر عبداللہ آتھم کا حال ہوا مگر اس کے باقی رفیق بھی جو فریق بحث کے لفظ میں داخل تھے اور جنگ مقدس کے مباحثہ سے تعلق رکھتے تھے خواہ وہ تعلق اعانت کا تھا یا بانی کار ہونے کا یا مجوز بحث یا حامی ہونے کا یا سرگروہ ہونے کا ان میں سے کوئی بھی اثر ہاویہ سے خالی نہ رہا۔''

(انوار الاسلام روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۸)

ا۔اوّل خدا تعالیٰ نے پادری رائٹ کو لیا

جو دراصل اپنے رتبہ اور منصب کے لحاظ سے اس جماعت کا سرگروہ تھا اور وہ عین جوانی میں ایک ناگہانی موت سے اس جہان سے گذر گیا اور خدا تعالیٰ نے اس کی بے وقت موت سے ڈاکٹر مارٹن کلارک اور ایسا ہی اس کے دوسرے تمام دوستوں اور عزیزوں اور ماتحتوں کو سخت صدمہ پہنچایا اور ماتمی کپڑے پہنا دیئے اور اس کی بے وقت موت نے ان کو ایسے دکھ اور درد میں ڈالا جو ہاویہ سے کم نہ تھا۔

(انوارالاسلام، روحانی خزائن، جلد ۹، صفحہ ۸)

پادری رائٹ صاحب کی وفات پر جو افسوس گرجا میں ظاہر کیا گیا اس میں عیسائیوں کی مضطربانہ اور خوف زدہ حالت کا اندازہ مفصلہ ذیل الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے جو اس وقت پر بچر کے مرعوب اور مغضوب دل سے نکلے اور وہ یہ ہیں۔

’’آج رات خدا کے غضب کی لاٹھی بے وقت ہم پر چلی اور اُس کی خفیہ تلوار نے بے خبری میں ہم کو قتل کیا۔‘‘

(انوارالاسلام روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۸ حاشیہ)

۲۔ پادری فورمین لاہور میں مرے۔(ایضاً)

۳۔ پادری ہاول اور پادری عبداللہ بھی سخت بیماریوں کے ہاویہ میں گرائے گئے۔

(تلخیص ایضاً)

۴۔ جنڈیالہ کا ڈاکٹر یوحنا جو عیسائیوں کا ایک اعلیٰ رکن تھا جسکو عین مباحثہ میں طبع مباحثہ کا کام سپرد کیا گیا تھا میعاد مقررہ کے اندر مرا۔

(انوارالاسلام، صفحہ ۸، ۹ مفہوماً)

۵۔ پھر سب پادریوں اور خصوصاً پادری عمادالدین کو جو اپنے آپکو مولوی کے لقب سے ملقب کرتے تھے اور قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت پر معترض تھے سخت ذلّت پہنچی۔ جب انہیں رسالہ نورالحق کے مقابلہ میں جو آپؑ نے میعاد پیشگوئی کے اندر لکھا تھا پانچ ہزار روپیہ انعام کے وعدہ کے ساتھ رسالہ لکھنے کی دعوت دی گئی اور بالمقابل ویسا رسالہ لکھنے سے اُن کے عاجز آنے سے انہیں سخت ذلّت پہنچی اور پانچ ہزار روپیہ لینے کی بجائے ہزار لعنت اُن کے حصہ میں آئی۔

(انوارالاسلام، صفحہ ۸، ۹ مفہوماً)

غیرتِ رسول ﷺ کا واقعہ:

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ تحریر فرماتے ہیں۔’’۱۸۹۳ء میں امرتسر کے مقام پر عیسائیوں سے مباحثہ ہوا جس کا نام جنگِ مقدس رکھا گیا ڈاکٹر پادری مارٹن کلارک نے چائے کی دعوت پر آپ کو اور آپ کے خدام کو بلانا چاہا۔ آپ نے محض اس بنا پر صاف انکار کر دیا کہ آنحضرت ﷺ کی تو بے ادبی کرتے ہیں اور نعوذ باللہ آپ کو جھوٹا کہتے ہیں اور مجھے چائے کی دعوت دیتے ہیں مَیں نہیں پسند کرتا۔ ہماری غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ اُن کے ساتھ مل کر بیٹھیں سوائے اس کے کہ ہم اُن کے غلط عقائد کی تردید کریں۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ جلد دوم صفحہ ۲۷۲)

حرفِ آخر:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِن مباحثات ومناظرات میں علم کا ایسا خزانہ دنیا کے سامنے پیش فرمایا کہ قیامت تک ہمیں قرآن کریم کو سمجھنے اور دینی مسائل کو حل کرنے میں رہنمائی مل سکتی ہے۔ ان مباحثات کی واحد وجہ آپ کا جذبہ خدمتِ اسلام ہی تھا۔ یہ علم کا خزانہ آپ کو خدا کی طرف سے عطا کیا گیا تھا۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً بتایا: **’’میں ہر میدان میں تیرے ساتھ ہوں گا اور ہر ایک مقابلہ میں روح القدس سے میں تیری مدد کروں گا۔‘‘**

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۴۱)

حضورؑ نے نہ صرف مختلف مخالفین کو بحث اور نشان نمائی کی دعوت دی بلکہ بڑے بھاری نقد انعام کا اعلان بھی فرمایا۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے مسیح کے متعلق فرمایا تھا وَلَيَدْعُوَنَّ إِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهُ أَحَدًا (مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسی ابن مریم) کے مطابق کوئی شخص آپ کے ذریعہ ان مباہلات میں دیئے گئے چیلنجوں کا جواب دے کر نقد انعام حاصل نہیں کر سکا۔ آپؑ کے بعد بھی خلفاء عظام کی ہدایات کے مطابق جماعت احمدیہ کے علماء کرام پُر امن ماحول میسر آنے پر مباحثے ومناظرے منعقد کر رہے ہیں۔ بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پاکستان کی اسمبلی میں جا کر معاندین کے دانت کھٹے کئے۔ ہندوستان میں مناظرہ یادگیر (صوبہ کرناٹک)، مناظرہ کلکنور (صوبہ تلنگانہ)، مناظرہ کوئمبتور (صوبہ تامل ناڈو)، مناظرہ امبھ (ہماچل پردیش) کافی مشہور ہیں۔ جن میں وفاتِ مسیح اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن و احادیث کے رو سے ثابت کیا گیا ہے۔

......☆......☆......☆......

مسیح وقت اب دُنیا میں آیا

منظوم کلام سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت ۔۔۔ دکھاؤ جلد تر صدق و انابت
کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت ۔۔۔ کہ یاد آ جائے گی جس سے قیامت
مجھے یہ بات مولیٰ نے بتا دی ۔۔۔ فَسُبْحَانَ الَّذِيْ أَخْزَى الْأَعَادِيْ

مسلمانوں پہ تب اِدبار آیا ۔۔۔ کہ جب تعلیمِ قرآں کو بھلایا
رسولِ حق کو مٹی میں سُلایا ۔۔۔ مسیحا کو فلک پر ہے بٹھایا
یہ توہیں کرکے پھل ویسا ہی پایا ۔۔۔ اہانت نے انہیں کیا کیا دکھایا
خدا نے پھر تمہیں اب ہے بُلایا ۔۔۔ کہ سوچو عزتِ خیرالبرایا
ہمیں یہ رہ خدا نے خود دکھا دی ۔۔۔ فَسُبْحَانَ الَّذِيْ أَخْزَى الْأَعَادِيْ

کوئی مُردوں میں کیونکر راہ پاوے ۔۔۔ مرے تب بے گماں مُردوں میں جاوے
خدا عیسیٰ کو کیوں مُردوں سے لاوے ۔۔۔ وہ کیوں خود مُہرِ ختمیّت مٹاوے
کہاں آیا کوئی تا وہ بھی آوے ۔۔۔ کوئی اک نام ہی ہم کو بتاوے
تمہیں کس نے یہ تعلیمِ خطا دی ۔۔۔ فَسُبْحَانَ الَّذِيْ أَخْزَى الْأَعَادِيْ

وہ آیا منتظر تھے جس کے دن رات ۔۔۔ معمّہ کھل گیا روشن ہوئی بات
دکھائیں آسماں نے ساری آیات ۔۔۔ زمیں نے وقت کی دے دیں شہادات
پھر اس کے بعد کون آئے گا ہیہات ۔۔۔ خدا سے کچھ ڈرو چھوڑو معادات
خدا نے اک جہاں کو یہ سنا دی ۔۔۔ فَسُبْحَانَ الَّذِيْ أَخْزَى الْأَعَادِيْ

مسیحِ وقت اب دنیا میں آیا ۔۔۔ خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا ۔۔۔ صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے اُن کو ساقی نے پلا دی ۔۔۔ فَسُبْحَانَ الَّذِيْ أَخْزَى الْأَعَادِيْ

خدا کا تم پہ بس لُطف و کرم ہے ۔۔۔ وہ نعمت کونسی باقی جو کم ہے
زمینِ قادیاں اب محترم ہے ۔۔۔ ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے
ظہورِ عون و نصرت دمبدم ہے ۔۔۔ حسد سے دشمنوں کی پُشت خم ہے
سنو اب وقت توحیدِ اتم ہے ۔۔۔ ستم اب مائلِ مُلکِ عدم ہے
خدا نے روک ظلمت کی اٹھا دی ۔۔۔ فَسُبْحَانَ الَّذِيْ أَخْزَى الْأَعَادِيْ

(درثمین اردو)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ:
كَانَ خُلُقُ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ۔

(مستدرک للحاکم تفسیر سورۃ المؤمنون)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور اَطوارِ زندگی قرآن کریم کے عین مطابق تھے۔

مَیں خدا تعالیٰ کے ان تمام الہامات پر جو مجھے ہو رہے ہیں ایسا ہی ایمان رکھتا ہوں

جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن مقدس پر ایمان رکھتا ہوں اور مَیں اس خدا تعالیٰ کو جانتا اور پہچانتا ہوں جس نے مجھے بھیجا ہے

سو مَیں اس وحی پاک سے ایسا ہی کامل حصہ رکھتا ہوں جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کامل قرب کی حالت میں انسان رکھ سکتا ہے

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’مَیں خدا تعالیٰ کے ان تمام الہامات پر جو مجھے ہو رہے ہیں ایسا ہی ایمان رکھتا ہوں جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن مقدس پر ایمان رکھتا ہوں اور مَیں اس خدا تعالیٰ کو جانتا اور پہچانتا ہوں جس نے مجھے بھیجا ہے۔..........سو مَیں اس وحی پاک سے ایسا ہی کامل حصہ رکھتا ہوں جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کامل قرب کی حالت میں انسان رکھ سکتا ہے۔ جب انسان ایک پُر جوش محبت کی آگ میں ڈالا جاتا ہے جیسا کہ تمام نبی ڈالے گئے تو پھر اس کی وحی کے ساتھ اضغاث احلام نہیں رہتے بلکہ جیسا کہ خشک گھاس تنور میں جل جاتا ہے ویسا ہی وہ تمام اوہام اور نفسانی خیالات جل جاتے ہیں اور خالص خدا کی وحی رہ جاتی ہے۔ اور یہ وحی صرف انہی کو ملتی ہے جو دنیا میں کمال صفا۔ محبت اور محویت کی وجہ سے نبیوں کے رنگ میں ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۴ اٹھارویں سطر میں یہ الہام میری نسبت ہے ’’جری اللہ فی حلل الانبیاء‘‘ یعنی خدا کا فرستادہ نبیوں کے حلّہ میں۔ سو مَیں شکّی اور ظنّی الہام کے ساتھ نہیں بھیجا گیا بلکہ یقینی اور قطعی وحی کے ساتھ بھیجا گیا ہوں........... مجھے اس خدا کی قسم ہے کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مجھے دلائل قاطعہ سے یہ علم دیا گیا ہے اور ہر ایک وقت میں دیا جاتا ہے کہ جو کچھ مجھے القاء ہوتا ہے اور جو وحی میرے پر نازل ہوتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے نہ شیطان کی طرف سے۔ مَیں اس پر ایسا ہی یقین رکھتا ہوں جیسا کہ آفتاب اور ماہتاب کے وجود پر۔ یا جیسا کہ اس بات پر کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ ہاں جب میں اپنی طرف سے کوئی اجتہاد کروں یا اپنی طرف سے کسی الہام کے معنے کروں تو ممکن ہے کہ کبھی اس معنی میں غلطی بھی کھاؤں۔ مگر مَیں اس غلطی پر قائم نہیں رکھا جاتا۔ اور خدا کی رحمت جلد تر مجھے حقیقی انکشاف کی راہ دکھا دیتی ہے اور میری رُوح فرشتوں کی گود میں پرورش پاتی ہے۔‘‘　(تبلیغ رسالت، جلد ہشتم، صفحہ ۶۴ تا ۶۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جان الیگزینڈر ڈوئی سے مقابلہ اور یورپ اور امریکہ میں اسلام کی عظیم الشان فتح کی گونج

(طاہر احمد طارق، نائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دنیا کے تمام مذاہب کی اصلاح کیلئے مامور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً فرمایا جری اللہ فی حلل الانبیاء ۔اِس لئے تمام مذاہب کے عقائد کی اصلاح آپ کے ذمہ تھی اوراس اصلاح کے نتیجہ میں ہر مذہب کے لوگوں کے ساتھ آپ کا مقابلہ ہونا لازم تھا۔ چنانچہ آپ کا مسلمان علماء وعمائدین کے ساتھ جہاں دعا اور قرآنِ مجید کی تفسیر لکھنے کا مقابلہ ہوا وہاں ہندو عیسائی آریہ و دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ نشان نمائی اور استجابتِ دعا اور اپنے مذہب کی سچائی ثابت کرنے کیلئے بے شمار مواقع پیش آئے۔

آپ کے مقابلہ میں سعد اللہ لدھیانوی، پنڈت لیکھرام پشاوری، پادری عبد اللہ آتھم وجان الیگزانڈر ڈوئی جیسے اشد ترین معاندین آئے اور پھر آپ کی پیشگوئی کے تحت ہلاک ہوئے۔آپ علیہ السلام کی آمد کے وقت عیسائی پادریوں کی ہندوستان میں اسلام کے خلاف بہت شورش تھی۔ اُن کا دعویٰ تھا کہ ہم پورے ہندوستان کو بہت جلد عیسائی بنا دیں گے اور ہندوستان کے ہر شہر میں صلیب کا جھنڈا گاڑ دیں گے اور اِس سیلاب میں کئی مسلمان حتی کہ علماء بھی بہہ گئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا کی تائید ونصرت سے ایسے رنگ میں عیسائی منّادوں اور پادریوں کا مقابلہ کیا کہ انہیں پیچھا چھڑانا مشکل ہوگیا۔ آپ کا پیغام یورپ اور امریکہ میں پہنچنا شروع ہوگیا اور آپ ہندوستانی نبی کے نام سے یاد کئے جانے لگے۔آپ کی اِس ترقی اور شہرت کو دیکھتے ہوئے اسلام کے ساتھ بغض وعناد رکھنے والے ایک شخص جان الیگزانڈر ڈوئی نے بھی آپ کے ساتھ میدانِ مقابلہ میں اپنی قسمت آزمانے کی ٹھانی۔ اِس مقابلہ اور اس کے نتیجہ میں یورپ وامریکہ میں اسلام واحمدیت کی فتح کی گونج کی تفصیل کچھ اِس طرح ہے۔

جان الیگزانڈر ڈوئی اصل میں سکاٹ لینڈ کا رہنے والا تھا جو بچپن میں اپنے والدین کے ساتھ آسٹریلیا چلا گیا جہاں وہ 1872ء میں ایک کامیاب مقرر اور پادری کی حیثیت سے پبلک کے سامنے آنے لگا۔1888ء میں وہ امریکہ کی نئی دنیا میں اپنے خیالات پھیلانے کیلئے سان فرانسسکو آگیا۔سان فرانسسکو کے قرب وجوار میں مغربی ریاستوں میں کامیاب جلسے کرنے کے بعد اُس نے 1893ء میں شکاگو میں اپنی خاص سرگرمیاں شروع کردیں۔ اُس نے اپنا اخبار لیوز آف ہیلنگ جاری کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں امریکہ کے طول وعرض میں اُس کی خوب شہرت ہوگئی اور اُس کے ماننے والوں میں بہت اضافہ ہونے لگا۔ڈوئی نے یہ شہرت اور کامیابی دیکھ کر 22؍فروری 1896 کو ایک نئے فرقہ کی بنیاد رکھی جس کا نام ’’کرسچن کیتھولک چرچ‘‘ رکھا 1899 یا 1900 میں اُس نے پیغمبری کا دعوٰی کیا اور اِس فرقہ کو’’کرسچن کیتھولک اپاسٹلک چرچ‘‘ کا نام دے دیا۔

(تلخیص تاریخ احمدیت، جلد2، صفحہ 241)

جان الیگزانڈر ڈوئی کو اسلام سے سخت عداوت تھی اور اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتا تھا اور لوگوں کی توجہ عیسائی عقائد اور اپنی طرف کرنا چاہتا تھا۔اُس نے لکھا کہ

’’جو کچھ مَیں تمہیں کہوں گا تمہیں اُس کی تعمیل کرنی پڑے گی کیونکہ مَیں خدا کے وعدے مطابق پیغمبر ہوں‘‘

(از عبرتناک انجام، صفحہ 25، مصنف ڈاکٹر چودھری خلیل احمد ناصر، بحوالہ حیاتِ طیبہ، صفحہ 34)

چونکہ یہ شخص امریکہ کا ایک متمول اور امیر آدمی تھا دنیاوی اعتبار سے شہرت رکھتا تھا اپنی ترقی کی رفتار کو دیکھتے ہوئے اِس نے 1901ء میں ایک شہر صیحون نامی آباد کیا۔ یہ شہر خوبصورتی اور وسعت اور عمارات وغیرہ کے لحاظ سے امریکہ اور یورپ میں مشہور ہونے لگا اور بہت کم عرصہ میں یہ شہر امریکہ کے بڑے بڑے شہروں میں شمار ہونے لگا۔ڈوئی کا مقصد یہ تھا کہ دنیا میں میری تبلیغ ہو اور میرے عقائد کی تشہیر ہو اور دنیا کی توجہ اسلام کی طرف نہیں بلکہ عیسائیت کی طرف پھرے اور یہ کام وہ اپنے اخبار لیوز آف ہیلنگ کے ذریعہ کیا کرتا تھا اور اِسی وجہ سے امریکی اخباروں میں اِس شخص کا خوب شہرہ ہوگیا۔اس بارے میں شکاگو کے ایک پروفیسر لکھتے ہیں۔

’’گزشتہ بارہ برس کے زمانہ میں کم ہی ایسے شخص گذرے ہیں جنہوں نے امریکن اخباروں میں اس قدر جگہ حاصل کی جس قدر کہ جان الیگزانڈر ڈوئی نے۔‘‘

الیگزانڈر ڈوئی اپنے اخبار کے ذریعہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں کمر بستہ تھا اور ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ کس طرح اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹایا جائے۔ چنانچہ وہ اخبار میں لکھتا ہے۔

’’مَیں یورپ اور امریکہ کے عیسائی اقوام کو خبردار کرتا ہوں کہ اسلام مردہ نہیں ہے اسلام طاقت سے بھرا ہوا ہے اگرچہ اسلام کو ضرور نابود ہونا چاہئے ۔محمڈن ازم کو ضرور تباہ ہونا چاہئے مگر اسلام کی بربادی نہ تو مضمحل لاطینی عیسویت کے ذریعہ ہوسکے گی اور نہ بے طاقت یونانی عیسویت کے ذریعہ اور نہ اُن لوگوں کی تھکی ماندی عیسویت کے ذریعہ سے جو مسیح کو صرف برائے نام مانتے ہیں اور پیٹو لوگوں اور بدمستوں اور بدکاروں اور دیوثوں اور ظالموں کی زندگی بسر کرتے ہیں‘‘

(لیوز آف ہیلنگ، 25؍اگست 1900، بحوالہ حیاتِ طیبہ صفحہ 334)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب ڈاکٹر الیگزانڈر ڈوئی کے اس قسم کے دعاوی کا علم ہوا کہ یہ شخص اسلام کو مٹانے کے خواب دیکھتا ہے اور عوام الناس کو گمراہ کر رہا ہے اور اس گمراہی کے کام میں اپنے اخبار کو بھی وقف کیا ہوا ہے تو آپ نے 8؍اگست 1902 کو جان الیگزانڈر ڈوئی کو ایک چٹھی لکھی جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات اور سری نگر کشمیر میں اُن کی قبر کا ذکر کرتے ہوئے اُسے مباہلہ کا چیلنج دیتے ہوئے لکھا کہ:

’’ہم ڈوئی صاحب کی خدمت میں بادب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں کروڑوں مسلمانوں کے مارنے کی کیا حاجت ہے ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہوجائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا ہے یا ہمارا خدا۔ وہ بات یہ ہے کہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سناویں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کردیں کہ جو ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے۔ کیونکہ ڈوئی یسوع مسیح کو خدا مانتا ہے مگر مَیں اس کو ایک بندہ عاجز مگر نبی مانتا ہوں ......اگر ڈوئی اپنے دعوٰی میں سچا ہے اور درحقیقت یسوع مسیح خدا ہے تو یہ فیصلہ ایک ہی آدمی کے مرنے سے ہوجائے گا۔کیا حاجت ہے کہ تمام ملکوں کے مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے لیکن اگر اس نے نوٹس کا جواب نہ دیا یا اپنے لاف وگزاف کے مطابق دعا کردی اور پھر دنیا سے قبل میری وفات کے اٹھایا گیا تو یہ تمام امریکہ کیلئے ایک نشان ہوگا مگر یہ شرط ہے کہ کسی کی موت انسانی ہاتھوں سے نہ ہو بلکہ کسی بیماری سے یا بجلی سے یا سانپ کے کاٹنے سے یا کسی درندہ کے پھاڑنے سے ہو۔‘‘

(تاریخ احمدیت، جلد2، صفحہ 242)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس مباہلہ کے چیلنج کو امریکہ کے کئی اخبارات نے بڑے اچھے رنگ میں چھاپا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف بھی کروایا کہ یہ شخص خدا کی طرف سے مامور ہے۔ چنانچہ اخبار گونٹ سان فرانسسکو نے اپنی یکم دسمبر 1902 کی اشاعت میں بعنوان’’ انگریزی وعربی (یعنی عیسائیت واسلام) کا مقابلہ دعا‘‘ لکھا کہ

’’مرزا صاحب کے مضمون کا خلاصہ جو ڈوئی کو لکھا ہے یہ ہے کہ تم ایک جماعت کے لیڈر ہو اور میرے بھی بہت سے پیرو ہیں۔ پس اس بات کا فیصلہ کہ خدا کی طرف سے کون ہے ہم میں اس طرح ہوسکتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے خدا سے دعا کرے اور جس کی دعا قبول ہو وہ سچے خدا کی طرف سے سمجھا جاوے دعا یہ ہوگی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اُسے پہلے ہلاک کرے یقیناً یہ ایک معقول اور منصفانہ تجویز ہے۔‘‘

(تتمہ حقیقۃ الوحی، صفحہ 71 حاشیہ)

اس مباہلہ کے چیلنج کا ڈوئی کی طرف سے کوئی جواب نہ ملنے پر آپ علیہ السلام مسلسل چٹھیوں اور اشتہارات کے ذریعہ سے اس کو اس امر کی طرف متوجہ کرتے رہے کہ وہ مباہلہ کے چیلنج کو قبول کرے اور ان اشتہارات کی

نقول کو امریکی اخبارات میں بھی بھجواتے رہے ان اشتہارات وغیرہ کو 1903 میں کثرت کے ساتھ امریکی اخبارات نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس چیلنج کے ساتھ شائع کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس چیلنج کو امریکہ کے متعدد اخبارات نے شائع کیا۔ حضور علیہ السلام نے 32 اخبارات اور ان میں شائع ہونے والے مضمون کا خلاصہ کتاب حقیقۃ الوحی میں درج فرمایا ہے۔

بار بار اصرار کرنے پر ڈوئی نے اس چیلنج کا جواب نہ دیا اور پھر ستمبر اور دسمبر کے اخبارات میں اس نے لکھا کہ:

''ہندوستان میں ایک بے وقوف محمدی مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ مسیح یسوع کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو اس کا جواب کیوں نہیں دیتا مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ مَیں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا۔ اگر مَیں ان پر اپنا پاؤں رکھوں تو مَیں ان کو کچل کر مار ڈالوں گا۔''

(تتمہ حقیقۃ الوحی، صفحہ 73)

حضرت مسیح موعودؑ کو جب اس کی بے باکی کا علم ہوا تو آپ نے خدا تعالیٰ کی عدالت میں اس مقدمہ میں کامیابی کیلئے اپنی متضرعانہ دعاؤں میں مزید اضافہ کر دیا۔ اس عرصہ میں ڈاکٹر ڈوئی امریکہ اور یورپ اور آسٹریلیا میں بہت شہرت حاصل کر چکا تھا۔ یہ شخص اپنی صحت طاقت اور عزت پر بہت فخر کرتا تھا اور پورے عروج پر تھا اور گمان کرتا تھا کہ اب میری شہرت دُور دُور تک ہو چکی ہے۔ چنانچہ حضورؑ نے 23/اگست 1903ء کے اشتہار میں لکھا کہ

''اب تک ڈوئی نے میری اس درخواست مباہلہ کا کچھ جواب نہیں دیا اور نہ اپنے اخبار میں کچھ اشارہ کیا ہے اس لئے مَیں آج کی تاریخ سے جو 23 اگست 1903 ہے اس کو پورے سات ماہ کی اور مہلت دیتا ہوں اگر وہ اس مہلت میں میرے مقابلہ پر آ گیا اور جس طور سے مقابلہ کرنے کی مَیں نے تجویز کی ہے جس کو مَیں شائع کر چکا ہوں اس تجویز کو پورے طور پر منظور کر کے اپنے اخبار میں عام اشتہار دے دیا تو جلد تر دنیا دیکھ لے گی کہ اس مقابلہ کا انجام کیا ہوگا...... اگر ڈوئی اس مقابلہ سے بھاگ گیا تو دیکھو آج مَیں تمام امریکہ اور یورپ کے باشندوں کو اس بات پر گواہ کرتا ہوں کہ یہ طریق اس کا بھی شکست کی صورت سمجھی جائے گی...... پس یقین سمجھو کہ اس کے صیحون پر جلد تر ایک آفت آنے والی ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں ضرور ہے ایک صورت اس کو پکڑ لے گی۔''

(ریویو آف ریلیجنز اپریل 1907، بحوالہ تاریخ احمدیت، جلد 2، صفحہ 245)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اس اشتہار کا بھی امریکی اخبارات میں خوب چرچا ہوا اور اس اشتہار کے جواب میں ڈوئی اشاروں اشاروں میں میدان مقابلہ میں آ گیا۔ چنانچہ وہ اپنے اخبار 27/دسمبر 1903 میں لکھتا ہے۔

''ہندوستان میں ایک بے وقوف شخص ہے جو محمدی مسیح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ مجھے بار بار کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کشمیر میں مدفون ہیں جہاں ان کا مقبرہ دیکھا جا سکتا ہے وہ یہ نہیں کہتا ہے کہ اس نے خود وہ مقبرہ دیکھا ہے۔ مگر بے چارہ دیوانہ اور جاہل شخص پھر بھی یہ بہتان لگاتا ہے کہ حضرت مسیح ہندوستان میں فوت ہوئے۔ واقعہ یہ ہے کہ خداوند مسیح بیت عنیاہ کے مقام پر آسمان پر اُٹھایا گیا جہاں وہ اپنے سماوی جسم میں موجود ہے۔''

پھر 23/جنوری 1904 کو مسلمانوں کی تباہی کی پیشگوئی کو دہراتے ہوئے لکھا:

''سینکڑوں ملین مسلمان جو اس وقت ایک جھوٹے نبی کے قبضہ میں ہیں انہیں یا تو خدائی آواز سننے پڑے گی یا وہ تباہ ہو جائیں گے۔''

(تاریخ احمدیت، جلد 2، صفحہ 246)

ڈوئی چونکہ ایک دنیا دار اور عیاش شخص تھا اُس نے لوگوں کے قرض حاصل کر کے صیحون شہر آباد کیا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کی عیاشی کی وجہ سے اس کا وقار کم ہونے لگا مالی بحران شروع ہو گیا۔ ڈوئی مالی بحران کو دور کرنے کیلئے دوسری جگہ شہر آباد کرنا چاہتا تھا۔ لیکن خدائی تقدیر نے اس کو اس میں کامیاب نہ ہونے دیا کیونکہ مامور زمانہ کے مقابلہ میں وہ آ چکا تھا اب دنیا خصوصاً امریکہ اور یورپ کیلئے۔ اسلام کی صداقت ظاہر ہونے کا وقت آ گیا تھا اس لئے اس پر یکم اکتوبر 1905 کو فالج کا حملہ ہوا اور پھر 19 دسمبر 1905 کو دوبارہ فالج کا حملہ ہوا اس کے اپنے رشتہ دار اس سے جدا ہو گئے شہرت ختم ہو گئی صیحون شہر والوں نے اپنا نیا لیڈر منتخب کر لیا۔ ڈوئی بیماری کی وجہ سے نڈھال ہوتا گیا۔ دیکھ بھال کیلئے تنخواہ دار حبشی مقرر ہوئے جو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ لے جاتے اور بعض دفعہ ہاتھوں سے زمین پر ایسا گرتا جیسے بے جان پتھر ہے آخر مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی سے 9/مارچ 1907 کو اس جہاں سے رخصت ہوا اس کے بیوی بچے اور رشتہ دار اس کے جنازہ میں شامل نہ ہوئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بیس فروری 1907 کو ہی ڈوئی کی موت سے قبل ایک اشتہار کے ذریعہ اس نشان کے پورے ہونے کے بارے میں لوگوں کو بتا دیا تھا۔

اب دیکھیں خدا تعالیٰ کس طریق سے اپنی تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچانے کا انتظام کرتا ہے۔ اگر یورپ اور امریکہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچانے کیلئے ہزاروں آدمی بھی مقرر کئے جاتے تو شاید اس رنگ میں وہ تبلیغ اور پیغام نہ پہنچتا جس رنگ میں اس پیشگوئی اور نشان کے ذریعہ یورپ اور امریکہ میں احمدیت کا پیغام پہنچا اور اسلام اور احمدیت کی عظیم فتح کا نشان ظاہر ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

''اب ظاہر ہے کہ ایسا نشان (جو فتح عظیم کا موجب ہے) جو تمام دنیا ایشیا اور امریکہ اور یورپ اور ہندوستان کیلئے ایک کھلا کھلا نشان ہو سکتا ہے وہ یہی کہ ڈوئی کے مرنے کا نشان ہے کیونکہ اور نشان جو میری پیشگوئیوں سے ظاہر ہوئے ہیں وہ تو پنجاب اور ہندوستان تک ہی محدود تھے۔ اور امریکہ اور یورپ کے کسی شخص کو اُن کے ظہور کی خبر نہ تھی لیکن یہ نشان پنجاب سے بصورت پیشگوئی ظاہر ہو کر امریکہ میں جا کر ایسے شخص کے ہاتھوں میں پورا ہوا جس کو امریکہ اور یورپ کا فرد فرد جانتا تھا۔''

(تاریخ احمدیت، جلد 2، صفحہ 250، اشتہار 17/اپریل 1907)

ڈوئی کی موت سے جہاں کسر صلیب کا نشان پورا ہوا وہاں اسلام کی صداقت ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ یورپ و امریکہ میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد پڑ گئی اور سعید روحوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت ڈال دی۔ ڈوئی کی موت پر امریکہ و یورپ کے پریس پر خوب تبصرے ہوئے مثلاً امریکن اخبار ٹروتھ سیکر نے اپنی 15/جون 1907 کی اشاعت میں ''مرسلین کی جنگ'' کے عنوان سے لمبا اداریہ لکھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کا تفصیل سے ذکر کیا اسی طرح اخبار بوسٹن ہیرلڈ نے اپنے سنڈے ایڈیشن 23/جون 1907 کے ایک پورے صفحہ میں اس پیشگوئی کی پوری تفصیل اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قد آور فوٹو بھی شائع کیا اور مندرجہ ذیل دوہرے عنوان کے ساتھ اپنے مضمون کو شروع کیا کہ

''مرزا غلام احمد المسیح ایک عظیم الشان انسان ہے''

یوں تو اس نشان کے ظاہر ہونے سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خط و کتابت سے مسٹر ویب مسلمان ہوئے تھے پھر ان کے ذریعہ سے مسٹر اینڈرسن حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کر کے 26/ستمبر 1904 کو مسلمان ہو گئے تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس نشان کے بعد امریکہ اور یورپ میں احمدیت کا ایک رجحان ہوا۔ اور اسی وجہ سے اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد سب سے پہلے یورپ میں حضرت خلیفہ اوّلؓ نے حضرت چودھری فتح محمد سیالؓ کو 28/جون 1912 کو عیسائیت کے مرکز انگلستان میں بھجوایا اور بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ یورپ امریکہ اور مغربی ممالک میں اسلام احمدیت کی نشاۃ ثانیہ اور ترقی اور غلبہ کیلئے انگلستان ہی مرکز بنا۔ گویا اس نشان کے بعد یورپ اور امریکہ میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی مہم کا باقاعدہ منظم طریق سے آغاز ہوا اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت مفتی محمد صادقؓ کو 26/جنوری 1920 کو امریکہ کیلئے روانہ کیا۔ آپ کو ملک میں داخل ہونے سے روک دیا گیا اور نظر بند کر دیا گیا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا:

''امریکہ جسے طاقتور ہونے کا دعویٰ ہے اس وقت تک اس نے مالی سلطنتوں کا مقابلہ کیا ہے اور انہیں شکست دی ہو گی روحانی سلطنت سے اس نے مقابلہ کر کے نہیں دیکھا اب اگر اس نے ہم سے مقابلہ کیا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ ہمیں ہرگز شکست نہیں دے سکتا چونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ہم مل کر کے ارد گرد کے علاقوں میں تبلیغ کر کے وہاں کے مسلمانوں کو امریکہ بھیجیں گے اور ان کو امریکہ نہیں روک سکتا۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ امریکہ میں ایک دن لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدا گونجے گی اور ضرور گونجے گی۔''

(الفضل 15/اپریل 1920)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے پہلے دورہ انگلستان کے دوران 19/اکتوبر

1924 کو مسجد فضل لندن کی بنیاد رکھی ۔ یوں یورپین ممالک اور عیسائیت کے مرکز انگلستان میں توحید کے مرکز کی بنیاد پڑی اور اس سے توحید کی صدا بلند ہونی شروع ہوئی اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی 1984ء میں ہجرت کے بعد یہی مسجد فضل یورپین ممالک میں تبلیغ اسلام کیلئے مرکز بن گئی۔ یورپین ممالک میں خلیفہ وقت کی موجودگی اور دورہ جات کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امریکہ اور یورپ میں اسلام احمدیت کی فتوحات کے نظارے ہم روز بروز اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ یہ فتوحات توپ، گولوں اور بندوقوں اور شمشیر سے نہیں ہو رہی بلکہ یہ فتوحات دلائل و براہین اور اسلام کی خوبصورت و حسین تعلیم کے نتیجہ میں ہو رہی ہیں۔ ان ممالک کے رہنماؤں اور سیاستدانوں اور دانشور طبقہ کی نظر میں آج احمدیت یعنی حقیقی اسلام خدمت انسانیت اور محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں کے ساتھ جانی اور پہچانی جاتی ہے۔ آج ان رہنماؤں اور دانشوروں کو پتا لگ رہا ہے کہ واقعی اسلام تشدد کا مذہب نہیں ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں آج اسلام احمدیت کی خوبصورت اور دلکش تعلیم کے نتیجہ میں ہی ان ممالک کے رہنما جماعت احمدیہ کے امام سے مشورہ لیتے ہیں اور حضور پرنور کو بلا کر اپنی پارلیمنٹ میں لیکچر دلواتے ہیں کہاں وہ ڈوئی کی ڈینگیں کہ ہم اسلام کو ختم کر دیں گے اور اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے اور کہاں آج یورپین ممالک کے ایوانوں میں اسلام احمدیت کا بول بالا ہو رہا ہے۔ آج احمدیت کی ترقی اور غلبہ ایک کھلی کتاب بن چکا ہے۔

ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی
امریکہ کا جھوٹا نبی
میری پیشگوئی کے مطابق مر گیا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں مندرجہ بالا عنوان کے تحت فرماتے ہیں :

''(نشان نمبر 196) واضح ہو کہ یہ شخص جس کا نام عنوان میں درج ہے اسلام کا سخت درجہ پر دشمن تھا اور علاوہ اس کے اُس نے جھوٹا دعویٰ پیغمبری کا کیا اور حضرت سیّد النبیّین و اصدق الصادقین وخیر المرسلین وامام الطیّبین جناب تقدّس مآب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب اور مفتری خیال کرتا تھا اور اپنی خباثت سے گندی گالیاں اور فحش کلمات سے آنجناب کو یاد کرتا تھا۔ غرض بُغض دین متین کی وجہ سے اُس کے اندر سخت ناپاک خصلتیں موجود تھیں اور جیسا کہ خنزیروں کے آگے موتیوں کا کچھ قدر نہیں ایسا ہی وہ توحید اسلام کو بہت ہی حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اور اس کا استیصال چاہتا تھا۔ اور حضرت عیسیٰ کو خدا جانتا تھا اور تثلیث کو تمام دنیا میں پھیلانے کے لئے اتنا جوش رکھتا تھا کہ میں نے باوجود اس کے کہ صدہا کتابیں پادریوں کی دیکھیں مگر ایسا جوش کسی میں نہ پایا چنانچہ اس کے اخبار لیوز آف ہیلنگ مورخہ 19 دسمبر 1903ء اور 14 فروری 1907ء میں یہ فقرے ہیں۔

''میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دن جلد آوے کہ اسلام دنیا سے نابود ہو جاوے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ اے خدا اسلام کو ہلاک کر دے۔''

اور پھر اپنے پرچہ اخبار 12 دسمبر 1903 میں اپنے تئیں سچا رسول اور سچا نبی قرار دے کر کہتا ہے کہ ''اگر میں سچا نبی نہیں ہوں تو پھر رُوئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو خدا کا نبی ہو'' علاوہ اس کے وہ سخت مشرک تھا اور کہتا تھا کہ مجھ کو الہام ہو چکا ہے کہ پچیس برس تک یسوع مسیح آسمان سے اُتر آئے گا اور حضرت عیسیٰ کو درحقیقت خدا جانتا تھا اور ساتھ اس کے میرے دل کو دُکھ دینے والی ایک یہ بات تھی جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ وہ نہایت درجہ پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا اور میں اس کا پرچہ اخبار لیوز آف ہیلنگ لیتا تھا اور اُس کی بدزبانی پر ہمیشہ مجھے اطلاع ملتی تھی۔ جب اُس کی شوخی انتہا تک پہنچی تو میں نے انگریزی میں ایک چٹھی اُس کی طرف روانہ کی اور مباہلہ کے لئے اُس سے درخواست کی تا خدا تعالیٰ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے اُس کو سچے کی زندگی میں ہلاک کرے۔ یہ درخواست دو مرتبہ یعنی 1902ء اور پھر 1903ء میں اُس کی طرف بھیجی گئی تھی اور امریکہ کے چند نامی اخباروں میں بھی شائع کی گئی تھی......

اور اس مضمون مباہلہ میں مَیں نے جھوٹے پر بددعا بھی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے یہ چاہا تھا کہ خدا جھوٹے کا جھوٹ اپنے فیصلہ سے کھول دے۔ اور یہ میرا مضمون مباہلہ کا جیسا کہ ابھی لکھ چکا ہوں امریکہ کے چند روزانہ اور نامی اخباروں میں بخوبی شائع ہو گیا تھا۔ اور یہ اخباریں امریکہ کے عیسائیوں کی تھیں جن کا مجھ سے کچھ تعلق نہ تھا اور اخباروں میں شائع کرانے کی اس لئے مجھے ضرورت پیش آئی کہ ڈاکٹر ڈوئی جھوٹے نبی نے براہِ راست مجھ کو جواب نہیں دیا تھا آخر میں نے وہ مضمون مباہلہ امریکہ کے اُن نامی اخباروں میں جو روزانہ ہیں اور کثرت سے دنیا میں جاتے ہیں شائع کرا دیا۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ باوجودیکہ اڈیٹران اخبارات امریکہ عیسائی تھے اور اسلام کے مخالف تھے تاہم انہوں نے نہایت مدّ و شدّ سے میرے مضمون مباہلہ کو ایسی کثرت سے شائع کر دیا کہ امریکہ اور یورپ میں اس کی دھوم مچ گئی اور ہندوستان تک بھی اس مباہلہ کی خبر ہو گئی۔ اور میرے مباہلہ کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ اسلام سچا ہے اور عیسائی مذہب کا عقیدہ جھوٹا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی طرف سے وہی مسیح ہوں جو آخری زمانہ میں آنے والا تھا اور نبیوں کے نوشتوں میں اس کا وعدہ تھا اور نیز میں نے اس میں لکھا تھا کہ ڈاکٹر ڈوئی اپنے دعویٰ رسول ہونے اور تثلیث کے عقیدہ میں جھوٹا ہے اگر وہ مجھ سے مباہلہ کرے تو میری زندگی میں ہی بہت سی حسرت اور دُکھ کے ساتھ مرے گا۔ اور اگر مباہلہ بھی نہ کرے تب بھی وہ خدا کے عذاب سے بچ نہیں سکتا۔ اس کے جواب میں بدقسمت ڈوئی نے دسمبر 1903ء کے کسی پرچہ میں اور نیز 26 ستمبر 1903ء وغیرہ کے اپنے پرچوں میں اپنی طرف سے یہ چند سطریں انگریزی میں شائع کیں جن کا ترجمہ ذیل میں ہے:

''ہندوستان میں ایک بیوقوف محمدی مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ مسیح یسوع کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو اس کا جواب کیوں نہیں دیتا اور کہ تو کیوں اس شخص کا جواب نہیں دیتا مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا اگر میں ان پر اپنا پاؤں رکھوں تو میں ان کو کچل کر مار ڈالوں گا۔''

اور پھر پرچہ 19 دسمبر 1902ء میں لکھتا ہے کہ ''میرا کام یہ ہے کہ میں مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب سے لوگوں کو جمع کروں اور مسیحیوں کو اس شہر اور دوسرے شہروں میں آباد کروں یہاں تک کہ وہ دن آ جائے کہ مذہب محمدی دنیا سے مٹایا جائے۔ اے خدا ہمیں وہ وقت دکھلا۔''

غرض یہ شخص میرے مضمون مباہلہ کے بعد جو یورپ اور امریکہ اور اس مُلک میں شائع ہو چکا تھا بلکہ تمام دنیا میں شائع ہو گیا تھا شوخی میں روز بروز بڑھتا گیا اور اس طرف مجھے یہ انتظار تھی کہ جو کچھ میں نے اپنی نسبت اور اُس کی نسبت خدا تعالیٰ سے فیصلہ چاہا ہے ضرور خدا تعالیٰ سچا فیصلہ کرے گا اور خدا تعالیٰ کا فیصلہ کاذب اور صادق میں فرق کر کے دکھلا دے گا۔

اور میں ہمیشہ اس بارہ میں خدا تعالیٰ سے دُعا کرتا تھا اور کاذب کی موت چاہتا تھا چنانچہ کئی دفعہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ تو غالب ہو گا اور دشمن ہلاک کیا جائے گا اور پھر ڈوئی کے مرنے سے قریباً پندرہ دن پہلے خدا تعالیٰ نے اپنی کلام کے ذریعہ سے مجھے میری فتح کی اطلاع بخشی جس کو میں اس رسالہ میں جس کا نام ہے قادیان کے آریہ اور ہم اس کے ٹائٹل پیج کے پہلے ورق کے دوسرے صفحہ میں ڈوئی کی موت سے قریباً دو ہفتہ پہلے شائع کر چکا ہوں اور وہ یہ ہے۔

تازہ نشان کی پیشگوئی

خدا فرماتا ہے کہ میں ایک تازہ نشان ظاہر کروں گا جس میں فتح عظیم ہو گی وہ تمام دنیا کیلئے ایک نشان ہو گا (یعنی ظہور اس کا صرف ہندوستان تک محدود نہیں ہو گا) اور خدا کے ہاتھوں سے اور آسمان سے ہو گا چاہئے کہ ہر ایک آنکھ اس کی منتظر رہے۔ کیونکہ خدا اس کو عنقریب ظاہر کرے گا تا وہ یہ گواہی دے کہ یہ عاجز جس کو تمام قومیں گالیاں دے رہی ہیں اس کی طرف سے ہے مبارک وہ جو اس سے فائدہ اُٹھاوے۔''

المشتہر میرزا غلام احمد مسیح موعود

(روحانی خزائن، جلد 22، حقیقۃ الوحی، صفحہ 504 تا 510)

......☆......☆......☆......

جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تو اِس صدی کا مجدد ہے

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

۞ ''جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تو اِس صدی کا مجدد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآءُ هُمْ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ'' یعنی خدا نے تجھے قرآن سکھلایا اور اُس کے صحیح معنے تیرے پر کھول دیئے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تا تو لوگوں کو بدانجام سے ڈراوے کہ جو بباعث پُشت در پُشت کی غفلت اور نہ متنبہ کئے جانے کے غلطیوں میں پڑ گئے۔ اور تا اُن مجرموں کی راہ کھل جائے کہ جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہِ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے۔ ان کو کہہ دے کہ مَیں مامور من اللہ اور اوّل المومنین ہوں۔'' (کتاب البریہ، روحانی خزائن، جلد 13، صفحہ 201، حاشیہ)

۞ ''یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی۔ رسول۔ محدث۔ مجدد سب داخل ہیں مگر جو لوگ ارشاد اور ہدایت خلق اللہ کے لئے مامور نہیں ہوئے اور نہ وہ کمالات اُن کو دیئے گئے وہ گو ولی ہوں یا ابدال ہوں امام الزمان نہیں کہلا سکتے۔ اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے جس کی پیروی تمام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ سو مَیں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزمان مَیں ہوں اور مجھ میں خدا تعالیٰ نے وہ تمام علامتیں اور تمام شرطیں جمع کی ہیں اور اس صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرمایا ہے۔'' (ضرورۃ الامام، صفحہ 24)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان تصانیف

(عبدالمومن راشد، انچارج ریفریشر کورس مبلغین و معلمین قادیان)

روحانی خزائن، جلد-1

براہین احمدیہ چار حصص: براہین احمدیہ کا پہلا حصہ اور دوسرا حصہ 1880 میں اور تیسرا حصہ 1882 میں اور چوتھا حصہ 1884 میں چھپ کر منظر عام پر آیا۔ یہ وہ عظیم الشان تصنیف ہے جس میں قرآن مجید کے کلام الٰہی اور تا قیامت قائم رہنے والی شریعت ہونے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے ناقابل تردید دلائل بیان کر کے مخالفین و معترضین اسلام کو دس ہزار روپے کا چیلنج بھی دیا گیا ہے جو آج تک کسی کو قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مسلمانان عالم کو دفاع اسلام کیلئے نئی روشنی اور تقویت ملی اور اُن کا حوصلہ بلند ہوا۔

روحانی خزائن، جلد-2

پرانی تحریریں: اس کتاب میں ضرورت الہام، وید و قرآن کا مقابلہ اور آریوں کے مسئلہ قدامت روح کی اصلیت پر بحث کی گئی ہے۔ 30 مئی 1899 کو شائع کی گئی۔

سرمہ چشم آریہ: یہ کتاب لالہ مرلیدھر ڈرائنگ ماسٹر آریہ سماج ہوشیار پور کے ساتھ معجزہ شق القمر، نجات دائمی ہے یا محدود، روح و مادہ حادث ہیں یا انادی اور مقابلہ تعلیمات وید و قرآن کے مسائل پر مباحثہ پر مشتمل ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ 11 تا 14 مارچ 1886 کو ہوشیار پور میں ہوا۔ اس کتاب پر بھی محمد حسین بٹالوی ایڈووکیٹ نے اپنے رسالہ میں لکھا ”یہ کتاب لاجواب مؤلف براہین احمدیہ مرزا غلام احمد رئیس قادیان کی تصنیف ہے ...... حمیت و حمایت اسلام تو اس میں ہے کہ ایک ایک مسلمان اس کتاب کے دس دس بیس بیس نسخے خرید کر ہندو و مسلمانوں میں تقسیم کرے۔ اس میں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اصول اسلام کی خوبی اور اصول مذہب آریہ کی بُرائی شیوع پائے گی اور اس سے آریہ سماج کی ان مخالفانہ کارروائیوں کی جو اسلام کے مقابلہ میں وہ کرتے ہیں روک ہوگی۔

(اشاعۃ السنہ، جلد 9، نمبر 5، صفحہ 158)

شحنہ حق: یہ کتاب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آریوں کے ایک رسالہ سرمہ چشم آریہ کی حقیقت اور فن فریب غلام احمد کی حقیقت کے ردّ میں تصنیف فرمائی۔ شحنہ حق رسالہ کا نام رکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضور اقدسؑ فرماتے ہیں: چونکہ ہمارے اس رسالہ میں ان کی بے جا نکتہ چینیوں پر تنبیہ کا تازیانہ جڑنا اور الزام اور ملامت کا ہنٹر تاڑ تاڑ مارنا قرین مصلحت سمجھا گیا ہے اس لئے اس رسالہ کا نام بھی شحنہ حق رکھا گیا کیونکہ یہ رسالہ آریوں کے آوارہ طبع لوگوں کے سیدھا کرنے کے لئے شحنہ کا حکم رکھتا ہے اور ظریفانہ طور پر اس رسالہ کا ایک اور نام بھی رکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے ”آریوں کی کسی قدر خدمت اور ان کے ویدوں اور نکتہ چینیوں کی کچھ ماہیت“

سبز اشتہار: بشیر اوّل کی وفات پر بعض مخالفین کی نکتہ چینیوں کے جواب میں لکھا گیا ہے اور اس میں مصلح موعودؓ کے نام اور اس سے متعلقہ پیشگوئی کی وضاحت کی گئی ہے۔ تاریخ طباعت یکم دسمبر 1888 ہے۔

روحانی خزائن، جلد-3

فتح اسلام: فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام تینوں کتب پہلی بار 1891 میں مطبع ریاض ہند امرتسر میں طبع ہوئیں۔ فتح اسلام میں آپ نے یہ اہم اعلان فرمایا کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مسیح جو آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرلو۔ (صفحہ 10) فرمایا: میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ (صفحہ 11)

توضیح مرام: اس رسالہ میں مثیل مسیح کے بارے میں مزید تفصیل دی گئی ہے۔

ازالہ اوہام: اس تصنیف میں آپ کے دعویٰ پر کئے جانے والے اعتراضات و سوالات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ نیز وفات مسیح پر مفصل مضمون تحریر کرتے ہوئے 30 آیات قرآنی درج فرمائی ہیں۔ مذکورہ بالا تینوں رسائل میں مثیل مسیح کے متعلق مضمون لکھا گیا ہے۔

روحانی خزائن، جلد-4

الحق مباحثہ لدھیانہ: جولائی 1891 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور محمد حسین بٹالوی کے مابین مباحثہ ہوا جس میں مولوی محمد حسین بٹالوی وفات مسیح پر بات کرنے سے گریزاں رہے اور حدیث کا مرتبہ، بخاری و مسلم کی سب کی سب احادیث صحیح ہیں، قرآن مجید کی طرح واجب العمل ہیں یا نہیں ان باتوں پر توجہ مرکوز رکھی۔ یہ مباحثہ لدھیانہ میں بارہ روز تک جاری رہا۔

الحق مباحثہ دہلی: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی نذیر حسین دہلوی جو علماء اہل حدیث کے استاد اور شیخ الکل کہلاتے تھے، کو دعوت مباحثہ دی لیکن موصوف اس کیلئے تیار نہیں ہوئے۔ ان کے راہ فرار اختیار کرنے پر دہلی والوں نے مولوی محمد بشیر سہسوانی کو بھوپال سے بلایا جس نے وفات مسیح پر بحث کی۔

آسمانی فیصلہ: میاں نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگردوں نے وفات مسیح پر بحث کرنے سے انکار کیا۔ بحث ٹالنے کیلئے میاں سید نذیر حسین صاحب نے یہ عذر کیا کہ آپ کافر ہیں اس پر آپ نے 1891 میں ”آسمانی فیصلہ“ تصنیف فرمائی اور مولوی سید نذیر حسین اور انکی جماعت کے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ ان علامات کے اظہار کیلئے آپؑ سے مقابلہ کریں جو قرآن اور احادیث میں کامل مومن کی بتائی گئی ہیں۔ اس رسالہ میں آپ نے تحریری مباحثہ کی بھی دعوت دی۔

نشان آسمانی: حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ اور لاہور وغیرہ کا سفر اختیار کرنے کے بعد لدھیانہ تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے مجذوب گلاب شاہ کی پیشگوئی اُن کے شاگرد کریم بخش سے حلفیہ قلمبند کروائی اور مئی 1892 میں آپ نے یہ رسالہ جس کا دوسرا نام ”شہادۃ الملہمین“ ہے تحریر فرمایا۔ اس میں سائیں گلاب شاہ اور شاہ نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی درج فرمائی۔ مخالفوں پر یہ کتاب حجت اللہ اور موافقوں کے لئے زیادت ایمان و عرفان کی باعث ہے۔

ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات: مئی یا جون 1889 میں ایک عیسائی عبید اللہ جیمز نے انجمن حمایت اسلام لاہور کو تین سوال بغرض جواب بھیجے۔ انجمن نے یہ سوال بغرض جواب آپ کو بھیجے۔ ان سوالوں کے جوابات انجمن حمایت اسلام نے مذکورہ عنوان کے تحت شائع کئے۔

روحانی خزائن، جلد-5

یہ جلد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان تصنیف آئینہ کمالات اسلام پر مشتمل ہے۔ اس کا دوسرا نام دافع الوساوس ہے۔ کتاب کا ایک حصہ اُردو میں اور دوسرا عربی میں ہے۔ اس کی وجہ تالیف یہ ہوئی کہ ایک طرف پادری، اسلام بانی اسلام اور قرآن مجید پر اعتراضات کر رہے تھے اور انکے زعم میں آئندہ کا مذہب عیسائیت ہونا تھا۔ دوسری طرف علماء اسلام ایسے عقائد رکھتے تھے جن سے پادریوں کے عقائد کی تائید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت عیسیٰؑ کی فضیلت ثابت ہوتی تھی۔ مختصر یہ کہ علماء اسلام دشمنان اسلام کی تقویت کا باعث بن رہے تھے۔ چنانچہ اسلام کا خوبصورت چہرہ ظاہر کرنے اور اسکے محاسن و کمالات کو منظر عام پر لانے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کتاب تحریر فرمائی۔ کتاب میں حقیقت اسلام، وحی و نبوت ملائکہ کے وجود اور ان کے کاموں کی تفصیل بیان کر کے ان شبہات اور وساوس کا بھی جواب دیا جو موجودہ فلسفہ کی رو سے ان مسائل پر کئے جاتے تھے۔ مسلمان علماء کے ان عقائد کی بھی تردید فرمائی جن سے حضرت عیسیٰؑ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ظاہر ہوتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کتاب کی مقبولیت کے بارے میں فرماتے ہیں: اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مجھ کو ہوئی اور آپ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرّت ظاہر کی اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کے دلوں کو اس کتاب کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے هٰذَا كِتَابٌ مُبَارَكٌ فَقُوْمُوْا لِلْاِجْلَالِ وَالْاِكْرَامِ یعنی یہ کتاب مبارک ہے اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

روحانی خزائن، جلد-6

برکات الدعا: یہ کتاب سرسیّد احمد خان صاحب کے ایک رسالہ الدُّعَا وَالْاِسْتِجَابَةُ کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ آپ نے سرسیّد کے دلائل کا ردّ عقل و نقل سے کر کے دعا کی قبولیت کے متعلق اپنا تجربہ پیش فرمایا۔ آخر میں پنڈت لیکھرام کے متعلق قبولیت دعا کا بھی ذکر کیا۔ سرسیّد مرحوم کے رسالہ تحریر فی اصول التفسیر کا جواب تحریر کر کے تفسیر کے سات معیار

بیان فرمائے جس کے مطابق سرسیّد کی تفسیر نہیں ہے۔

حجۃ الاسلام: اس رسالہ میں ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک اور بعض دوسرے عیسائی صاحبان کو دعوت مباہلہ دی کہ دنیا میں زندہ اور آسمانی روشنی رکھنے والا مذہب صرف اسلام ہے۔ نیز 22 مئی 1893 کو ہونے والے مباحثہ کی شرائط بھی اس میں درج فرمائیں۔ عیسائیوں کو مباحثہ کے علاوہ مباہلہ کرنے اور نشان دکھانے کی دعوت دی۔ وہ خط و کتابت جو مسلمانان جنڈیالہ اور ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مابین ہوئی اس میں درج ہے۔

سچائی کا اظہار: اس رسالہ میں حضور نے پادری ڈپٹی عبد اللہ آتھم رئیس امرتسر کا بشرطِ مغلوبیت اسلام لانے کا اقرارنامہ درج فرمایا۔ ڈاکٹر کلارک کے اشتہار جو ضمیمہ نور افشاں لدھیانہ میں شائع ہوا تھا کا ذکر فرمایا۔ ڈاکٹر کلارک نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ مباحثہ سے بچنے کے لئے مسلمانان جنڈیالہ کو اس طرف توجہ دلائی کہ آپ جس کو پیشوا بنا رہے ہو اس کو علماء اسلام کافر اور خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ مگر مسلمانان جنڈیالہ نے انہیں لکھا کہ ایسے مولویوں کو ہم مفسد سمجھتے ہیں جو ایک مسلمان مؤید اسلام کو کافر ٹھہرائیں۔ آپ نے علمائے حرمین سے تین فاضل بزرگوں کے خطوط بھی اس میں شائع کئے جو آپ کے دعویٰ کے مصدق تھے۔ عبد الحق غزنوی اور دوسرے علماء کو دعوت مباہلہ دی۔

جنگ مقدس: اُس عظیم الشان مباحثہ کی مکمل روئداد کا نام ہے جو امرتسر میں اہل اسلام اور عیسائیوں کے مابین 22 مئی 1893 سے لیکر 5 جون 1893 تک ہوا جس میں اہل اسلام کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور عیسائیوں کی طرف سے ڈپٹی عبد اللہ آتھم مناظر تھے۔

شہادت القرآن: عطاء محمد صاحب امرتسر کے ضلع کی کچہری میں اہلمد تھے۔ اگست 1893 میں انہوں نے بذریعہ خط دریافت کیا کہ اس بات پر کیا دلیل ہے کہ آپ مسیح موعود ہیں یا کسی مسیح کا انتظار کرنا ہم کو لازم و واجب ہے۔ موصوف وفات مسیح کے قائل تھے۔ قرآن و احادیث مبارکہ کی روشنی میں آپ نے سوالات کے جواب دیئے۔

روحانی خزائن، جلد-7

تحفہ بغداد: یہ رسالہ آپ نے جولائی 1893 میں تالیف فرمایا۔ سیّد عبدالرزاق قادری بغدادی نے حیدرآباد دکن سے ایک اشتہار اور ایک خط عربی زبان میں آپ کو بھیجا جس میں آپ کے دعویٰ کو خلاف شریعت اور التبلیغ کو معارض قرآن قرار دے کر آپ کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ جاری کر دیا۔ اس کے جواب میں آپ نے اس رسالہ میں دعویٰ نبوت، وفات مسیح اور مکالمات الٰہیہ اور سلسلہ مجددین کے جاری رہنے کا ذکر فرمایا۔ ایک ہفتہ تک استخارہ کر کے اطلاع دینے کے لئے کہا۔ آخر میں دو قصیدے بھی تحریر فرمائے۔

کرامات الصادقین: یہ رسالہ آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے ایک مضمون شائع کردہ رسالہ اشاعۃ السنہ جلد 15 نمبر 1 بابت جنوری 1893 کا جواب دیتے ہوئے مارچ 1893 میں شائع فرمایا۔ اس میں چار قصیدے اور سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے۔ مقصد یہ تھا کہ محمد حسین بٹالوی اور اُن کے ہم مشرب دوسرے علماء کی عربی دانی کی حقیقت ظاہر کی جائے۔ جو شخص ان قصائد اور تفسیر کے مقابلے میں ایک ماہ کے اندر قصائد اور تفسیر لکھ کر شائع کریگا اس کیلئے حضرت مسیح موعودؑ نے ایک ہزار روپے انعام دینے کا بھی اعلان فرمایا اور اگر کوئی غلطی ان قصائد میں نکالے تو فی غلطی پانچ روپیہ انعام دینے کا اعلان بھی فرمایا۔ نہ شیخ محمد حسین بٹالوی کو مقابلہ کی جرأت ہوئی نہ کسی اور کو۔

حمامۃ البشریٰ: محمد بن احمد مکّی شعب عامر مکہ معظمہ سے ہندوستان آئے۔ پھر قادیان آ کر بیعت کی۔ واپس وطن پہنچنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں زیر تبلیغ دوستوں کیلئے عربی لٹریچر بھجوانے کی خواہش کی۔ اس پر حضور علیہ السلام نے حمامۃ البشریٰ رسالہ تصنیف فرمایا اور اس میں دعویٰ مسیحیت، وفات مسیح، نزول مسیح وغیرہ امور پر بحث فرمائی۔ مکفر علماء کے اعتراضات کے جوابات بھی تحریر فرمائے۔

روحانی خزائن، جلد-8

نور الحق حصہ اوّل: مباحثہ جنگ مقدس میں عیسائی فریق کی شکست فاش ہونے پر خفت مٹانے کے لئے پادری عماد الدین نے کتاب توزین الاقوال کے نام سے ایک اشتعال انگیز کتاب تحریر کی۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ رسالہ تحریر فرما کر مخالفین ومعترضین کے اعتراضات کے جوابات دیئے۔ بعض مولوی اور علماء جو اسلام سے ارتداد اختیار کر چکے تھے انہیں عربی میں ایسی ہی کتاب لکھنے کا چیلنج پانچ ہزار روپے کے انعام کے ساتھ دیا۔

نور الحق حصہ دوم: احادیث نبوی کے مطابق 20 مارچ 1894 کو چاند گرہن اور 6 اپریل 1894 کو سورج گرہن آپ کی تائید و تصدیق میں ظاہر ہوا۔ پیشگوئی کے پورا ہونے پر مولویوں نے حدیث کو ضعیف و مجروح قرار دیا۔ تب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس نشان کے بے نظیر ہونے کے ثبوت دیتے ہوئے علماء کے اعتراضات کے جوابات اس رسالہ میں تحریر فرمائے اور اس کیلئے جو انہی تاریخوں میں مدعی مہدی و مامور کیلئے خلق آدم سے لیکر آج تک ایسے خسوف و کسوف کا ظاہر ہونا ثابت کر دے، ایک ہزار روپے انعام دینا مقرر فرمایا اور جو یہ ثابت کرے کہ لغت اور اشعار میں پہلی رات کے چاند کو قمر کہا جاتا ہے اس کیلئے بھی ایک ہزار روپے کا انعام مقرر فرمایا۔

اتمام الحجۃ: جون 1894 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی رسل بابا امرتسری پر حجت قائم کرنے کیلئے یہ رسالہ شائع فرمایا۔ اس میں قرآن مجید، احادیث اور سلف صالحین کے اقوال سے بحث کی گئی ہے۔ 1902 میں رسل بابا امرتسری طاعون سے ہلاک ہوا۔

سر الخلافۃ: یہ رسالہ فصیح و بلیغ عربی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا۔ اس میں شیعہ سنی اختلافات پر بحث کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چاروں خلفاء کے برحق ہونے کے متعلق دلائل دیئے ہیں۔ دعا کے ذریعہ فیصلہ کرانے کی تجویز دی اور فریق مخالف پر ایک سال کے اندر دعا کا اثر ظاہر نہ ہونے کی صورت میں پانچ ہزار روپے بطور انعام دینے کا اعلان فرمایا۔

روحانی خزائن، جلد-9

انوار الاسلام: مباحثہ جنگ مقدس کے اختتام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عبد اللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی فرمائی تھی کہ وہ پندرہ ماہ کے اندر ہاویہ میں گرایا جائے گا بشرطیکہ وہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ آتھم نے رجوع کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت دی۔ اس پر عیسائیوں نے خوشی منائی۔ بعض ملاؤں نے بھی عیسائیوں کا ساتھ دیا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 5 دسمبر 1894 کو رسالہ انوار الاسلام تحریر فرمایا اور اس میں پیشگوئی کے پورا ہونے کی تفصیل دی۔ آپ نے یکے بعد دیگرے چار اشتہارات شائع فرمائے اور آتھم کے لئے چار ہزار روپے کا انعام رکھا کہ اگر وہ اس بات پر قسم کھالے کہ اس نے رجوع نہیں کیا۔

ضیاء الحق: یہ رسالہ مئی 1895 میں عبد اللہ آتھم سے متعلق پوری ہونے والی پیشگوئی کی تفصیلات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

منن الرحمٰن: اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عربی کو ام الالسنہ ثابت فرمایا ہے۔ اور اگر کوئی شخص عربی کے کمالات و فضائل کسی اور زبان سے دکھائے اس کے لئے پانچ ہزار روپے کا انعام بھی مقرر فرمایا۔

نور القرآن نمبر 1، نور القرآن نمبر 2: نور القرآن میں قرآن کریم کے روحانی کمالات کا اظہار مقصود تھا۔ پہلا نمبر بابت ماہ جون جولائی و اگست 1895ء شائع ہوا۔ دوسرا نمبر بابت ماہ ستمبر اکتوبر نومبر و دسمبر 1895ء اور جنوری فروری مارچ اپریل 1896ء میں شائع ہوا۔ نور القرآن نمبر ا میں آپؑ نے قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ تحریر فرمائے اور نور القرآن نمبر ۲ میں پادری فتح مسیح سکنہ فتح گڑھ ضلع گورداسپور کے دو خطوط کا جواب تحریر فرمایا۔

معیار المذاہب: اس رسالہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے آریہ مذہب، عیسائی مذہب اور اسلام کی خدا تعالیٰ کے متعلق تعلیم کا موازنہ کر کے بتایا ہے کہ صرف اسلام کا عقیدہ فطرت کے مطابق ہے اور اسلامی تعلیم سب مذاہب پر فائق ہے۔

روحانی خزائن، جلد-10

آریہ دھرم: اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نیوگ کی برائیوں اور بے حیائیوں کو واضح کرتے ہوئے مسئلہ طلاق اور متعہ کے متعلق آریوں کے اعتراضات کے جوابات تحریر فرمائے ہیں۔ کتاب کے آخر میں آپ نے گورنمنٹ کو صلح کاری اور امن کے متعلق تجاویز دی ہیں۔

ست بچن: کتاب ھذا کی تصنیف کے دو مقاصد حضرت مسیح موعودؑ کے پیش نظر تھے۔ پنڈت دیانند نے حضرت بابا نانک پر جو الزامات لگائے تھے انکا قلع قمع کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ حضرت بابا نانک کے اسلام سے محبت وعقیدت کے ثبوت دیئے جائیں۔ جیسے اولیاء کے مقابر پر چلہ کشی، حج بیت اللہ کی سعادت اور چولہ جس پر آیات قرآنی تحریر ہیں بطور ثبوت

پیش فرمائے۔ چولہ دیکھنے کے لئے بعد استخارہ مع 10 اصحاب آپ نے ڈیرہ بابا نانک کا سفر اختیار فرمایا اور چولہ ملاحظہ فرمایا۔ 1895 میں چولہ کے انکشاف سے ہندوؤں و سکھوں پر اسلام کی حجت قائم فرمائی ۔ دوسری طرف عیسائیوں پر مرہم عیسیٰ کے انکشاف سے اسلام کی برتری ظاہر فرمادی۔

اسلامی اصول کی فلاسفی: سوامی سادھو شوگن چندر نامی کو مذہبی کانفرنس منعقد کرنے کا خیال آیا۔ پہلی کانفرنس اجمیر میں منعقد ہونے کے بعد دوسری کانفرنس لاہور میں 26، 27، 28 دسمبر 1896ء کو منعقد کی جانی طے پائی۔ اس کانفرنس میں تمام مذاہب کو اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کی ہدایت دی گئی تا کہ سچے مذہب کے کمالات وخوبیوں سے حاضرین جلسہ واقف ہوں اور حق قبول کریں۔ کانفرنس پانچ سوالات کے جوابات اپنی اپنی مذہبی کتب سے دینے کیلئے منعقد کی گئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جلسہ کیلئے جو مضمون تحریر فرمایا جلسہ میں سنانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خوشخبری دی کہ مضمون بالا رہا۔ یہ مضمون جلسہ میں حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ نے پڑھ کر سنایا۔ لوگوں کی خواہش پر اس کیلئے ایک دن کا اضافہ انتظامیہ کی طرف سے کیا گیا تا کہ سارا مضمون سنا جا سکے۔ جلسہ کے اختتام پر صدر جلسہ اور ملک کے مشہور اخباروں نے مضمون کے بالا رہنے کا اعتراف کیا اور دادِ تحسین پیش کی۔

روحانی خزائن، جلد-11

انجام آتھم: 27 جولائی 1896ء کو بمقام فیروز پور پادری ڈپٹی عبداللہ آتھم کی وفات پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کتاب تصنیف فرمائی ۔ اس کتاب میں آتھم سے متعلق پیشگوئی پر روشنی ڈالتے ہوئے عیسائیوں، مسلمان علماء، صوفیاء اور سجادہ نشینوں کو دعوت مباہلہ دی اور ایک مکتوب بزبان عربی اہل علم وفقراء کے نام تحریر فرمایا جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نشانوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس میں اُن قرائن کو بھی واضح فرمایا ہے جن سے عبداللہ آتھم کے رجوع الی الحق کی تصدیق وتائید ہوتی ہے۔ ضمیمہ میں حدیث نبوی کے مطابق کہ مہدی کے پاس ایک کتاب میں بدری اصحاب کی تعداد کے برابر 313 اصحاب کے اسماء گرامی لکھے ہوں گے، 313 اصحاب کی فہرست دی ہے۔

روحانی خزائن، جلد-12

سراج منیر: اس کتاب میں 37 پیشگوئیوں کا ذکر ہے۔ آتھم و لیکھرام کی پیشگوئیوں کا بطور خاص مفصل ذکر ہے۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ آف چاچڑاں شریف کی خط و کتابت جس میں انہوں نے آپؑ سے عقیدت و اخلاص کا اظہار فرمایا ہے کتاب کے آخر میں درج ہے۔ عیسائیوں کے لئے ایک ہزار روپے کا انعامی اشتہار بھی شامل کتاب ہے۔

استفتاء: اس رسالہ میں آریہ قوم کے جھوٹے اتہام کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیکھرام کو سازش کر کے قتل کروایا ہے کا جواب دیا ہے۔ پنڈت لیکھرام سے متعلق پیشگوئی مفصلاً مذکور ہے تا کہ دانشمند اور صاحب رائے لوگوں کو یقین ہو جائے کہ خدا موجود ہے اور وہ قبل از وقت اپنے بندوں پر غیب کی باتیں ظاہر کرتا ہے۔

حجۃ اللہ: یہ رسالہ آپؑ نے مولوی عبدالحق غزنوی اور شیخ نجفی کو مخاطب کر کے فصیح و بلیغ عربی میں تحریر فرمایا۔ محمد حسین بٹالوی کو دعوت مقابلہ دی کہ اگر وہ تین چار ماہ میں ایسی کتاب پیش کریں تو اس سے میرا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے گا۔ بے شک وہ کسی سے بھی مدد لیں۔ آپؑ نے فرمایا: پروفیسر عبداللہ یا کوئی اور پروفیسر حلف مؤکد بعذاب اُٹھا کر مخالف کے تحریر کردہ رسالہ کو میرے تحریر کردہ رسالہ کے برابر یا اعلیٰ قرار دیں اور قسم کھانے والا 41 دن تک عذاب الٰہی میں ماخوذ نہ ہو تو میں اپنی کتابیں جلا کر ان کے ہاتھ پر توبہ کرلوں گا۔

تحفہ قیصریہ: ملکہ وکٹوریہ کی ڈائمنڈ جوبلی تقریب کے موقع پر جون 1897 میں یہ رسالہ حضور علیہ السلام نے تحریر فرمایا۔ تقریب جوبلی کی مبارک باد کے ساتھ آنحضرت ﷺ اور اسلام کی صداقت اور اسلامی تعلیم کا خلاصہ بیان کر کے ملکہ معظمہ کو اس طرف بھی توجہ دلائی کہ عیسیٰؑ لعنتی موت نہیں مرے۔ آپؑ نے اپنی صداقت میں نشان نہ دکھانے پر پھانسی دیئے جانے کی پیشکش فرمائی۔

محمود کی آمین: جب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جو بعد میں منصب خلافت پر متمکن ہوئے، نے قرآن شریف ناظرہ مکمل کیا اس خوشی کے موقع پر تقریب منعقد کی گئی۔ اس مبارک تقریب کی مناسبت سے آپ نے نظم محمود کی آمین لکھ کر چھپوائی جو تقریب میں پڑھ کر سنائی گئی۔

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب: مسٹر سراج الدین صاحب پروفیسر ایف سی لاہور نے لاہور سے چار سوال بغرض جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف بھیجے جن کے جوابات آپ نے اس رسالہ میں دیئے جو 22/جون 1897 میں شائع ہوا۔

روحانی خزائن، جلد-13

کتاب البریہ: ڈاکٹر پادری ہنری مارٹن کلارک نے دیگر پادریوں سے مل کر آپ کے خلاف سازش کر کے مقدمہ اقدام قتل کیا۔ جس کا فیصلہ ہونے پر آپ نے یہ کتاب تحریر فرمائی اس میں روئیداد مقدمہ اور عیسائی عقائد کی تردید نیز حضرت عیسیٰؑ کے حق میں سخت الفاظ استعمال کرنے کے الزام کا رد وغیرہ امور کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے اس مقدمہ میں عیسائی، آریہ اور مسلمان تینوں ناکام و نامراد رہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی باعزت بریت کے سامان مہیا فرمائے۔ اس کتاب میں آپ نے 20 ہزار روپے کا انعام اس شخص کے لئے شائع فرمایا جو کسی حدیث مرفوع متصل میں یہ دکھائے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے ہیں۔

البلاغ یا فریاد درد: ایک عیسائی احمد شاہ نے 1897 میں دلآزار کتاب امہات المومنین شائع کی۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ اس کا ایک حصہ اردو میں اور ایک حصہ عربی میں ہے۔ اور اس کی عام اشاعت دور خلافت ثانیہ میں 29 جون 1922 میں ہوئی۔

ضرورت الامام: ایک دوست کی اجتہادی غلطی پر صرف ڈیڑھ دن میں حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ رسالہ تحریر فرمایا اور اس میں واضح کیا کہ امام الزمان کون ہوتا ہے۔ اس کی علامات کیا ہیں اور اسکو دوسرے ملہموں، خواب بینوں، اور اہل کشف پر کیا فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ آخر میں مقدمہ انکم ٹیکس کی روئیداد بھی درج ہے۔

روحانی خزائن، جلد-14

نجم الہدیٰ: حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ کتاب صرف ایک دن میں بزبان عربی تحریر فرمائی ۔ اس کتاب کا انگریزی، اردو اور فارسی ترجمہ بھی ہے۔ کتاب کی غرض منکرین پر اتمام حجت اور امت کے لاپرواہ لوگوں سے اظہار ہمدردی ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام محمد واحمد کی حقیقت اور آنحضور ﷺ کے کمالات ومحاسن بھی بیان کئے گئے ہیں۔

راز حقیقت: اس رسالہ میں حضرت اقدس علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح حالات زندگی، صلیب سے زندہ اتارے جانے اور سفر کشمیر کے اختیار کرنے نیز سری نگر محلہ خانیار کشمیر میں ان کی قبر موجود ہونے پر روشنی ڈالی ہے۔ مزار کا نقشہ بھی دیا ہے۔

کشف الغطا: محمد حسین بٹالوی آپ علیہ السلام اور سلسلہ کے خلاف گورنمنٹ کو غلط معلومات فراہم کر رہے تھے۔ اس پر آپ علیہ السلام نے جماعت کے صحیح حالات اور تعلیم اور مشن کے اصولوں سے گورنمنٹ کو واقف کرانے کیلئے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ مخالفین کی غلط فہمیوں کے ازالہ اور بٹالوی صاحب کی منافقت کو ظاہر کرنے کیلئے رسالہ میں وضاحت فرمائی۔

ایام صلح: اس کتاب میں آپ نے طاعون کی پیشگوئی پر مخالفین کے اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔ نیز دعا کی حقیقت اور فرضیت پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ دُنیا کی تمام حکمتیں دعا سے ظاہر ہوئیں۔ سورہ فاتحہ کی مختصر تفسیر، اپنے دعویٰ مسیحیت ومہدویت کی صداقت کے دلائل اور شہزادہ والا گوہر کے وساوس کا جواب دیا ہے۔

حقیقت المہدی: محمد حسین صاحب بٹالوی نے انگریزی حکومت کو بدظن کرنے کے لئے بار ہا حکام بالا کے پاس جھوٹی شکایتیں لگائیں اور یہ الزام لگایا کہ آپ علیہ السلام مہدی سوڈانی سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ لہٰذا آپؑ کو تبلیغ کی آزادی نہیں ملنی چاہئے۔ آپؑ نے اس کتاب میں محمد حسین بٹالوی کے تمام الزامات وبہتانات کی تردید فرمائی اور پیشکش کی کہ دونوں فریق جہاد اور مہدی کی نسبت جو عقیدہ رکھتے ہیں لکھ کر اور چھاپ کر حکومت کی تسلی کیلئے اس کے حوالے کر دیں۔ اس کے آخر میں آپ نے اپنے عقائد لکھ کر فارسی ترجمہ کے ساتھ شائع کر دیئے۔

روحانی خزائن، جلد-15

مسیح ہندوستان میں: اس کتاب میں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فلسطین سے کشمیر کی طرف ہجرت اور کشمیر میں ہی آپ کی وفات ثابت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو میں اس غرض سے لکھتا ہوں تا واقعات صحیحہ اور نہایت کامل اور ثابت شدہ تاریخی شہادتوں اور غیر قوموں کی قدیم تحریروں سے ان غلط اور خطرناک خیالات کو دور کروں جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے اکثر فرقوں میں

حضرت مسیح علیہ السلام کی پہلی اور آخری زندگی کی نسبت پھیلے ہوئے ہیں۔

ستارہ قیصریہ: اس رسالہ میں تحفہ قیصریہ کے مضمون کا اعادہ کیا گیا ہے۔ نیز انگریزی حکومت کی مذہبی رواداری کا ذکر کر کے صلیبی عقیدہ کا رد اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ پیش فرمایا ہے۔

تریاق القلوب: اس کتاب میں ایک فارسی قصیدہ ہے اور آپ کی تائید میں ظاہر ہونے والے نشان اور تمام مذاہب کو نشان نمائی میں دعوت مقابلہ دی گئی ہے۔ اپنی جماعت کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ تجویز فرمایا ہے۔

تحفہ غزنویہ: مولوی عبدالحق غزنوی کے اشتہار کے جواب میں یہ رسالہ حضرت اقدس علیہ السلام نے تحریر فرمایا۔ میاں عبدالحق سے مباہلہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی تائیدات، ترقی جماعت، ظہور نشانات، مالی فتوحات کا ذکر کر کے عبداللہ غزنوی صاحب کے کشف کو بھی کتاب میں درج فرمایا ہے جو یہ ہے۔ ''ایک نور آسمان سے گرا اور وہ قادیان پر نازل ہوا''

روئیداد جلسہ دعا: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریک پر 2؍فروری 1902 کو عید الفطر کے روز سرکار برطانیہ کی کامیابی کے لئے دعا کے واسطے جلسہ عام ہوا۔ اس کی تفصیل اس رسالہ میں درج ہے۔

روحانی خزائن، جلد-16

خطبہ الہامیہ: 11؍اپریل 1900 کی عیدالاضحیٰ کے دن بعد نماز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فصیح و بلیغ عربی زبان میں خطبہ عید ارشاد فرمایا جو مذکورہ نام سے مشہور ہے۔ خطبہ میں قربانی کی حکمت اور فلسفہ بیان ہوا ہے۔ چار ابواب میں آپؑ نے اپنے دعویٰ کی صداقت میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش فرمائے ہیں۔ صبح کے وقت آپ کو الہام ہوا کَلَامٌ أُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَبٍّ کَرِیْمٍ۔ آپ فرماتے ہیں یہ ایک علمی معجزہ ہے جو خدا نے دکھایا اور کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتا۔ یہ خطبہ اکتوبر 1902 میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔

لجۃ النور: اسلامی ممالک میں تبلیغ کی غرض سے بصورت مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کتاب تصنیف فرمائی۔ اس میں ضرورت زمانہ کو اپنے دعویٰ کی تصدیق میں پیش فرمایا اور آپ کے ذریعہ عیسائیوں کو ملنے والی شکست کا ذکر کیا۔ یہ کتاب 1900 میں لکھے جانے کے بعد 1910 میں شائع ہوئی۔

روحانی خزائن، جلد-17

گورنمنٹ انگریزی اور جہاد: اس رسالہ میں جہاد اور اسکی فلاسفی بیان کر کے قرآن وحدیث اور تاریخ سے جہاد پر روشنی ڈالی ہے۔ نیز اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ کن وجوہات پر انگریزی حکومت سے جہاد جائز نہیں ہے۔ یہ رسالہ 22؍مئی 1900ء کو ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا۔

تحفہ گولڑویہ: حضرت اقدسؑ نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور ان کے مریدوں اور ہم خیال لوگوں پر اتمام حجت قائم کرنے کیلئے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ اپنی صداقت کے دلائل پیش کرتے ہوئے حضورؑ نے بتایا کہ یہ زمانہ ظہور مہدی کا ہے، نیز قرآن وحدیث سے ثابت فرمایا کہ آنے والا مسیح امت محمدیہ میں سے ہوگا۔ کتاب کے شروع میں حافظ محمد یوسف ضلعدار کے نام اشتہار انعامی پانچ صد روپے بھی درج ہے۔ یہ کتاب یکم ستمبر 1902ء کو ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپی۔

اربعین لاتمام الحجة علی المخالفین: 23؍جولائی 1900 کو آپؑ نے مخالفین پر اتمام حجت کیلئے چالیس اشتہار شائع کرنے کا ارادہ کیا اور چار صفحات کا ایک اشتہار بھی لکھا جو اربعین نمبر 1 کے نام سے شائع کیا اور فرمایا کہ پندرہ پندرہ دن کے بعد بشرطیکہ کوئی روک پیش نہ آجائے یہ اشتہار نکلا کرے گا جب تک چالیس اشتہار پورے نہ ہوجائیں۔ لیکن اربعین نمبر 2 و نمبر 3 و نمبر 4 چونکہ ضخیم رسالوں کی صورت میں نکالنے پڑ گئے اور حضرت اقدس علیہ السلام کا مقصد پورا ہوگیا اور آپ نے مزید اشتہار شائع نہیں فرمائے۔

روحانی خزائن، جلد-18

اعجاز المسیح: یہ کتاب سورہ فاتحہ کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ آپ نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو 70 دن کے اندر سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھنے کی دعوت دی اور پانچ صد روپے انعام رکھا۔ لیکن پیر مہر علی شاہ کو آپ کے مقابل تفسیر لکھنے کی جرأت نہ ہوئی مگر مسیح موعود علیہ السلام نے وقت کے اندر سورہ فاتحہ کی فصیح و بلیغ تفسیر لکھ کر شائع کر دی۔

ایک غلطی کا ازالہ: اس رسالہ میں نبوت و رسالت سے متعلق پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔

الهدیٰ والتبصرة لمن یریٰ: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شام اور مصر وغیرہ کے علماء کی طرف توجہ کرتے ہوئے مصر کے بعض علماء اور مدیران جرائد ومجلّات کو اعجاز المسیح کے چند نسخے ارسال فرمائے۔ ایک نسخہ آپ نے مدیر المنار کو بھی بھجوایا جس نے یہ لکھا کہ یہ کتاب غلطیوں سے پُر ہے۔ تب آپ علیہ السلام نے ایماء الٰہی سے مذکورہ بالا کتاب تصنیف فرمائی اور اس کا ایک نسخہ الشیخ محمد رضا مدیر المنار کو بھی بھجوایا۔

دافع البلاء ومعیار اھل الاصطفاء: اس رسالہ میں حضور علیہ السلام نے طاعون پھیلنے کی وجہ انکار مسیح کو قرار دیا ہے اور طاعون سے بچنے کا ذریعہ مسیح وقت پر ایمان لانا بتایا ہے۔ اس نشان کے ظاہر ہونے پر کثرت سے لوگوں نے حق وصداقت کو اختیار کیا۔ اپریل 1902ء میں یہ رسالہ شائع ہوا۔

نزول المسیح: قادیان کی حفاظت سے متعلق پیشگوئی پر ایڈیٹر پیسہ اخبار نے اعتراضات کئے جس پر حضرت اقدس علیہ السلام نے اُن اعتراضوں کے جوابات، علی حائری لاہوری شیعہ مجتہد کے دعویٰ کی تردید اور پیر مہر علی شاہ کی کتاب سیف چشتیائی کا جواب مذکورہ کتاب میں تحریر فرمایا ہے۔ علاوہ اس کے 123 پیشگوئیاں بھی درج فرمائی ہیں۔

روحانی خزائن، جلد-19

کشتی نوح: کشتی نوح کا دوسرا نام دعوۃ ایمان اور تیسرا تقویة الایمان ہے۔ 1902ء میں گورنمنٹ پنجاب نے طاعون سے بچنے کیلئے ٹیکے لگوانے کا انتظام کیا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دی کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔ طاعون سے بچانے والی مفصل تعلیم کتاب میں بیان ہوئی ہے۔

تحفۃ الندوہ: اس رسالہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اہل ندوہ کو قرآن کریم کو حکم بنانے کی دعوت دی اور حلفاً اس امر کا بھی ذکر فرمایا کہ اس زمانہ کے مامور مسیح آپؑ ہی ہیں۔

اعجاز احمدی: حضرت اقدسؑ نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کا جواب دینے کیلئے صرف پانچ دن میں یہ رسالہ تصنیف فرمایا۔ یہ ایک بڑا نشان تھا، اس لئے اس نشان کو دس ہزار روپے کے انعام کے ساتھ مولوی ثناء اللہ اور اُسکے مددگاروں کے سامنے پیش فرمایا۔

ریویو بر مباحثہ بٹالوی وچکڑالوی: نومبر 1902ء میں محمد حسین بٹالوی اور چکڑالوی کے مابین مباحثہ ہوا۔ دونوں فریق افراط وتفریط سے کام لے رہے تھے۔ آپ علیہ السلام نے مذکورہ نام سے رسالہ تحریر فرما کر اسلامی ہدایت پر قائم رہنے کیلئے قرآن کو مقدم رکھنے، سنت کے مطابق چلنے اور جو حدیث قرآن وسنت کے مخالف نہ ہو اس کو قبول کرنے کی راہنمائی فرمائی۔

مواہب الرحمٰن: حضرت اقدس علیہ السلام نے اس کتاب میں مصری جریدہ اللواء کے ایڈیٹر مصطفیٰ کمال پاشا کے اعتراض ٹیکا نہ لگانا قرآنی تعلیم کے خلاف ہے، کا جواب تحریر فرمایا۔ نیز گذشتہ تین سالوں میں ظاہر ہونے والے نشانات کا ذکر کرتے ہوئے اپنے عقائد وتعلیمات کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

نسیم دعوت: آریوں کی طرف سے گالیوں سے بھرے اشتہار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے پر حضرت اقدس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسالہ نسیم دعوت 28؍فروری 1903ء کو شائع فرمایا۔

سناتن دھرم: پنڈت رام بھجدت پریذیڈنٹ آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب لاہور نے ''نسیم دعوت'' میں مسئلہ نیوگ پڑھ کر اپنی ایک تقریر میں کہا کہ اگر وہ مجھ سے اس بارے میں گفتگو کرتے تو مَیں اُن کو نیوگ کرانے کے فوائد سے آگاہ کرتا۔ ان کی یہ بات سن کر 8؍مارچ 1903ء کو حضرت مسیح موعودؑ نے یہ رسالہ شائع فرمایا اور اس میں نیوگ کی قباحتیں اور اس کا خلاف فطرت انسانی ہونا بیان کیا۔

روحانی خزائن، جلد-20

تذکرۃ الشہادتین: اسکے دو حصّے ہیں۔ اردو حصہ میں حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب رئیس اعظم خوست افغانستان اور اُن کے شاگرد حضرت میاں عبدالرحمٰن صاحب کی شہادت کے واقعات الہام شاتان تذبحان کل من علیھافان کے مطابق درج فرمائے ہیں۔ عربی حصہ میں تین رسالے شامل ہیں۔ (1) اسلام کی اشاعت کیلئے تلوار کے بجائے دعا کی ضرورت ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام دعا سے فتح پائے گا۔ اُسکے ہتھیار دلائل ہیں۔ (2) وحی کی حقیقت اور صاحب وحی والہام کی صفات کا ذکر ہے۔ (3) مقربین بارگاہ الٰہی کی صفات بیان فرما کر حضرت اقدس نے اپنا ذوالقرنین ہونے کا دعویٰ پیش فرمایا۔

سیرت الابدال: 1903ء میں بزبان عربی یہ رسالہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ

السلام نے تحریر فرمایا اور اس میں مامورین ومصلحین کی صفات اور اخلاق عالیہ کا ذکر فرما کر یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ وہ صفات حضرت اقدس میں بتمام وکمال موجود ہیں۔

لیکچر لاہور: یہ لیکچر 3 ستمبر 1904ء کو لاہور کے عظیم الشان جلسہ میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اس میں ہندو اور عیسائی مذہب کی تعلیمات کا موازنہ پیش فرمایا۔ اسلام کے محاسن اور دیگر مذاہب کی تعلیمات میں نقائص کی نشاندہی فرمائی ہے۔

لیکچر سیالکوٹ: یہ لیکچر 2 نومبر 1904 کو سیالکوٹ کے ہندو اور مسلمانوں کے ایک کثیر مجمع میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اسلام کی حقانیت کے ثبوت پیش کئے۔ آریوں کو اُن کی بنیادی غلطیوں کی طرف توجہ دلائی اور اپنے کرشن ہونے کا اعلان فرمایا۔

لیکچر لدھیانہ: یہ لیکچر حضور نے 4 نومبر 1905 کو لدھیانہ میں دیا۔ اس شہر سے آپ پر سب سے پہلے فتویٰ کفر لگا۔ اسے اپنی صداقت کا نشان ٹھہراتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کے ساتھ رہنے اور مکفرین کے ناکام ونامراد رہنے کا ذکر فرمایا۔ اپنا عقیدہ بھی بیان فرمایا اور اسلام کے تابناک مستقبل کی نوید بھی سنائی۔

الوصیت: اس رسالہ میں حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی وفات کی خبر دینے کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت کے مطابق دو قدرتیں ظاہر ہونگی۔ پہلی قدرت نبی کا وجود ہوتا ہے اور قدرت ثانیہ کا ظہور خلافت کی صورت میں اس کی وفات کے بعد ہوتا ہے۔ اس رسالہ میں اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن کیلئے دائمی نظام، نظام وصیت جاری فرمایا۔

چشمہ مسیحی: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مارچ 1906ء میں بانس بریلی کے ایک مسلمان کی ترغیب پر عیسائیوں کی کتاب ینابیع الاسلام کا جواب اس رسالہ میں تحریر فرمایا۔ آپ نے فرمایا قرآن کتب مقدسہ کا سرقہ نہیں ہے۔ البتہ یہود علماء کے حوالوں سے ثابت کیا کہ انجیل لفظاً لفظاً طالمود سے منقول ہے۔ ایک ہندو کے نزدیک انجیل بدھ کی تعلیم کا سرقہ ہے۔ یورپ کے عیسائی انجیل کے سرقہ ہونے کا اعتراف کرتے ہیں۔ قرآن زندہ کتاب ہے اسکی فصاحت وبلاغت بے نظیر معجزہ ہے۔ قرآن کے قصے پیشگوئی کا رنگ رکھتے ہیں۔ اسکے علاوہ الوہیت مسیح اور کفارہ کا ردّ بھی اس رسالہ میں فرمایا۔

تجلیات الٰہیہ: اس رسالہ میں قہری نشانات کے نازل ہونے کی حکمت بیان فرما کر آئندہ پانچ دہشتناک زلازل کے ظہور کی پیشگوئی فرمائی۔

قادیان کے آریہ اور ہم: یہ کتاب حضرت اقدس علیہ السلام نے 1907ء میں تحریر فرمائی۔ قادیان کے آریوں نے اپنے اخبار ''شبھ چنتک'' میں اعلان کیا کہ لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل کسی نشان کے گواہ نہیں ہیں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ تمام نشان جن کے وہ گواہ تھے یا جن کا تعلق مذکورہ افراد سے تھا کتاب میں درج فرمائے۔

احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے: یہ ایک تقریر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ میں 27 دسمبر 1905ء کو فرمائی۔ اس میں آپؑ نے سلسلہ کے اغراض ومقاصد بیان فرمائے۔

روحانی خزائن، جلد-21

براہین احمدیہ حصہ پنجم: حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ پہلے حصوں کیلئے بطور شرح کے ہے۔ کتاب کے شروع میں سچے مذہب کی امتیازی خصوصیات کا ذکر کر کے معجزہ کی حقیقت وضرورت بیان فرمائی۔ باب دوم میں 25 سال قبل براہین احمدیہ میں درج پیشگوئیوں کا ذکر فرمایا جو پوری ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور آپؑ کے منجانب اللہ ہونے پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہیں اس لئے اسکا دوسرا نام نصرت الحق بھی رکھا۔ ضمیمہ میں معترضین کے اعتراضات اور رشید احمد گنگوہی کے رسالہ الخطاب الملیح فی تحقیق المهدی والمسیح کا جواب تحریر فرمایا ہے۔

روحانی خزائن، جلد-22

حقیقۃ الوحی: یہ جلد معرکتہ الآراء کتاب حقیقۃ الوحی پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں حضور علیہ السلام نے اپنا مسیح موعود ہونا دلائل بینہ سے ثابت فرمایا۔ مزید یہ بھی ثابت فرمایا کہ اسلام ہی زندہ اور سچا مذہب ہے۔ علاوہ ازیں چار ابواب قائم کر کے وحی والہام اور رؤیائے صادقہ کی حقیقت پر روشنی ڈالی۔ اس کتاب میں ہر ایک قسم کے حقائق اور معارف اور بہت سے آسمانی نشان درج فرمائے۔ یہ کتاب 20 اپریل 1907ء کو شائع ہوئی۔

روحانی خزائن، جلد-23

چشمہ معرفت: روحانی خزائن کی یہ جلد حضرت مسیح موعودؑ کی دو معرکتہ الآراء کتب ''چشمہ معرفت'' اور ''پیغام صلح'' پر مشتمل ہے۔

چشمہ معرفت: اِس کتاب کی تالیف کا باعث یہ واقعہ ہوا کہ آریہ سماج نے دسمبر 1907 میں لاہور میں ایک مذہبی جلسہ کیا۔ اِس جلسہ کے منتظمین نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے متبعین کو خاص طور پر دعوت دی کہ وہ اس جلسہ میں شریک ہوں اور اسلام کی برتری اور صداقت پر مشتمل مضمون حاضرین کو سنائیں۔ آریوں نے یہ وعدہ کیا کہ اس اجتماع میں کسی مذہب کے خلاف دلآزار رویہ اختیار نہیں کیا جائے گا۔ حضور نے اپنے متبعین کو آریوں کے وعدہ پر اعتبار کرتے ہوئے جلسہ میں شرکت کی تلقین فرمائی۔ لیکن آریوں نے حسب عادت اپنی تقریروں میں اسلام پر انتہائی ناروا حملے کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''چشمہ معرفت'' میں آریوں کے انہی اعتراضات کا جواب اور بہتانات کا ردّ فرمایا ہے اور آریوں کو سمجھانے کیلئے قرآن کریم اور وید کی تعلیمات کا موازنہ الٰہی کتاب کی صفات اور زندہ مذہب کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے اسلام کی برتری ثابت فرمائی ہے۔

پیغامِ صلح: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ مضمون اپنی وفات سے صرف دو دن قبل تحریر فرمایا تھا۔ اس مضمون میں حضور نے برعظیم کی دو بڑی قوموں ہندوؤں اور مسلمانوں میں صلح اور رواداری پیدا کرنیکی ایک دردمندانہ اپیل فرمائی ہے۔ حضور نے دونوں قوموں کی باہمی نفرت اور معاشرتی بُعد کی اصل وجہ مذہبی اختلاف کو قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ تمام مذاہب کے مسلمہ بزرگوں اور صلحاء کا احترام کیا جائے۔ حضور نے اپنے اس مضمون میں انتہائی درد کیساتھ اور خالصتاً ہمدردی کے طور پر ہندوؤں کو مسلمانوں سے محبت اور آشتی سے رہنے کی تلقین فرمائی ہے اور اہل اسلام کی طرف سے صلح کا ہاتھ بڑھایا ہے۔

......☆......☆......☆......

اُمّ الکتاب

سورہ فاتحہ کی شان میں
حضرت امام مہدی ومسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

اے دوستو جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو
سوچو دعاء فاتحہ کو پڑھ کے بار بار
کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار
دیکھو خدا نے تم کو بتائی دعا یہی
اس کے حبیب نے بھی پڑھائی دعا یہی
پڑھتے ہو پنج وقت اسی کو نماز میں
جاتے ہو اس کی رہ سے در بے نیاز میں
اس کی قسم کہ جس نے یہ سورت اُتاری ہے
اس پاک دل پہ جس کی وہ صورت پیاری ہے
یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے
یہ میرے صدق دعویٰ پہ مہر الٰہ ہے
میرے مسیح ہونے پہ یہ اِک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہد رب جلیل ہے
پھر میرے بعد اَوروں کی ہے انتظار کیا؟
توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

......☆......☆......☆......

چونکہ یہ عاجز راستی اور سچائی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس لئے تم صداقت کے نشان ہر ایک طرف سے پاؤ گے

وہ وقت دُور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیاء اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’چونکہ یہ عاجز راستی اور سچائی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس لئے تم صداقت کے نشان ہر یک طرف سے پاؤ گے۔ وہ وقت دُور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔ یہ تم قرآن شریف سے معلوم کر چکے ہو کہ خلیفۃ اللہ کے نزول کے ساتھ فرشتوں کا نازل ہونا ضروری ہے تا دلوں کو حق کی طرف پھیریں۔ سو تم اس نشان کے منتظر رہو۔ اگر فرشتوں کا نزول نہ ہوا اور اُن کے اُترنے کی نمایاں تاثیریں تم نے دنیا میں نہ دیکھیں اور حق کی طرف دلوں کی جنبش کو معمولی سے زیادہ نہ پایا تو تم نے یہ سمجھنا کہ آسمان سے کوئی نازل نہیں ہوا۔ لیکن اگر یہ سب باتیں ظہور میں آگئیں تو تم انکار سے باز آؤ تا تم خدا تعالیٰ کے نزدیک سرکش قوم نہ ٹھہرو۔‘‘

(فتح اسلام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 13، حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ غلبہ اسلام بر ادیان مختلفہ

(لئیق احمد ڈار، نظارت نشر واشاعت قادیان)

ابتدائے آفرینش سے ہی الٰہی نوشتوں اور اللہ تعالیٰ کی خاص تقدیر کے پنوں میں مذکور تھا کہ کفر اور اسلام بالفاظ دیگر حق اور باطل کی سب سے بڑی اور آخری عالمگیر جنگ مسیح موعود علیہ السلام کے عہد میں ہوگی اور مسیح موعود کے ذریعہ اسلام کو فتح عطا ہوگی۔

ہمارے نبی کریم خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیضان اب ہمیشہ کیلئے جاری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 63 سال کی عمر میں رحلت فرمائی لیکن اس سے آپؐ کا فیض بند نہیں ہوا بلکہ آپؐ کی وفات کے معاً بعد خلافت راشدہ قائم ہوئی جو 30 سال تک رہی پھر امت مسلمہ کی تجدید کیلئے اللہ تعالیٰ مجددین اور اولیاء مبعوث کرتا رہا یہاں تک کہ چودھویں صدی کے اوائل میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بروز کامل حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو ملک ہند کے صوبہ پنجاب میں ایک گمنام گاؤں قادیان میں مبعوث فرمایا جس سے غلبہ اسلام کی بنیاد ڈالی گئی۔ بزرگان دین مانتے ہیں کہ اسلام کا غلبہ مسیح موعود اور موعود اقوام عالم کے ظہور سے وابستہ ہے۔

یہ امر قدیم سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرستادے انجام کار غالب آتے ہیں اور اس کے مخالفین ناکام ونامراد ہوتے ہیں۔ یہی سلوک حضرت مسیح موعودؑ کے مخالفوں کیساتھ ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک اٹل تقدیر ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو دلائل کے میدان میں غلبہ عطا ہو چکا ہے اور عالمگیر قبولیت کے آثار نمایاں طور پر ظاہر ہو چکے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جو غلبہ دیگر مذاہب پر اسلام کو حاصل ہوا اس کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب دعوت الامیر میں ایک تفصیلی مضمون تحریر فرمایا ہے۔ خاکسار اس جگہ اس مضمون کا کچھ حصہ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''چوتھی دلیل یا یوں کہنا چاہئے کہ چوتھی قسم کے دلائل آپ کی صداقت کے ثبوت میں یہ ہیں کہ آپ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان پیشگوئی کو پورا کیا ہے جسے قرآن کریم میں مسیح موعودؑ کا خاص کام قرار دیا گیا ہے یعنی آپ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دیگر ادیان پر غالب کر کے دکھایا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (سورۃ فتح:19) خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو باقی تمام ادیان پر غالب کر کے دکھائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات زمانہ مسیح موعود میں ہوگی، کیونکہ فتنۂ دجال کے توڑنے اور یاجوج ماجوج کی ہلاکت اور مسیحیت کے مٹانے کا کام آپؐ نے مسیح کے ہی سپرد بیان فرمایا ہے اور یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ دجال یعنی مسیحیت کے یہ حامی اس وقت سب ادیان پر غالب آجائیں گے، پس ان پر غالب ہونے سے صاف ظاہر ہے کہ دیگر ادیان پر بھی اسلام کو غلبہ حاصل ہو جائے گا۔

پس معلوم ہوا کہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ سے مراد مسیح موعود کا ہی زمانہ ہے اور یہ استنباط ایسا ہے کہ قریباً تمام مسلمانوں کو اس سے اتفاق ہے۔ چنانچہ تفسیر جامع البیان کی جلد 28 میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وَذٰلِكَ عِنْدَ نُزُوْلِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ یہ غلبۂ دین، عیسیٰ بن مریم کے زمانے میں ہوگا اور قرائنِ عقلیہ بھی اسی کی تائید کرتے ہیں کیونکہ تمام ادیان کا ظہور جیسا کہ اس زمانے میں ہوا ہے، اس سے پہلے نہیں ملتا۔ آپس میں میل جول کے زیادہ ہو جانے کی وجہ سے اور پریس کی ایجاد کے سبب سے، کتب کی اشاعت میں سہولت پیدا ہو جانے کے سبب سے تمام ادیان کے پیروؤں میں ایک جوش پیدا ہو گیا ہے اور اس قدر مذاہب کی کثرت نظر آتی ہے کہ اس سے پہلے اس قدر کثرت نظر نہیں آتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو صرف چار دین ہی اسلام کے مقابلے میں آئے تھے۔ یعنی مشرکین مکہ کا دین اور نصاریٰ کا دین اور یہود اور مجوس کا دین۔ پس اس زمانے میں اس پیشگوئی کے ظہور کا ابھی وقت نہیں آیا تھا، اس کا وقت اب آیا ہے۔ کیونکہ اس وقت تمام ادیان ظاہر ہو گئے ہیں اور نو ایجاد سواریوں اور تار اور پریس وغیرہ کی ایجاد سے مذاہب کا مقابلہ بہت شدت سے شروع ہو گیا ہے۔

غرض قرآن کریم اور احادیث اور عقل صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا غلبہ ادیان باطلہ پر ظاہری طور پر مسیح موعودؑ کے زمانے میں ہی مقدر ہے اور مسیح موعودؑ کا اصل کام یہی ہے۔ اس کام کو اس کے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا اور جو شخص اس کام کو بجا لائے اس کے مسیح موعود ہونے میں کچھ شک نہیں اور واقعات سے ثابت ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب کے ہاتھوں سے پورا کر دیا ہے پس آپ ہی مسیح موعودؑ ہیں۔

حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب کے دعویٰ سے پہلے اسلام کی حالت ایسی نازک ہو چکی تھی کہ خود مسلمانوں میں سے سمجھدار اور زمانے سے آگاہ لوگ یہ پیشگوئیاں کرنے لگے تھے کہ چند دنوں میں اسلام بالکل مٹ جائے گا اور حالات اس امر کی طرف اشارہ بھی کر رہے تھے، کیونکہ مسیحیت اس سُرعت کیساتھ اسلام کو کھاتی چلی جا رہی تھی کہ ایک صدی تک اسلام کے بالکل مٹ جانے کا خطرہ تھا۔ مسلمان مسیحیوں کے مقابلے میں اسقدر زک پر زک اٹھا رہے تھے کہ نو مسلم اقوام تو الگ رہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد یعنی سادات میں سے ہزاروں اسلام کو چھوڑ کر عیسائی ہو گئے تھے اور نہ صرف عیسائی ہو گئے تھے بلکہ اسلام اور بانی اسلام کے خلاف سخت گندا لٹریچر شائع کر رہے تھے اور منبروں پر چڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس پر ایسے دلآزار اتہام لگائے جاتے تھے کہ ایک مسلمان کا کلیجہ ان کو سن کر چھلنی ہو جاتا تھا، مسلمانوں کی کمزوری اسقدر بڑھ گئی تھی کہ وہ مردہ قوم ہنود کی جس کو تبلیغ کے میدان میں کبھی بھی کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور جو ہمیشہ اپنے گھر کی حفاظت ہی کی کوشش اور وہ بھی ناکام کوشش کرتی رہی ہے اسے بھی جرأت پیدا ہو گئی اور اس میں سے بھی ایک فرقہ آریوں کا کھڑا ہو گیا جس نے اپنا مقصد مسلمانوں کو ہندو بنانا قرار دیا اور اس کے لئے عملی طور پر جدوجہد بھی شروع کر دی۔ یہ نظارہ بالکل ایسا ہی تھا جیسے ایک بے خطا نشانچی کی نعش پر گدھ جمع ہو جاتے ہیں، یا تو وہ اس کے زور بازو سے ڈر کر اس کے قریب بھی نہ پھٹکا کرتے تھے، یا اس کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھانے لگتے ہیں اور اس کی ہڈیوں پر بیٹھ کر اس کا گوشت کھاتے ہیں، بعض مسلمان مصنف تک جو اسلام کی تائید کے لئے کھڑے ہوتے تھے، بجائے اس کی تعلیم کی خوبی ثابت کرنے کے اس امر کا اقرار کرنے لگ گئے تھے کہ اسلام کے احکام زمانۂ جاہلیت کے مناسب حال تھے اس لئے موجودہ زمانے کی روشنی کے مطابق ان پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔

اس اندرونی مایوسی اور بیرونی حملے کے وقت حضرت اقدس مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی حفاظت کا کام شروع کیا اور سب سے پہلا حملہ ہی ایسا زبردست کیا کہ دشمنوں کے ہوش و حواس گم ہو گئے۔ آپ نے ایک کتاب ''براہین احمدیہ'' لکھی جس میں اسلام کی صداقت کے دلائل کو بوضاحت بیان فرمایا اور دشمنان اسلام کو چیلنج دیا کہ اگر وہ اپنے مذاہب سے پانچواں حصہ دلائل بھی نکال دینگے تو آپ ان کو دس ہزار روپیہ دیں گے۔ باوجود ناخنوں تک زور لگانے کے کوئی دشمن اس کتاب کا جواب نہ دے سکا اور ہندوستان کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک شور پڑ گیا کہ یہ کتاب اپنی آپ ہی نظیر ہے دشمن حیران رہ گئے کہ یا تو اسلام دفاع کی بھی طاقت نہ رکھتا تھا یا اس مرد میدان کے بیچ میں آکودنے کے سبب سے اس کی تلوار ادیان باطلہ کے سر پر اس زور سے پڑنے لگی ہے کہ ان کو اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے ہیں۔

اس وقت تک آپ نے مسیحیت کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور نہ لوگوں میں آپ کی مخالفت کا جوش پیدا ہوا تھا اور وہ تعصب سے خالی تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں مسلمانوں نے علی الاعلان کہنا شروع کر دیا کہ یہی شخص اس زمانہ کا مجدد ہے بلکہ لدھیانے کے ایک بزرگ نے جو اپنے زمانے کے اولیاء میں سے شمار ہوتے تھے یہاں تک لکھ دیا کہ ؎

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

اس کتاب کے بعد آپ نے اسلام کی

حفاظت اور اس کی تائید میں اس قدر کوشش کی کہ آخر دشمنان اسلام کو تسلیم کرنا پڑا کہ اسلام مُردہ نہیں بلکہ زندہ مذہب ہے اور ان کو فکر پڑ گئی کہ ہمارے مذہب، اسلام کے مقابلہ میں کیونکر ٹھہریں گے۔ اور اِس وقت اُس مذہب کی جو سب سے زیادہ اپنی کامیابی پر اترا رہا تھا اور اسلام کو اپنا شکار سمجھ رہا تھا یہ حالت ہے کہ اُس کے مبلغ حضرت اقدسؑ کے خدام سے اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح گدھے شیروں سے بھاگتے ہیں اور کسی میں یہ طاقت نہیں کہ وہ احمدی کے مقابلے پر کھڑا ہو جائے۔ آج آپ کے ذریعے سے اسلام سب مذاہب پر غالب ہو چکا ہے، کیونکہ دلائل کی تلوار ایسی کاری تلوار ہے کہ گو اس کی ضرب دیر بعد اپنا اثر دکھاتی ہے مگر اس کا اثر نہ مٹنے والا ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسیحیت گو ابھی اسی طرح دنیا کو گھیرے ہوئے ہے جس طرح پہلے تھی اور دیگر ادیان بھی اسی طرح قائم ہیں جسطرح پہلے تھے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی موت کی گھنٹی بج چکی ہے اور ان کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے۔ رسم و رواج کے اثر کے سبب سے ابھی لوگ اسلام میں اس کثرت سے داخل نہیں ہوتے جس کثرت سے داخل ہونے پر ان کی موت ظاہر بینوں کو نظر آسکتی ہے، مگر آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔

عقلمند آدمی بیج سے اندازہ لگا تا ہے۔ حضرت اقدسؑ نے ان پر ایسا وار کیا کہ اس کی زد سے وہ جانبر نہیں ہو سکتے اور جلد یا بدیر ایک مردہ ڈھیر کی طرح اسلام کے قدموں پر گریں گے وہ وار جو آپ نے غیر مذاہب پر کئے اور جن کا نتیجہ ان کی یقینی موت ہے یہ ہیں۔

مسیحی مذہب سے مقابلہ

مسیحی مذہب پر تو آپ کا یہ وار ہے کہ اس کی تمام کامیابی اس یقین پر تھی کہ حضرت مسیح صلیب پر مر کر لوگوں کے لئے کفارہ ہو گئے اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر خدا کے داہنے ہاتھ پر جا بیٹھے۔ ایک طرف ان کی موت جسے لوگوں کیلئے ظاہر کیا جاتا تھا، لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت کی لہر چلا دیتی تھی اور دوسری طرف ان کی زندگی اور آسمان پر خدا تعالیٰ کے داہنے ہاتھ پر جا بیٹھنا ان کی عظمت اور خدائی کا اقرار کر والیتا تھا۔ آپ نے ان دونوں باتوں کو انجیل ہی سے غلط ثابت کر کے دکھایا اور تاریخ سے ثابت کر دیا کہ مسیح کا صلیب پر مرنا ناممکن تھا کیونکہ صلیب پر لوگ تین تین دن تک زندہ رہتے تھے اور مسیح کو صرف بقول اناجیل تین چار گھنٹے صلیب پر رکھا گیا، بلکہ انجیل میں ہے کہ جب ان کو صلیب سے اتارا گیا تو ان کے جسم میں نیزہ چبھونے سے جسم سے زندہ خون نکلا (یوحنا ۱۹: ۳۱ تا ۳۴) اور مردے کے جسم سے زندہ خون نہیں نکلا کرتا، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ ثابت کیا کہ حضرت مسیح نے پیشگوئی کی تھی جو اب تک اناجیل میں موجود ہے کہ آپ زندہ صلیب سے اتر آئیں گے۔ آپ نے فرمایا تھا، اس زمانے کے لوگوں کو یونس نبی کا سا معجزہ دکھایا جائے گا۔ جس طرح وہ تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں رہا اسی طرح ابن آدم تین دن رات قبر میں رہے گا۔ (متی 12: 39و40) اور یہ بات متفقہ طور پر تسلیم کی جاتی ہے کہ یونس نبی زندہ ہی مچھلی کے پیٹ میں داخل ہوا اور زندہ ہی اس سے باہر آیا۔ پس اسی طرح مسیح علیہ السلام بھی زندہ ہی قبر میں اتارے گئے اور زندہ ہی اس میں سے نکالے گئے۔ چونکہ تمام دلائل کی بنیاد اناجیل پر ہی تھی اس حربہ کا جواب مسیحی کچھ نہ دے سکتے تھے اور نہ اب دے سکتے ہیں۔ پس کفارہ اور مسیح کے دوسروں کی خاطر صلیب پر مارے جانے کا عقیدہ جو مسیحیت کی طرف لوگوں کو کھینچ کر لا رہا تھا بالکل باطل ہو گیا اور اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔

دوسری ٹانگ مسیحیت کے بُت کی حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر جانے اور خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھ جانے کی تھی۔ یہ ٹانگ بھی آپ نے انجیلی دلائل سے ہی توڑ دی۔ کیونکہ آپ نے انجیل سے ہی ثابت کر دکھایا کہ مسیح علیہ السلام صلیب کے واقعہ کے بعد آسمان پر نہیں گئے بلکہ ایران، افغانستان اور ہندوستان کی طرف چلے گئے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے کہا کہ میں بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کو اکٹھا کرنے آیا ہوں (میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانے کی نہیں مجھے ان کا بھی لانا ضرور ہے) (یوحنا 16:10) اور تواریخ سے ثابت ہے کہ بابل کے بادشاہ بخت نصر نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے دس کو قید کر کے افغانستان کی طرف جلا وطن کر دیا تھا۔ پس حضرت مسیحؑ کے اس قول کے مطابق ان کا افغانستان اور کشمیر کی طرف آنا ضروری تھا، تا کہ وہ ان گمشدہ بھیڑوں کو خدا کا کلام پہنچا دیں۔ اگر وہ ادھر نہ آتے تو اپنے اقرار کے مطابق ان کی بعثت لغو اور عبث ہو جاتی۔

آپ نے انجیلی شہادت کے علاوہ تاریخی اور جغرافیائی شہادت سے بھی اس دعویٰ کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا، چنانچہ پرانی مسیحی تاریخوں سے ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح کے حواری ہندوستان کی طرف آیا کرتے تھے اور یہ کہ تبت میں ایک کتاب بالکل انجیل کی تعلیم کے مشابہ موجود ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس میں عیسیٰ کی زندگی کے حالات ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ مسیح علیہ السلام ان علاقوں کی طرف ضرور آئے تھے۔ اسی طرح آپ نے ثابت کیا کہ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے اور افغانستان اور کشمیر کے آثار اور شہروں کے نام اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ ان ممالک میں یہودی لا کر بسائے گئے تھے، چنانچہ کشیر کے معنی جو کہ اصل میں کشمیر ہے (جیسا کہ اصل باشندوں کی زبان سے معلوم ہوتا ہے) شام کے ملک کی مانند کے ہیں۔ ک کے معنی مثل کے ہیں اور شِیر شام کا نام ہے۔ اسی طرح کابل اور بہت سے دوسرے افغانی شہروں کے نام شام کے شہروں کے ناموں سے ملتے ہیں اور افغانستان اور کشمیر کے باشندوں کے چہروں کی ہڈیوں کی بناوٹ بھی بنی اسرائیل کے چہروں کی بناوٹ سے ملتی ہے مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے تاریخ سے مسیح کی قبر کا بھی پتا نکال لیا جو کہ کشمیر کے شہر سرینگر کے محلہ خانیار میں واقع ہے۔ کشمیر کی پرانی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک نبی کی قبر ہے جسے شہزادہ نبی کہتے تھے اور جو مغرب کی طرف سے انیس سو سال ہوئے آیا تھا اور کشمیر کے پرانے لوگ اسے عیسیٰ صاحب کی قبر کہتے ہیں۔

غرض متفرق واسطوں سے پہنچنے والی روایات کے ذریعے سے آپ نے ثابت کر دیا کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو کر کشمیر میں دفن ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ان کے حق میں پورا ہو چکا ہے کہ وَاٰوَیْنٰهُمَاۤ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ (مومنون: 51) اور ہم نے مسیحؑ اور اس کی ماں کو ایک ایسے مقام پر جگہ دی جو اونچی جگہ ہے اور پھر ہے بھی میدان میں اور اس میں چشمے بھی بہت سے پھوٹتے ہیں اور یہ تعریف کشمیر پر بالکل صادق آتی ہے۔

غرض مسیحؑ کی زندگی کے حالات ان کی موت تک ثابت کر کے اور ان کی قبر تک کا نشان نکال کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح کی خدائی پر ایسا زبردست حملہ کیا ہے کہ مسیح کی خدائی کا عقیدہ ہمیشہ کیلئے ایک مردہ عقیدہ بن گیا ہے اور اب کبھی بھی مسیحیت دوبارہ سر نہیں اٹھا سکتی۔

سب مذاہب کیلئے ایک ہی ہتھیار

چونکہ مسیحی مذہب کیا بلحاظ سیاسی فوقیت اور کیا بلحاظ وسعت اور کیا بلحاظ اپنی تبلیغی کوششوں کے اور کیا بلحاظ علمی ترقی کے اس زمانے میں دوسرے تمام ادیان پر ایک فوقیت رکھتا تھا، اس وجہ سے اس کیلئے تو اللہ تعالیٰ نے آپکو خاص ہتھیار عطا فرمائے، مگر باقی تمام مذاہب کے لئے ایک ہی ایسا ہتھیار دیا جس کی زد سے کوئی مذہب بچ نہیں سکتا اور ہر مذہب کے پیرو اسلام کا شکار ہو گئے ہیں وہ ہتھیار یہ ہے کہ ہر مذہب کے پہلے بزرگوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آخری ایام دنیا میں ایک مصلح کی خبر دے رکھی تھی اور اس خبر کی وجہ سے سب مذاہب ایک نبی یا اوتار یا جو نام بھی اس کا انہوں نے رکھا تھا اس کے منتظر تھے اور اپنی تمام ترقیات کو اس سے وابستہ سمجھتے تھے، ہندوؤں میں بھی ایسی پیشگوئیاں تھیں اور زرتشتیوں میں بھی تھیں اور دیگر چھوٹے بڑے ادیان کے پیروؤں میں بھی تھیں اور ان سب پیشگوئیوں میں آنے والے موعود کا زمانہ بھی بتایا گیا تھا، یعنی چند علامات اس کے زمانے کی بطور شناخت بتا دی گئی تھیں، اللہ تعالیٰ نے مسیحؑ موعودؑ پر یہ کھول دیا کہ یہ جس قدر پیشگوئیاں ہیں اور ان میں جو علامات بتائی گئی ہیں سب ملتی جلتی ہیں اور اگر بعض پیشگوئیوں میں بعض دوسریوں سے زائد علامات بھی بتائی گئی ہیں تو وہ اسی زمانے کی طرف اشارہ کر رہی ہیں جس طرف کہ باقی علامات۔ پس یہ تمام نبی یا اوتار ایک ہی زمانے میں آنے والے ہیں۔

اب اِدھر تو ان پیشگوئیوں کا ہزاروں سالوں کے بعد اس زمانے میں آ کر پورا ہو جانا بتاتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھیں، انسان یا شیطان کی طرف سے نہ تھیں کیونکہ آیت فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (جن: 27، 28) اس کا فیصلہ کر رہی ہے اور دوسری طرف یہ بات بالکل خلاف عقل ہے کہ ایک ہی زمانے میں ہر قوم اور ملت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول یا نبی یا اوتار کھڑے کئے جاویں جن کا یہ کام ہو کہ وہ اس قوم کو دوسری اقوام پر غالب کریں

گویا خدا کے نبی ایک دوسرے کا مقابلہ کریں اور پھر یہ بھی ناممکن ہے کہ ایک ہی وقت میں ہر قوم دوسری اقوام پر غالب آجائے۔ پس ایک طرف ان پیشگوئیوں کا سچا ہو کر ثابت ہونا کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور دوسری طرف انکا مختلف وجودوں پر پورا ہو کر باعثِ فساد بلکہ خلاف عقل ہونا اس بات پر شاہد ہے کہ درحقیقت ان تمام پیشگوئیوں میں ایک ہی وجود کی خبر دی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ کا منشا یہ تھا کہ پہلے اقوام عالم میں ایک وجود کا انتظار کرائے اور جب وہ آجائے تو اس کے منہ سے اسلام کی صداقت کی شہادت دلا کر ان ادیان کے پیروؤں کو اسلام میں داخل کرے اور اسلام کو ان ادیان پر غالب کرے۔ پس مہدی کوئی نہ تھا مگر مسیح اور کرشن کوئی نہ تھا مگر مسیح، زرتشتیوں کا مسیو دربہی کوئی نہ تھا مگر وہی جو کرشن، مہدی اور مسیح تھا اور اسی طرح دوسری اقوام کے موعود درحقیقت ایک ہی شخص تھے اور غرض مختلف ناموں کے ذریعے سے پیشگوئی کرنے کی یہ تھی کہ اپنے نبیوں سے اس کی خبر سن کر اور اپنی زبان میں اس کا نام دیکھ کر وہ اسے اپنا سمجھیں غیر خیال نہ کریں، حتی کہ وہ زمانہ آجائے کہ جب وہ موعود ظاہر ہو اور اس کے وقت میں سب پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھ کر ان کی صداقت کا اقرار کرنا پڑے اور اس کی شہادت پر وہ اسلام کو قبول کریں۔

اس پُر حکمت عمل کی مثال بالکل یہ ہے کہ کوئی شخص بہت سی اقوام کو لڑتا دیکھ کر ان سے خواہش کرے کہ وہ ثالثوں کے ذریعے سے فیصلہ کر لیں اور جب وہ اپنے اپنے ثالث مقرر کر چکیں تو معلوم ہو کہ وہ ایک ہی شخص کے مختلف نام ہیں اور اس کے فیصلے پر سب کی صلح ہو جائے۔

غرض یہ ثابت کر کے کہ مختلف مذاہب میں جو آخری زمانے کے موعود کے متعلق پیشگوئیاں ہیں وہ اس زمانے میں پوری ہو چکی ہیں اور پھر یہ ثابت کر کے ایک ہی وقت میں کئی موعود جن کی غرض یہ ہو کہ سب دنیا میں صداقت کو پھیلائیں اور اپنی قوم کو غالب کریں ناممکن ہے۔ آپ نے ثابت کر دیا کہ درحقیقت سب مذاہب مختلف ناموں کے ساتھ ایک ہی موعود کو یاد کر رہے تھے اور وہ موعود آپ ہیں اور چونکہ نبی کسی قوم کا نہیں ہوتا جو خدا کے لئے اس کے ساتھ ہو وہ اس کا ہوتا ہے اس لئے وہ گویا ہر مذہب کے پیروؤں کے اپنے ہی آدمی ہیں اور آپ کے ماننے سے ان کی تمام ترقیات وابستہ ہیں اور آپ کو ماننے کے یہ معنے ہیں کہ اسلام میں داخل ہوں یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ پیشگوئی پوری ہو جائے کہ مسیح موعود اس لئے نازل ہوگا تا لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ دین اسلام کو سب دینوں پر غالب کرے۔

یہ حربہ ایسا کاری ہے کہ کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، ہر مذہب میں آخری مصلح کی پیشگوئی موجود ہے اور جو علامات بتائی گئی ہیں وہ اس زمانے میں پوری ہو چکی ہیں لیکن مدعی سوا آپ کے اور کوئی کھڑا نہیں ہوا۔ پس یا تو اپنے مذاہب کو لوگ جھوٹا سمجھیں یا مجبور ہو کر تسلیم کریں کہ یہ اسلام کا موعود ہی ان کتابوں کا موعود تھا اور اس پر ایمان لائیں۔ ان دو صورتوں کے سوا اور کوئی تیسری صورت مذاہب عالم کے پیروؤں کیلئے کھلی نہیں اور ان دونوں صورتوں میں اسلام کو غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر دیگر ادیان کے پیرو اپنے مذاہب کو جھوٹا سمجھ کر چھوڑ بیٹھیں تب بھی اسلام غالب رہا اور اگر وہ ان مذاہب کو سچا کرنے کے لئے ان کی پیشگوئی کے مطابق اس زمانے کے مصلح کو قبول کر لیں تب بھی اسلام غالب رہا۔

یہ وہ حملہ ہے کہ جوں جوں مذاہب غیر کے پیروؤں پر اس حملے کا اثر ہوگا وہ اسلام کے قبول کرنے پر مجبور ہوں گے اور آخر اسلام ہی اسلام دنیا میں نظر آنے لگے گا۔ مسیح موعود نے سنت انبیاء کے ماتحت بیج بو دیا ہے۔ درخت اپنے وقت پر نکل کر پھل دے گا اور دنیا اس کے پھلوں کی شیرینی کی گرویدہ اور اس کے سائے کی ٹھنڈک کی قائل ہو کر مجبور ہوگی کہ اسی کے نیچے آکر بیٹھے۔

(دعوۃ الامیر، انوار العلوم، صفحہ 431 تا 439)

......☆......☆......☆......

قُرآن شریف کی محبت میں
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اُس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اُس پہ آساں ہے

ارے لوگو! کرو کچھ پاس شان کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے

اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذات واحد کا
تو پھر کیوں اسقدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو! نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل وجاں اُس پہ قرباں ہے

❁❁❁

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسلام ایسے بدیہی طور پر سچا ہے
میں اُس کے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں
اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اُس پر ختم ہیں اور اُس کی شریعت خاتم الشرائع ہے

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسلام ایسے بدیہی طور پر سچا ہے کہ اگر تمام کفار رُوئے زمین دعا کرنے کے لئے ایک طرف کھڑے ہوں اور ایک طرف صرف میں اکیلا اپنے خدا کی جناب میں کسی امر کے لئے رجوع کروں تو خدا میری ہی تائید کرے گا مگر نہ اس لئے کہ سب سے میں ہی بہتر ہوں بلکہ اس لئے کہ میں اُس کے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اُس پر ختم ہیں اور اُس کی شریعت خاتم الشرائع ہے مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اُس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اُس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اُس کا ظل ہے اور اُسی کے ذریعہ سے ہے اور اُسی کا مظہر ہے اور اُسی سے فیضیاب ہے۔ خدا اُس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا بلکہ آپ کچھ بننا چاہتا ہے۔‘‘ (چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 339)

جلسہ اعظم مذاہب لاہور اور مختلف مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی عظیم الشان فتح

(شیخ محمد زکریا، نظارت نشر و اشاعت قادیان)

قارئین کرام ہمارے پیارے آقاو مطاع فخر موجودات سرورکونین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وجود باجود سے تکمیل شریعت ہوئی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدۃ: 4) یعنی آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر میں نے اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور میں نے اسلام کو تمہارے لئے دین کے طور پر پسند کر لیا ہے۔

محبت سے گھائل کیا آپ نے
دلائل سے قائل کیا آپ نے
جہالت کو زائل کیا آپ نے
شریعت کو کامل کیا آپ نے
بیاں کر دیئے سب حلال وحرام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

(بخار دل)

آنحضرت ﷺ کے ذریعہ تکمیل شریعت ہوئی اور تکمیل اشاعت شریعت اور دین اسلام کی فتح اور غلبہ کی خبر دیتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (الصّف: 10) یعنی وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیتاً غالب کر دے خواہ مشرک برا منائیں۔

اسی طرح فرماتا ہے کہ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (الفتح: 29) یعنی وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیتاً غالب کر دے اور گواہ کے طور پر اللہ بہت کافی ہے

واضح ہو کہ مفسرین قرآن اس بات پر متفق ہیں کہ مندرجہ بالا آیات میں اسلام کے جس غلبہ کی خبر دی گئی ہے وہ غلبہ حضرت امام مہدیؑ کے ذریعہ مقدر ہے۔

(تفسیر مجمع البیان فی تفسیر القرآن، جلد 5 صفحہ 24، از علامہ طبری)

چنانچہ اس آخری زمانہ میں قرآن و حدیث کی پیشگوئیوں کے عین مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر امام مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا آپ فرماتے ہیں: مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افتراء کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جسکی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے۔ اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اُسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔

(ایک غلطی کا ازالہ، ر۔خ، جلد 18 صفحہ 210)

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن و احادیث کی پیشگوئیوں کے عین مطابق یحی الدین و یقیم الشریعۃ کے تحت کثرت سے مناظرات مباحثات، مباہلات ،معجزات ،تصنیفات، کے ذریعہ ادیان باطلہ پر اسلام کے غلبہ کی داغ بیل ڈالی اور اسلام کی عظیم الشان فتح اور غلبہ کی ابتداء فرمائی۔ لہٰذا جلسہ پیشوایان مذاہب انہی بے شمار ذرائع میں سے ایک اعلیٰ ذریعہ ہے۔ اس جلسہ کے ذریعہ دنیا کے ایک مشترکہ مذہبی پلیٹ فارم پر اسلام کو اور اسلام کے کامیاب نمائندہ ہونے کی حیثیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسی شاندار فتح نصیب ہوئی کہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گی۔

جلسہ کا پس منظر

اس جلسہ کا پس منظر کچھ اس طرح سے ہے کہ اس جلسہ کی بنیاد ایک ہندو شخص سوامی سادھو شوگن چندر نامی نے ڈالی ۔جنہیں بچپن سے ہی مذہب کی طرف میلان تھا۔ ابتدائی عمر میں کچھ عرصہ ملازمت اختیار کی مگر پھر سادھو بن گئے اور گجرات کے ایک فقیر سے ان کا تعلق ہو گیا جسکے حکم پر وہ تین چار سال تک ہندوؤں کی کائستھ قوم کی اصلاح و خدمت کا کام کرتے رہے۔ آخر 1892ء میں دفعۃً انہیں خیال آیا کہ جب تک سب لوگ اکٹھے نہ ہوں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ آخر انہیں ایک مذہبی کانفرنس کے انعقاد کی تجویز سوجھی۔ چنانچہ اس نوعیت کا پہلا جلسہ اجمیر میں ہوا۔ اسکے بعد وہ 1896ء میں دوسری کانفرنس کیلئے لاہور کی فضا کو موزوں سمجھ کر اس کی تیاری میں لگ گئے۔

(رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب، صفحہ 253-254، مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور 1897ء)

کانفرنس کیلئے انتظامات

سوامی صاحب نے اسے عملی جامہ پہنانے اور جلسہ کے وسیع پیمانے پر انتظامات کرنے کیلئے ایک کمیٹی بنائی جسکے پریذیڈنٹ ماسٹر دُرگا پرشاد اور چیف سیکرٹری ہائیکورٹ لاہور کے ایک ہندو پلیڈر لالہ دھنپت رائے بی۔اے۔ایل ایل بی تھے کمیٹی نے جلسہ کیلئے مندرجہ ذیل پانچ سوالات تجویز کئے۔

(1) انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتیں۔ (2) انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ۔ (3) دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح پوری ہو سکتی ہے؟ (4) کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے؟ (5) علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں؟

(رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب، صفحہ 253-254، مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور 1897ء)

کانفرنس کے لئے 26، 27، 28 دسمبر 1896ء کی تاریخیں قرار پائیں اور جلسہ گاہ کیلئے انجمن حمایت اسلام لاہور کے ہائی اسکول کا احاطہ (متصل مسجد مولوی احمد علی شیرانوالہ دروازہ) حاصل کیا گیا۔

(تبلیغ رسالت، جلد پنجم، صفحہ 77)

جلسہ کی کارروائی کے لئے مندرجہ ذیل چھ موڈریٹر صاحبان نامزد کئے گئے

(1) رائے بہادر بابو پرتول چند صاحب جج چیف کورٹ پنجاب۔ (2) خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج سال کاز کورٹ لاہور (3) رائے بہادر پنڈت رادھا کرشن صاحب کول پلیڈر چیف کورٹ سابق گورنر جموں (4) حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب طبیب شاہی (5) رائے بوانی داس صاحب ایم۔اے اکسٹرا اسسٹنٹ آفیسر جموں (6) جناب سردار جواہر سنگھ صاحب سیکرٹری خالصہ کمیٹی لاہور

(رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب، صفحہ ب)

کانفرنس کا اشتہار

سوامی شوگن چندر صاحب نے کمیٹی کی طرف سے جلسہ کا اشتہار دیتے ہوئے مسلمانوں عیسائیوں اور آریہ صاحبان کو قسم دی کہ ان کے نامی علماء ضرور اس جلسہ میں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان فرمائیں چنانچہ انہوں نے لکھا کہ:

''اس وقت یہ بندہ کل صاحبان مذہب کی خدمت میں جو اپنے اپنے مذہب کے اعلیٰ درجے کے واعظ اور بنی نوع کی ہمدردی کے لئے سرگرم ہیں ادب و انکسار سے گزارش کرتا ہے کہ جلسہ اعظم مذاہب کا بمقام لاہور ٹاؤن ہال قرار پایا ہے۔ جس کی تاریخیں ۲۶-۲۷-۲۸-دسمبر ۱۸۹۶ء مقرر ہو چکی ہیں۔ اس جلسہ کے اغراض یہی ہیں کہ سچے مذہب کے کمالات اور خوبیاں ایک مجمع مہذبین میں ظاہر ہو کر اس کی محبت دلوں میں بیٹھ جائے اور اس کے دلائل اور براہین کو لوگ بخوبی سمجھ لیں اور اس طرح پر ہر ایک مذہب کے بزرگ واعظ کو موقع ملے کہ وہ اپنے مذہب کی سچائیاں دوسروں کے دلوں میں بٹھا دے اور سننے والے کو بھی ایک مبارک موقع حاصل ہو کہ وہ ان سب بزرگوں کے مجمع میں ہر ایک تقریر کا دوسرے کی تقریر کے ساتھ موازنہ کریں اور جہاں حق کی چمک پاویں اس کو قبول کر لیں۔ اور پھر یہ سب تقریریں ایک مجموعہ میں چھپ کر پبلک کے فائدہ کے لئے اردو اور انگریزی میں شائع کر دی جائیں۔ اس بات کو کون نہیں جانتا کہ آج کل مذاہب کے جھگڑوں سے دلوں میں بہت کچھ ابال اٹھا ہوا ہے اور ہر ایک طالب حق سچے مذہب کی تلاش میں ہے اور ہر ایک دل اس بات کا خواہشمند ہے کہ جس مذہب میں درحقیقت سچائی ہے وہ مذہب معلوم ہو جاوے۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ کیوں کر معلوم ہو اس سوال کے جواب میں جہاں تک فکر کام کر سکتا ہے یہی احسن طریق معلوم ہوتا ہے کہ تمام بزرگان مذہب جو وعظ و نصیحت اپنا شیوہ رکھتے ہیں ایک مقام میں جمع ہوں اور اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں سوالات مشتہرہ کی پابندی سے بیان فرمائیں۔ پس اس مجمع اکابر مذہب میں جو مذہب سچے پرمیشور کی طرف سے ہوگا ضرور وہ اپنی نمایاں چمک دکھلائے گا۔ اسی غرض سے اس جلسہ کی تجویز ہوئی ہے اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو کسی مذہب کو اس پر اعتراض ہو۔ سراسر بے تعصب اصول پر مبنی ہے۔ لہٰذا یہ خاکسار ہر ایک بزرگ

واعظ مذہب کی خدمت میں بانکسار عرض کرتا ہے کہ میرے اس ارادہ میں مجھ کو مدد دیں اور مہربانی فرما کر اپنے مذہب کے جوہر دکھلانے کے لئے تاریخ مقررہ پر تشریف لاویں۔ میں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ خلاف تہذیب اور برخلاف شرائط مشتہرہ کے کوئی امر ظہور میں نہیں آئے گا۔ اور صلحکاری اور محبت کے ساتھ یہ جلسہ ہوگا اور ہر ایک قوم کے بزرگ واعظ خوب جانتے ہیں کہ اپنے مذہب کی سچائی ظاہر کرنا ان پر فرض ہے پس جس حالت میں اس غرض کے لئے یہ جلسہ انعقاد پایا ہے کہ سچائیاں ظاہر ہوں تو خدا نے ان کو اس غرض کے ادا کرنے کا اب خوب موقع دیا ہے جو ہمیشہ انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا میرا دل اس بات کو قبول نہیں کرسکتا کہ اگر ایک شخص سچا جوش اپنے مذہب کے لئے رکھتا ہو اور فی الواقع اس بات میں ہمدردی انسانوں کی دیکھتا ہو کہ ان کو اپنے مذہب کی طرف کھینچے تو پھر وہ ایسی نیک تقریب میں کہ جب کہ صدہا مہذب اور تعلیم یافتہ لوگ ایک عالم خاموشی میں بیٹھ کر اس کے مذہب کی خوبیاں سننے کے لئے تیار ہوں گے ایسے مبارک وقت کو وہ ہاتھ سے دے دے اور ذرا اس کو اپنے فرض کا خیال نہ آوے اس وقت میں کیوں کر کوئی عذر قبول کروں کیا میں قبول کر سکتا ہوں کہ جو شخص دوسرے کو ایک مہلک بیماری میں خیال کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اس کی سلامتی میری دوا میں ہے اور بنی نوع کی ہمدردی کا دعویٰ بھی کرتا ہے وہ ایسے موقع میں جو غریب بیمار اس کو علاج کے لئے بتلاتے ہیں وہ پہلو تہی کرے میرا دل اس بات کے لئے تڑپ رہا ہے کہ یہ فیصلہ ہو جائے کہ کون سا مذہب درحقیقت سچائیوں اور صداقتوں سے بھرا ہوا ہے اور میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ میں اپنے اس سچے جوش کو بیان کر سکوں۔ میرا قوموں کے بزرگ واعظوں اور جلیل الشان حامیوں پر کوئی حکم نہیں ان کی خدمت میں سچائی ظاہر کرنے کے لئے ایک عاجزانہ التماس ہے۔ میں اس وقت مسلمانوں کے معزز علماء کی خدمت میں ان کے خدا کی قسم دے کر بادب التماس کرتا ہوں کہ اگر وہ اپنا مذہب منجانب اللہ جانتے ہیں تو اس موقع پر اپنے اس نبی کی عزت کے لئے جس کے فداشدہ اپنے تئیں خیال کرتے ہیں اس جلسہ میں حاضر ہوں۔ اسی طرح بخدمت پادری صاحبان نہایت ادب اور التماس سے میری التماس ہے کہ اگر وہ اپنے مذہب کو فی الواقع سچا اور انسانوں کی نجات کا ذریعہ خیال کرتے ہیں تو اس موقع پر ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا بزرگ ان میں سے اپنے مذہب کی خوبیاں سنانے کے لئے جلسہ میں تشریف لاویں۔ میں نے جیسا کہ مسلمانوں کو قسم دی ہے ایسا ہی بزرگ پادری صاحبوں کو حضرت مسیح کی قسم دیتا ہوں اور انکی محبت اور عزت اور بزرگی کا واسطہ ڈال کر خاکساری کے ساتھ عرض پرداز ہوں کہ اگر کسی اور نیت کے لئے نہیں تو اس قسم کی عزت کے لئے ضرور اس جلسہ میں ایک اعلیٰ بزرگ ان میں سے اپنے مذہب کی خوبیاں سننے کے لئے ضرور تشریف لاویں۔ ایسا ہی اپنے بھائیوں آریہ سماج والوں کی خدمت میں اس پرمیشر کی قسم دے کر عاجزانہ عرض کرتا ہوں کہ اس جلسہ میں ضرور کوئی اعلیٰ واعظ ان کا تشریف لا کر وید مقدس کی خوبیاں بیان کرے اور ایسا ہی صاحبان سناتن دھرم اور برہمو صاحبوں وغیرہ کی خدمت میں اس قسم کی التماس ہے۔ پبلک کو اس اشتہار کے بعد ایک یہ فائدہ بھی حاصل ہوگا کہ ان تمام قوموں میں کسی قوم کو درحقیقت اپنے خدا کی عزت اور قسم کا پاس ہے اور اگر اس کے بعد بعض صاحبوں نے پہلو تہی کی تو بلاشبہ انکا پہلو تہی کرنا گویا اپنے مذہب کی سچائی سے انکار کرنا ہے۔'' المشتہر۔ شوگن المعروف سوامی شوگن چندر دھرم مہوتسوا و پدیشک لاہور''

(بحوالہ الفضل 5/جولائی 1952، صفحہ 5 تا 7)

نمائندگانِ مذاہب

اس اشتہار پر مندرجہ ذیل 17 نمائندگانِ مذاہب نے دعوت قبول فرمائی۔

1-حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام
(نمائندہ اسلام)

2-مولوی محمد حسین بٹالوی (نمائندہ اسلام)

3-مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری
(نمائندہ اسلام)

4-مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی
(نمائندہ اسلام)

5-مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب
(نمائندہ اسلام)

6-ایشری پرشاد صاحب
(نمائندہ سناتن دھرم)

7- پنڈت گوپی ناتھ صاحب سیکرٹری سناتن دھرم سبھا لاہور (نمائندہ سناتن دھرم)

8-پنڈت بھانو دت صاحب ممتحن پنجاب یونیورسیٹی (نمائندہ سناتن دھرم)

9-رائے بروہ کنٹھ صاحب پلیڈر وزیر ریاست فرید کوٹ
(نمائندہ تھیوسافیکل سوسائٹی)

10-بابو بیجارام چٹرجی صاحب سکھر
(نمائندہ آریہ سماج)

11-ماسٹر درگا پرشاد صاحب
(نمائندہ آریہ سماج)

12-پنڈت گوردھن داس صاحب
(نمائندہ فری تھنکر)

13-سردار جواہر سنگھ صاحب-ایم-اے
(نمائندہ سکھ مذہب)

14-ماسٹر رام جی داس صاحب
(نمائندہ ہارمونیکل سوسائٹی)

15-لالہ کانشی رام صاحب سیکرٹری برہمو سماج لاہور (نمائندہ برہمو سماج)

16-مسٹر جے ماریسن صاحب بہادر جرنلسٹ لاہور (نمائندہ عیسائیت)

17-مسٹر رو صاحب بہادر سابق ہیڈ ماسٹر اپچی سن ہائی اسکول لاہور (نمائندہ عیسائیت)

(تاریخ احمدیت، جلد اول، صفحہ 558)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانب سے اپنے مضمون کے بالا رہنے کی قبل از وقت پیشگوئی

سوامی شوگن چندر صاحب جلسے کا اشتہار دینے سے قبل قادیان بھی آئے تھے اور حضرت اقدس سے عرض کیا کہ میں ایک مذہبی جلسہ کرنا چاہتا ہوں آپ بھی اپنے مذہب کی خوبیوں سے متعلق کچھ مضمون لکھیں تا اس جلسہ میں پڑھا جائے۔ حضرت اقدس نے اپنی بیماری کے باعث عذر کیا لیکن انہوں نے اصرار کیا کہ آپ ضرور لکھیں۔ چونکہ آپ یقین رکھتے تھے کہ آپ بغیر خدا کے بلائے بول نہیں سکتے اس لئے آپ نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ آپ کو ایسے مضمون کا القا کرے جو اس مجمع کی تمام تقریروں پر غالب رہے آپ نے دعا کے بعد لکھا کہ ایک قوت آپ کے اندر پھونک دی گئی اور آپ نے آسمانی قوت کی ایک زبردست جنبش اپنے اندر محسوس کی۔ آپ کو ان دنوں اسہال کا عارضہ تھا آپ نے ناسازی طبع کے باعث لیٹے لیٹے ہی قلم برداشتہ مضمون لکھنا شروع کردیا۔ آپ ایسی تیزی اور جلدی سے لکھتے تھے کہ نقل کرنے والوں کے لئے مشکل ہوگیا کہ اس قدر جلدی سے اس کی نقل کرسکیں۔ جب حضور مضمون لکھ چکے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ مضمون بالا رہا۔

یہ الٰہی خوشخبری پاتے ہی آپ نے 21 دسمبر 1896ء کو ایک اشتہار لکھا جس کا عنوان تھا ''سچائی کے طالبوں کیلئے ایک عظیم الشان خوشخبری'' اس اشتہار میں آپ نے تحریر فرمایا:

''جلسہ اعظم مذاہب لاہور ٹاؤن ہال میں 26-27-28-دسمبر 1896ء کو ہوگا اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہوجائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور رب العالمین کی کتاب ہے اور جو شخص اس مضمون کو اول سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب میں سنے گا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نور اس میں چمک اٹھے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ آجائے گی۔ یہ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف وگزاف کے داغ سے منزہ ہے مجھے اس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے اس اشتہار کے لکھنے کیلئے مجبور کیا ہے کہ تا وہ قرآن شریف کے حسن وجمال کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے اور نور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اول سے آخر تک سنیں شرمندہ ہوجائیں گی۔ اور ہرگز قادر نہیں ہوں گی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلاسکیں۔ خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور کیونکہ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اس پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو میں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطعہ نکلا جو اردگرد پھیل گیا۔ اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی ہوئی تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا۔ اللہ اکبر خربت خیبر اس کی یہ تعبیر ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول وحلول انوار ہے اور وہ نورانی معارف ہیں اور خیبر سے مراد تمام خراب مذہب ہیں جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی یا خدا کے صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرادیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے۔ پھر میں اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ الہام ہوا ان اللہ معک ان اللہ یقوم اینما قمت یعنی خدا تیرے ساتھ ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہوتا ہے۔ یہ حمایت الٰہی کیلئے ایک استعارہ ہے اب میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہر ایک کو یہی اطلاع دیتا ہوں

کہ اپنا اپنا ہرج بھی کر کے ان معارف کے سننے کیلئے ضرور بمقام لاہور تاریخ جلسہ پر آویں کہ انکی عقل اور ایمان کو اس سے وہ فائدے حاصل ہوں گے کہ وہ گمان نہیں کر سکتے ہوں گے ۔

والسلام علی من اتبع الھدٰی۔

خاکسار غلام احمد از قادیان
(21-دسمبر 1896ء)

(تبلیغ رسالت، جلد پنجم، صفحہ 77 تا 79)

حضرت اقدس کا یہ اشتہار بڑی کثرت سے شائع ہوا اور ہندوستان کے دور دراز مقامات تک پھیلا دیا گیا۔

جلسہ کی کارروائی کا آغاز

26 دسمبر 1896 کو ٹھیک دس بجے انجمن حمایت اسلام کے ہائی اسکول واقع شیرانوالہ کے وسیع احاطہ میں جلسہ شروع ہوا۔ حضرت اقدس کا مضمون دوسرے دن ڈیڑھ بجے کی دوسری نشست میں پڑھا جانا تھا اس لئے اس سے قبل ایشری پرشاد صاحب مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی اور برودا کنٹھ صاحب ،مولوی ثنا اللہ صاحب امرتسری ، بابو بیجا رام صاحب اور پنڈت گوردھن داس صاحب کی تقریریں ہوئیں ۔اس زمانے میں مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی کا طوطی بول رہا تھا اور ہر طرف ان کی بڑی شہرت تھی اور مولوی ثنا اللہ امرتسری صاحب ابھی نوجوان تھے اور نئے نئے منظر عام پر آئے تھے مولوی ابو سعید صاحب کی تقریر مولوی ثنااللہ صاحب کی تقریر کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکی۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 561)

حضرت اقدس کا مضمون اور سامعین کا ذوق وشوق

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ حضرت اقدس کے مضمون کے لئے دوسرے دن کی دوسری نشست مقرر تھی جس کا وقت اگرچہ ڈیڑھ بجے شروع ہونا تھا مگر مخالفت کے باوجود دلوں میں ایسی تحریک پیدا ہوگئی کہ پہلی نشست میں بیٹھنے والے بھی اپنی اپنی جگہ پر جمے رہے اور ہزاروں سامعین چاروں طرف سے اُمڈ پڑے۔نتیجہ یہ ہوا کہ کارروائی سے قبل ہی جلسہ کا پنڈال کھچا کھچ بھر گیا اور سیکڑوں اشخاص جن میں ملک کے بڑے بڑے سر برآوردہ افراد رؤسا معہ ڈاکٹر اور وکلا شامل تھے کھڑے ہونے پر مجبور ہو گئے آخر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جیسے فصیح البیان نے اپنی دلکش و دلنشین آواز سے حضرت اقدسؑ کا مضمون پڑھنا شروع کیا، حضرت مسیح پاکؑ کا تائید روح القدس سے لکھا ہوا مضمون اور مولانا عبد الکریم صاحب کی شیریں زبان نے ہزاروں کے اس تاریخی اجتماع پر کیف وسرور کا وہ عالم طاری کر دیا کہ فلک نے آج تک سرزمین ہند میں کبھی نہ دیکھا ہوگا ،ایسا نظر آتا تھا کہ گویا ملائک آسمان سے نور کے طبق لے کے حاضر ہو گئے ہیں اور ایک دست غیب اپنی مقناطیسی جذب وکشش سے ہر دل کو کشاں کشاں عالم وجد کی طرف لے جا رہا ہے ۔دل و دماغ اس آسمانی مائدہ سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ یکا یک مضمون کا مقررہ وقت ختم ہو گیا۔ یہ دیکھ کر مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی صاحب سیالکوٹی نے اعلان کیا کہ میں اپنا وقت بھی حضرت اقدسؑ کے مضمون کے لئے دیتا ہوں اس اعلان نے مجمع میں خوشی اور مسرت کی برقی لہر دوڑا دی اور پنڈال تالیوں سے گونج اٹھا اور پھر علم وحکمت کے موتی لٹنے لگے۔مضمون ابھی باقی تھا کہ وقت پھر ختم ہو گیا اب کی دفعہ چاروں طرف سے شور برپا ہوا کہ جلسہ کی کارروائی اس وقت تک ختم نہ کی جائے جب تک یہ مضمون ختم نہ ہو لے اور جلسہ کے منتظمین کو یہی کرنا پڑا۔سامعین نے یہ سن کر پھر تالیوں کے ذریعہ سے اپنی مسرت ظاہر کی اور مضمون نہایت ذوق وشوق اور یکساں دلچسپی سے شام کے ساڑھے پانچ بجے تک مسلسل چار گھنٹہ تک جاری رہا۔سامعین کی بے خودی اور محویت یہاں تک بڑھی کہ انہوں نے یہی سمجھ لیا کہ پانچوں سوالات کے جوابات پڑھ دیئے گئے ہیں لیکن حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے بلند آواز سے فرمایا کہ حضرات جو کچھ آپ نے سنا ہے یہ صرف پہلے سوال کا جواب ہے چار سوالوں کے جوابات ابھی باقی ہیں مولانا کا یہ کہنا تھا کہ سامعین نے یک زبان ہو کر بڑے زور شور سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ جب چار سوالوں کے جواب ابھی باقی ہیں تو جلسہ کے لئے ایک اور دن کیوں نہ بڑھا دیا جائے یہ زبردست مطالبہ چاروں طرف سے اتنی شدت سے بلند ہوا کہ منتظمین جلسہ کو اعلان کرنا پڑا کہ سامعین کی خاطر جلسہ کے لئے ایک دن کا اضافہ کیا جاتا ہے اس اعلان پر پبلک نے جوش وخروش سے اظہار شادمانی کیا وہ دیکھنے کی چیز تھی الفاظ اس کا نقشہ پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

(تاریخ احمدیت، جلد اول، صفحہ 562)

جلسے کے منتظمین کا بیان

27 دسمبر کے دن کی اس کارروائی سے متعلق منتظمین جلسہ کے بیانات درج ذیل ہیں:

” پنڈت گوردھن داس صاحب کی تقریر کے بعد نصف گھنٹہ کا وقفہ تھا لیکن چونکہ بعد از وقفہ ایک نامی وکیل اسلام کی طرف سے تقریر کا پیش ہونا تھا اس لئے اکثر شائقین نے اپنی اپنی جگہ نہ چھوڑی۔ڈیڑھ بجے میں ابھی بہت سا وقت رہتا تھا کہ اسلامیہ کالج کا وسیع میدان جلد از جلد بھرنے لگا۔اور چند ہی منٹوں میں تمام میدان پر ہو گیا اس وقت کوئی سات اور آٹھ ہزار کے درمیان مجمع تھا۔مختلف مذاہب وملل اور مختلف سوسائٹیوں کے معتدبہ اور ذی علم آدمی موجود تھے۔اگرچہ کرسیاں اور میزیں اور فرش نہایت ہی وسعت کے ساتھ مہیا کیا گیا لیکن صدہا آدمیوں کو کھڑا ہونے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑا اور ان کھڑے ہوئے شائقینوں میں بڑے بڑے روساء عمائد پنجاب علماء فضلاء، بیرسٹر، وکیل، پروفیسر، اکسٹرا اسسٹنٹ، ڈاکٹر غرض کہ اعلیٰ طبقہ کے مختلف برانچوں کے ہر قسم کے آدمی موجود تھے۔ان لوگوں کے اس طرح جمع ہونے اور نہایت صبر وتحمل کے ساتھ جوش سے برابر پانچ چار گھنٹہ اس وقت ایک ٹانگ پر کھڑا رہنے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ان ذی جاہ لوگوں کو کہاں تک اس مقدس تحریک سے ہمدردی تھی۔ مصنف تقریر اصالتاً تو شریک جلسہ نہ تھے۔ لیکن خود انہوں نے اپنے ایک شاگرد خاص جناب مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی کو مضمون کے پڑھنے کے لئے بھیجا ہوا تھا۔اس مضمون کے لئے اگرچہ اس کمیٹی کی طرف سے صرف دو گھنٹے ہی تھے لیکن حاضرین جلسہ کو عام طور پر اس سے کچھ ایسی دلچسپی پیدا ہوگئی کہ موڈریٹر صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی کے ساتھ اجازت دی کہ جب تک یہ مضمون نہ ختم ہو تب تک کارروائی جلسہ کو ختم نہ کیا جائے۔ان کا ایسا فرمانا عین اہل جلسہ اور حاضرین جلسہ کے منشاء کے مطابق تھا۔کیونکہ جب وقت مقررہ کے گزرنے پر مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب نے اپنا وقت بھی اس مضمون کے ختم ہونے کے لئے دے دیا تو حاضرین اور موڈریٹر صاحبان نے ایک نعرہ خوشی سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔جلسہ کی کارروائی ساڑھے چار بجے ختم ہوجانی تھی لیکن عام خواہش کو دیکھ کر کاروائی جلسہ ساڑھے پانچ بجے کے بعد تک جاری رکھنی پڑی کیونکہ مضمون قریباً چار گھنٹے میں ختم ہوا اور شروع سے اخیر تک یکساں دلچسپی ومقبولیت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

(تاریخ احمدیت، جلد 1، صفحہ 562)

اگرچہ اس مضمون کے ختم ہوتے ہوتے شام کا وقت قریب آ گیا لیکن یہ ابھی پہلے سوال کا جواب تھا اس مضمون سے حاضرین جلسہ کو بلا استثناء احدے ایسی دلچسپی ہوگئی کہ عام طور سے اگیزیکٹو کمیٹی سے استدعا کی گئی کہ کمیٹی اس جلسہ کے چوتھے اجلاس کے لئے انتظام کرے جس میں باقی سوالات کا جواب سنایا جاوے کیوں کہ حسب اعلان اگیزیکٹو کمیٹی جلسہ کے تین ہی اجلاس ہونے تھے اور تیسرے اجلاس کے سپیکر پہلے ہی سے مقرر ہو چکے تھے جلسہ کا دن بڑھانے کے لئے موڈریٹر صاحبان کی خاص رضامندی تھی علاوہ ازیں سناتن دھرم کی طرف سے اور آریہ سماج کی طرف سے بھی استدعا تھی کہ ان کی طرف سے اور زیادہ ریپریزینٹیشن ہو اسلئے اگیزیکٹو کمیٹی نے انجمن حمایت اسلام کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ صاحب جو وہاں موجود تھے چوتھے دن کیلئے استعمال مکان کی اجازت لے کر میر مجلس کو اطلاع دی کہ وہ چوتھے دن کا اعلان کر دیں۔مضمون ساڑھے پانچ بجے ختم ہوا۔جس پر ذیل کے الفاظ میں میر مجلس نے آج کے اجلاس کی کارروائی کو ختم کیا۔

میرے دوستو ! آپ نے پہلے سوال کا جواب جناب مرزا صاحب کی طرف سے سنا۔ ہمیں خاص کر جناب مولوی عبدالکریم صاحب کا مشکور ہونا چاہئے جنہوں نے ایسی قابلیت کے ساتھ اس مضمون کو پڑھا۔میں آپ کو مژدہ دیتا ہوں کہ آپ کے اس فرط شوق اور دلچسپی کو دیکھ کر جو آپ نے مضمون کے سننے میں ظاہر کی اور خصوصاً موڈریٹر صاحبان اور دیگر عمائد ورؤساء کی خاص فرمائش اور اگزیکٹو کمیٹی نے منظور کر لیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بقیہ حصہ مضمون کے لئے وہ چوتھے دن اپنا آخری اجلاس کرے اب نماز مغرب کا وقت قریب آ گیا ہے۔اور میں زیادہ وقت آپ لوگوں کا لینا نہیں چاہتا۔

(تاریخ احمدیت، جلد 1، صفحہ 563)

29/دسمبر کو حضرت اقدسؑ کے بقیہ مضمون کی گونج

29/دسمبر 1896ء کو جلسہ کا آخری اجلاس منعقد ہوا۔ اس دن اگرچہ جلسہ کی کارروائی دستور سابق کے خلاف نو بجے صبح رکھی گئی تھی لیکن ابھی نو بھی نہ بجنے پائے تھے کہ سامعین کا ہجوم شروع ہو گیا۔ٹھیک مقررہ وقت پر مولانا عبدالکریم صاحب نے حضرت اقدسؑ کے پر معارف مضمون کا بقیہ حصہ اپنی گزشتہ شان کے ساتھ پڑھنا شروع کیا اور پھر 27/ دسمبر کا سماں بندھ گیا۔ ہر شخص ہمہ تن گوش بنا سن رہا تھا۔ اس بقیہ مضمون کی ایک اعجازی خصوصیت یہ تھی کہ جلسہ میں غیر مسلم مقررین کی طرف سے بالواسطہ یا بلاواسطہ اسلامی تعلیمات

اور قرآنی صداقتوں پر جو اہم اعتراضات وارد کئے گئے تھے ان کا شافی جواب اس مضمون کے اندر موجود تھا۔ بلکہ مسلمانوں کے بعض دوسرے نمائندوں نے اسلام کے مقدس چہرے پر جو گرد و غبار ڈالنے کی کوشش کی تھی اس کی صفائی بھی اس حصہ سے ہوگئی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ایک دن قبل اپنی تقریر میں اسلام جیسے زندہ مذہب کی طرف جو معجزات سے خالی ہونے کا اتہام لگایا تھا اس کا رد بھی اس حصہ میں آگیا جس نے مجمع کو بے خود کر دیا۔ اکثر لوگ زار زار روتے تھے اور لذت سے دل وجد کر رہے تھے۔ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا تھا کہ ’’ میں بنی نوع انسان پر ظلم کروں گا اگر میں اس وقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جس کی میں نے یہ تعریفیں کی ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے تا میں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتا دوں اور سچائی قبول کرنے والوں کو اس پاک چشمہ کی خوشخبری سناؤں جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانے والے تھوڑے ہیں۔ میں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ جسکے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش جو میں نے دیکھا ہے لوگ دیکھیں اور جو میں نے سنا ہے وہ سنیں اور قصوں کو چھوڑیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں ‘‘

’’ میں سب طالبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف اسلام ہی ہے جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدت سے مہر لگا چکی ہیں۔ سو یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے مہر نہیں بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے اور یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔ میں جوان تھا اب بوڑھا ہوا مگر میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو۔

(تاریخ احمدیت، جلد اول، صفحہ 565)

اب کی دفعہ پھر تقریر کے دوران میں ہی وقت مقررہ ختم ہوگیا اور پبلک اور صدر صاحبان دونوں نے اصرار کے ساتھ وقت کے اضافہ کا مطالبہ کیا۔ جلسہ کی مجلس عاملہ نے اس مطالبہ کو بخوشی پورا کر کے ہزاروں دلوں کو خوشی اور شادمانی سے بھر دیا۔

(تاریخ احمدیت، جلد اول، صفحہ 566)

مضمون بالا رہا

غرض کہ یہ مضمون پوری شان و شوکت سے ختم ہوا سب لوگوں نے مسلمانوں کو مبارک باد دی اور یہ مضمون اسلام کی فتح کا موجب ہوا۔ ملک بھر میں اس مضمون کی دھوم مچ گئی اور ہر طرف اسی کے چرچے ہوئے اور مسلمان بے اختیار بول اٹھے کہ اگر یہ مضمون نہ ہوتا تو آج اسلام کو سبکی اٹھانی پڑتی۔ اور ہر ایک کہتا تھا کہ آج اسلام کی فتح ہوئی اور حضور کا مضمون ہی بالا رہا۔ اس شاندار فتح کا اعتراف ملک کے بیس کے قریب اخبارات مثلاً سول اینڈ ملٹری گزٹ، پیسہ اخبار، چودھویں صدی، سراج الاخبار، مشیر ہند، صادق الاخبار، مخبر دکن، وزیر ہند اور جنرل وگوہر آصفی (کلکتہ) وغیرہ نے کیا اور بڑے نمایاں انداز میں اس کی خبر شائع کر کے آپ کو خراج تحسین ادا کیا اور اس مضمون کی تعریف میں کالموں کے کالم بھر دیئے۔

(تاریخ احمدیت، جلد اول، صفحہ 566)

اخبار ’’سول اینڈ ملٹری گزٹ‘‘ اور ’’آبزرور‘‘ کا ریویو اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ (لاہور) نے لکھا:

اس جلسہ میں سامعین کو دلی اور خاص دلچسپی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے لیکچر کے ساتھ تھی جو اسلام کی حمایت وحفاظت میں ماہر کامل ہیں۔ اس لیکچر کے سننے کے لئے دور و نزدیک سے مختلف فرقوں کا ایک جم غفیر امڈ آیا تھا اور چونکہ مرزا صاحب خود تشریف نہیں لا سکتے تھے اس لئے یہ لیکچر ان کے ایک شاگرد منشی عبد الکریم صاحب فصیح سیالکوٹی نے پڑھ کر سنایا 27 تاریخ کو یہ لیکچر تین گھنٹہ تک ہوتا رہا اور عوام الناس نے نہایت ہی خوشی اور توجہ سے اسے سنا۔ لیکن ابھی صرف ایک ہی سوال ختم ہوا۔ مولوی عبد الکریم صاحب نے وعدہ کیا کہ اگر وقت ملا تو باقی حصہ بھی سنا دوں گا۔ اس لئے مجلس انتظامیہ اور صدر نے یہ تجویز منظور کر لی ہے کہ 29۔دسمبر کا دن بڑھا دیا جائے۔ (ترجمہ)

اخبار ’’پنجاب آبزرور‘‘ نے بھی انہیں الفاظ میں حضرت اقدس کے مضمون کی رپورٹ شائع کی۔

(تاریخ احمدیت، جلد اول، صفحہ 567)

اخبار ’’چودھویں صدی‘‘ کا ریویو۔

اخبار ’’چودھویں صدی‘‘ راولپنڈی نے لکھا ’’ان لیکچروں میں سب سے عمدہ اور بہترین لیکچر جو جلسہ کی روح رواں تھا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا لیکچر تھا جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی صاحب نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے پڑھا۔ یہ لیکچر دو دن میں تمام ہوا۔ 27 دسمبر کو قریباً چار گھنٹے اور 29 کو دو گھنٹہ تک ہوتا رہا۔ کل چھ گھنٹے میں یہ لیکچر تمام ہوا جو حجم میں سو صفحہ کلاں تک ہوگا۔

غرض کہ مولوی عبد الکریم صاحب نے یہ لیکچر شروع کیا اور کیسا شروع کیا کہ تمام سامعین لٹو ہو گئے۔ فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین وتحسین بلند تھی اور بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کے لئے حاضرین سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا۔ دیگر مذاہب میں سے جتنے لوگوں نے لیکچر دیئے۔ سچ تو یہ ہے کہ جلسہ کے مستفسرہ سوالوں کے جواب بھی نہیں تھے۔ عموماً سپیکر صرف چوتھے سوال پر ہی رہے اور باقی سوالوں کو انہوں نے بہت ہی کم مس کیا اور زیادہ تر اصحاب تو ایسے بھی تھے جو بولتے تو بہت تھے مگر اس میں جاندار بات ایک آدھ ہی ہوتی۔ تقریریں عموماً کمزور سطحی خیالات کی تھیں۔ بجز مرزا صاحب کے لیکچر کے جوان سوالات کا علیحدہ علیحدہ مفصل اور مکمل جواب تھا اور جس کو حاضرین نے نہایت توجہ اور دلچسپی سے سنا اور بڑا بیش قیمت اور عالی قدر خیال کیا ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں ہیں نہ ان سے ہم کو کوئی تعلق ہے لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی سلیم الفطرت اور صحیح کانشنس اس کو روا رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے کل سوالوں کے جواب (جیسا کہ مناسب تھا) قرآن شریف سے دیئے اور تمام بڑے بڑے اصول و فروع اسلام کو دلائل عقلیہ اور براہین فلسفہ کے ساتھ مبرہن اور مزین کیا۔ پہلے عقلی دلائل سے الٰہیات کے ایک مسئلہ کو ثابت کرنا اور اس کے بعد کلام الٰہی کو بطور حوالہ پڑھنا ایک عجیب شان دکھاتا تھا۔ مرزا صاحب نے نہ صرف مسائل قرآن کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظ قرآنی کی فلالوجی اور فلاسفی بھی ساتھ ساتھ بیان کر دی غرضیکہ مرزا صاحب کا لیکچر بہ ہیئت مجموعی ایک مکمل اور حاوی لیکچر تھا جس میں بے شمار معارف وحقائق وحکم و اسرار کے موتی چمک رہے تھے اور فلسفہ الٰہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہل مذاہب ششدر رہ گئے۔ کسی شخص کے لیکچر کے وقت اتنے آدمی جمع نہیں تھے جتنے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت۔ تمام ہال اوپر سے نیچے تک بھر رہا تھا۔ اور سامعین ہمہ تن گوش ہو رہے تھے مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت اور دیگر سپیکروں کے لیکچروں میں امتیاز کے لئے اس قدر کافی ہے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت خلقت اس طرح آ گری جیسے شہد پر مکھیاں مگر دوسرے لیکچروں کے وقت بوجہ بے لطفی بہت سے لوگ بیٹھے بیٹھے اٹھ جاتے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا لیکچر بالکل معمولی تھا۔ وہی ملانی خیالات تھے جن کو ہم لوگ ہر روز سنتے ہیں اس میں کوئی عجیب وغریب بات نہ تھی اور مولوی صاحب موصوف کے دوسرے حصہ لیکچر کے وقت کئی لوگ اٹھ کر چلے گئے تھے۔ مولوی ممدوح کو اپنا لیکچر پورا کرنے کے لئے چند منٹ زائد کی اجازت بھی نہیں دی گئی لیکن مرزا صاحب کے لیکچر پورا کرنے کے لئے لالہ درگا پرشاد صاحب نے آپ سے آپ دس پندرہ منٹ کی اجازت دے دی۔ غرض کہ وہ لیکچر ایسا پر لطف اور ایسا عظیم الشان تھا کہ بجز سننے کے اس کا لطف بیان میں نہیں آ سکتا۔ مرزا صاحب نے انسان کی پیدائش سے لیکر معاد تک ایسا مسلسل بیان فرمایا اور عالم برزخ اور قیامت کا حال ایسا عیاں فرمایا کہ بہشت و دوزخ سامنے دکھا دیا۔ اسلام کے بڑے سے بڑے مخالف اس روز اس لیکچر کی تعریف میں رطب اللسان تھے چونکہ وہ لیکچر عنقریب رپورٹ میں شائع ہونے والا ہے اس لئے ہم ناظرین کو شوق دلاتے ہیں کہ اس کے منتظر رہیں۔ مسلمانوں میں سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا طرز بیان بھی کسی قدر اچھا تھا لیکن لیکچر عموماً وعظ کی قسم کا تھا۔ فلسفیانہ ڈھنگ کا نہیں تھا جس کی جلسہ کو ضرورت تھی.....بہر حال اس کا شکر ہے کہ اس جلسہ میں اسلام کا بول بالا رہا۔ اور تمام غیر مذاہب کے دلوں پر اسلام کا سکہ بیٹھ گیا۔ گو زبان سے وہ اقرار کریں یا نہ کریں۔

(تاریخ احمدیت، جلد 1، صفحہ 567)

الغرض حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کمال صفائی سے پوری ہوئی اور اسلام کو غلبہ نصیب ہوا یہ مقابلہ اس مقابلے کی مانند تھا جو حضرت موسیٰ کو ساحروں کے ساتھ کرنا پڑا۔ سب مذاہب والوں نے اپنی اپنی لاٹھیوں کے خیالی سانپ بنائے تھے لیکن جب خدا نے مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے اسلامی راستی کا عصا ایک پاک اور پر معارف تقریر کے پیرائے میں ان کے مقابل چھوڑا تو وہ اژدھا بن کر سب کو نگل گیا۔

(تاریخ احمدیت، جلد 1، صفحہ 567)

جلسہ اعظم مذاہب میں اسلام کی شاندار فتح سے متعلق کلکتہ کے اخبار جنرل وگوہر آصفی کا تبصرہ

ہمیں معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ کارکنان جلسہ نے خاص طور پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور سرسید احمد صاحب کو شریک جلسہ ہونے کے لئے خط لکھا تھا تو حضرت مرزا

صاحب نے گو علالت طبع کی وجہ سے بنفس نفیس شریک جلسہ نہ ہو سکے مگر اپنا مضمون بھیج کر اپنے ایک شاگرد خاص جناب مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی کو اس کی قرات کے لئے مقرر فرمایا۔ لیکن جناب سر سید نے شریک جلسہ ہونے اور مضمون بھیجنے سے کنارہ کشی فرمائی یہ اس بنا پر نہ تھا کہ وہ معمر ہو چکے اور ایسے جلسوں میں شریک ہونے کے قابل نہ رہے ہیں اور نہ اس بنا پر تھا کہ انہیں ایام میں ایجوکیشنل کانفرنس کا انعقاد میرٹھ میں مقرر ہو چکا تھا بلکہ یہ اس بنا پر تھا کہ مذہبی جلسے ان کی توجہ کے قابل نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی چٹھی میں جس کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اخبار میں کسی اور وقت درج کریں گے صاف لکھ دیا ہے کہ وہ کوئی واعظ یا ناصح یا مولوی نہیں۔ یہ کام واعظوں اور ناصحوں کا ہے۔ جلسے کے پروگرام کے دیکھنے اور نیز تحقیق کرنے سے ہمیں یہ پتہ ملا ہے کہ جناب مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری۔ جناب مولوی عبد الحق صاحب دہلوی اور جناب مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی نے اس جلسہ کی طرف کوئی جوشیلی توجہ نہیں فرمائی اور نہ ہمارے مقدس زمرہ علماء سے کسی اور لائق فرد نے اپنا مضمون پڑھنے یا پڑھوانے کا عزم بتایا۔ ہاں دو ایک عالم صاحبوں نے بڑی ہمت کر کے مانحن فیہا میں قدم رکھا مگر الٹا۔ اس لئے انہوں نے یا تو مقرر کردہ مضامین پر کوئی گفتگو نہیں کی یا بے سروپا کچھ ہانک دیا۔ جیسا کہ ہماری آئندہ کی رپورٹ سے واضح ہو گا۔ غرض جلسہ کی کارروائی سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب رئیس قادیان تھے جنہوں نے اس میدان مقابلہ میں اسلامی پہلوانی کا پورا حق ادا فرمایا ہے۔ اور اس انتخاب کو راست کیا ہے جو خاص آپ کی ذات کو اسلامی وکیل مقرر کرنے میں پشاور، راولپنڈی، جہلم، شاہپور، بھیرہ، خوشاب، سیالکوٹ، جموں، وزیر آباد، لاہور، امرتسر، گورداسپور، لدھیانہ، شملہ، دہلی، انبالہ، ریاست پٹیالہ، کپورتھلہ، دہرہ دون، الہ آباد، مدراس، بمبئی، حیدر آباد دکن، بنگلور وغیرہ بلاد ہند کے مختلف اسلامی فرقوں سے وکالت ناموں کے ذریعہ مزین بدستخط ہو کر وقوع میں آیا تھا۔ حق تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا۔ بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی سچی فطرتی جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے۔ بالا ہے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اختتام مضمون پر حق الامر معاندین کی زبان پر یوں جاری ہو چکا کہ اب اسلام کی حقیقت کھلی اور اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ جو انتخاب تیر بہدف کی طرح روز روشن میں ٹھیک نکلا۔ اب اس کی مخالفت میں دم زدن کی گنجائش ہے ہی نہیں۔ بلکہ وہ ہمارے فخر و ناز کا موجب ہے اس لئے اس میں اسلامی شوکت ہے اور اسی میں اسلامی عظمت اور حق بھی یہی ہے۔ اگرچہ جلسہ اعظم مذاہب کا ہند میں یہ دوسرا اجلاس تھا لیکن اس نے اپنی شان و شوکت اور جاہ و عظمت کی رو سے سارے ہندوستانی کانگرسوں اور کانفرنسوں کو مات کر دیا ہے ہندوستان کے مختلف بلاد کے رؤسا اس میں شریک ہوئے اور ہم بڑی خوشی کے ساتھ یہ ظاہر کیا چاہتے ہیں کہ ہمارے مدراس نے بھی اس میں حصہ لیا ہے جلسہ کی دلچسپی یہاں تک بڑھی کہ مشتہرہ تین دن پر ایکدن بڑھا نا پڑا۔ انعقاد جلسہ کیلئے کارکن کمیٹی نے لاہور میں سب سے بڑی وسعت کا مکان اسلامیہ کالج تجویز کیا لیکن خلق خدا کا ازدحام اس قدر تھا کہ مکان کی (وسعت) غیر مکتفی ثابت ہوئی۔ جلسہ کی عظمت کا یہ کافی ثبوت ہے کہ کل پنجاب کے عمائدین کے علاوہ چیف کورٹ اور ہائیکورٹ الہ آباد کے آنریبل جج بابو پرتول چندر صاحب اور مسٹر بینر جی نہایت خوشی سے شریک جلسہ ہوئے۔

(تاریخ احمدیت، جلد اول، صفحہ 571)

لیکچر کا غیر زبانوں میں ترجمہ اور عالمگیر مقبولیت

1897ء میں پہلی دفعہ یہ شہرہ آفاق لیکچر کتابی شکل میں بزبان اردو شائع ہوا۔ لیکن جلد ہی اسے مختلف زبانوں میں منتقل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ اب دنیا کی تمام بڑی بڑی زبانوں مثلاً عربی، فارسی، انگریزی، جرمن، انڈونیشین، ہسپانوی، برمی، چینی اور سہیلی کے علاوہ کنیاری، ہندی اور گرمکھی میں اس کے تراجم شائع ہو چکے ہیں اور جیسا کہ حضرت اقدس کو کشف میں بتایا گیا تھا۔ دنیا بھر میں اسلام کی اشاعت و تبلیغ کا موثر ترین ذریعہ بن رہی ہے اور بالخصوص مغربی ممالک میں اسلامی تعلیمات کے وسیع اور مقبول ہونے میں تو اس لیکچر کو بڑا بھاری دخل ہے سینکڑوں غیر مسلم اس کا مطالعہ کر کے حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں اور ایک عالم اس کے پاک انوار سے حق و صداقت کی روشنی کی طرف کھنچا آ رہا ہے "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا انگریزی ترجمہ جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے کیا تھا۔ اور اس پر نظر ثانی مسٹر محمد الیگزنڈر رسل ویب (امریکہ) حضرت مولوی شیر علی صاحب بی اے اور چودھری غلام محمد صاحب سیالکوٹی نے کی تھی۔ یہ ترجمہ 1910ء کے وسط میں لندن میں چھپا تھا۔

(تاریخ احمدیت، جلد 1، صفحہ 573)

"اسلامی اصول کی فلاسفی" مغربی مفکرین کی نظر میں

امریکہ و یورپ میں جب "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے ترجمہ کی اشاعت ہوئی تو اسے زبردست مقبولیت نصیب ہوئی اور مغربی مفکرین نے اس لیکچر کو بے حد سراہا چند آراء بطور مثال درج ذیل ہیں۔

(۱) نامور روسی مفکر اکاونٹ ٹالسٹائی نے کہا:

"یہ خیالات نہایت گہرے اور سچے ہیں۔"

(۲) "تھیوسافیکل بک نوٹس" مارچ ۱۹۱۲ نے لکھا:

"قابل تعریف جچا تلا انداز جو مقابلہ مذاہب کے ایسے طالب علم کو بہت متاثر کرتا ہے جسے اس میں وہ سب کچھ مل جاتا ہے جو وہ محمدی قوانین کی روشنی میں 'روح' جسم، روحانی زندگی' اخلاقی قوانین اور دیگر بہت سے متعلقہ امور کے بارے میں جاننا چاہتا ہے۔

(۳) "دی انگلش میل" 27 اکتوبر 1911 نے یہ رائے دی کہ

"حقیقی اسلامی خیالات کا خلاصہ"

(۴) "دی برسٹل ٹائمز اینڈ مرر" نے تبصرہ کیا کہ "یقیناً وہ شخص جو اس رنگ میں مغرب کو مخاطب کرتا ہے کوئی معمولی آدمی نہیں۔"

(۵) دی ڈیلی نیوز، شکاگو 16 مارچ 1912 نے لکھا:

"اس مصنف کا نہایت پر خلوص اور حقیقت پر مبنی کردار بالکل عیاں ہے۔"

(۶) دی اینگلو بیلجین ٹائمز (برسلز) نے درج ذیل خیالات کا اظہار کیا:

"ٹیچنگ آف اسلام" مسلمانوں کی الہامی کتاب قرآن کریم کی ایک نہایت عمدہ تفسیر ہے۔ مصنف کا اسلوب بیان ایک مزید اخلاقی معیار قائم کرتا ہے۔ جسے ہمارے نزدیک مذہب پر لکھنے والے تمام مصنفین کو مد نظر رکھنا چاہئے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک مذہبی تصنیف کا انداز منفی نہیں بلکہ مثبت ہونا چاہئے۔ اسے کسی بھی سسٹم کی خوبیاں واضح کرنی چاہئیں نہ کہ محض دوسرے کی خامیاں۔ کتاب "ٹیچینگز آف اسلام" یہ اصول نہایت واضح طور پر قائم کرتی ہے جس کی بنا پر اس کا مصنف قاری کو اسلام کے بنیادی اصولوں کی ستائش کی ترغیب کی خاطر کسی اور غیر مسلم سسٹم کے خلاف تلخ رویہ اختیار نہیں کرتا۔ اور یہ بات کوئی اور طرز زبان اختیار کرنے سے ممکن نہ تھی۔ الغرض یہ کتاب خلوص اور حق الیقین کا مرقع ہے۔

(تاریخ احمدیت، جلد 1، صفحہ 573)

"جلسہ اعظم مذاہب" کا انتظام منشاء ایزدی کے عین مطابق تھا تا کہ اسلام کا روشن اور تابناک چہرا مذاہب عالم پر ظاہر ہو اور **لیظهره علی الدین کله** کے وعدہ کے عین مطابق ادیانِ مختلفہ پر غلبہء اسلام کا عظیم الشان اظہار ہو۔

چنانچہ بعینہ منشاء ایزدی کے مطابق ظہور میں آیا کہ جلسہ مذاہب عالم کا انعقاد کیا گیا جس میں دنیا کے تقریباً سارے بڑے مذاہب کے نمائندوں نے شرکت کی اور اس جلسہ میں اسلام کی شان دوبالا ہوئی جس کی خبر پیش از وقت حضرت مسیح الزمان علیہ السلام نے بذریعہ اشتہار عوام الناس کو دے دی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل کامل حضرت امام الزمانؑ کی عظمت اور شان کا اعتراف نہ صرف اسلامیوں نے کیا بلکہ غیر مسلم حضرات بھی آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ آج یہ لیکچر جو قرآن شریف کی جامع تفسیر ہے اور 'اسلامی اصول کی فلاسفی' کے نام سے شائع شدہ ہے، 120 سال گزرنے کے باوجود نہ صرف احمدیوں کو سیراب کر رہا ہے بلکہ غیر احمدی مسلمان بھائیوں نیز غیر مسلم حضرات کی دل کی تسلی کا باعث ہو رہا ہے اور اس کے ذریعہ بے شمار تشنہ روحیں سیراب ہو کر حلقہ بگوش احمدیت ہو رہی ہیں۔ دعا ہے کہ عالم انسانیت اس لیکچر کے ذریعہ جلد از جلد آغوشِ احمدیت میں داخل ہو کر حیات جاودانی کا جام نوش کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر شب و روز بکثرت درود و سلام بھیجنے والا ہو۔

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آلِ محمد وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود و بارك وسلم انك حمید مجید۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

اپنے وعدے کے مطابق تجھے بھیجا اُس نے
اُمّتِ خیرِ رُسل پر ہے کیا اُس نے کرم

(حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا پاکیزہ منظوم کلام)

وہ قصیدہ میں کروں وصفِ مسیحا میں رَقم
فخر سمجھیں جسے لکھنا بھی مرے دست و قلم

میں وہ کامل ہوں کہ سُن لے مرے اشعار کو گر
پھینک دے جام کو اور چُومے مرے پاؤں کو جَم

میں کسی بحر میں دکھلاؤں جو اپنی تیزی
عُرفی و ذَوق کے بھی دست و زُباں ہوویں قلم

کھولتا ہوں میں زُباں وَصف میں اُس کے یارو
جس کے اوصافِ حمیدہ نہیں ہو سکتے رَقم

جان ہے سارے جہاں کی وہ شہِ والا جاہ
مَنبعِ جُود و سخا ہے وہ مِرا ابرِ کرم

وہ نَصیبا ہے ترا اے مرے پیارے عیسیٰؑ
فخر سمجھیں تری تقلید کو ابنِ مریم

فیض پہنچانے کا ہے تونے اُٹھایا بیڑا
لوگ بھولے ہیں ترے وقت میں نامِ حاتم

تاجِ اقبال کا سر پر ہے مزین تیرے
نُصرت و فتح کا اُڑتا ہے ہوا میں پرچم

شان و شوکت کو تری دیکھ کے حُسّاد و شریر
خونِ دِل پیتے ہیں اور کھاتے ہیں وہ غصّہ و غم

کون سا مولوی ہے جو نہیں دُشمن تیرا
کون ہے جو کہ یہودی علما سے ہے کم

کون سا چھوڑا ہے حیلہ تیری رُسوائی کا
ہر جگہ کرتے ہیں یہ حق میں ترے سبّ و شتم

پر تری پُشت پہ وہ ہے جسے کہتے ہیں خدا
جس کے آگے ہے ملائک کا بھی ہوتا سر خم

جب کیا تجھ پہ کوئی حملہ تو کھائی ہے شکست
مار وہ ان کو پڑی ہے کہ نہیں باقی دم

مِٹ گیا تیری عداوت کے سبب سے پیارے
کوئی لیتا نہیں اب دہر میں نام آتھم

بھنبھناہٹ جو اُنھوں نے یہ لگا رکھی ہے
چیز کیا ہیں ، یہ مخالف تو ہیں پشّہ سے بھی کم

کر نہیں سکتے یہ کچھ بھی تِرا اے شاہِ جہاں
ہَفت خواں بھی جو یہ بن جائیں تو تُو ہے رُستم

چرخِ نیلی کی کمر بھی ترے آگے ہے خم
فِیل کیا چیز ہیں اور کس کو ہیں کہتے ضَیغم

جس کا جی چاہے مُقابل پہ ترے آ دیکھے
دیکھنا چاہتا ہے کوئی اگر مُلکِ عدم

حَیف ہے قوم ترے فِعلوں پر اور عقلوں پر
دوست ہیں جو کہ ترے اُن پہ تُو کرتی ہے ستم

ہائے اُس شخص سے تُو بُغض و عداوت رکھے
رات دن جس کو لگا رہتا ہے تیرا ہی غم

نام تک اُس کا مِٹا دینے میں ہے تو کوشاں
اس کا ہر بار مگر آگے ہی پڑتا ہے قدم

دیکھ کر تیرے نشانات کو اے مہدیٔ وقت
آج انگشت بدَندان ہے سارا عالم

مال کیا چیز ہے اور جاں کی حقیقت کیا ہے
آبرو تجھ پہ فِدا کرنے کو تیار ہیں ہم

غَرق ہیں بحرِ معاصی میں ہم اے پیارے مسیح!
پار ہو جائیں اگر تو کرے کچھ ہم پہ کرم

آج دُنیا میں ہر اِک سو ہے شرارت پھیلی
پھنس گئی پنجۂ شیطان میں ہے نسلِ آدم

اب ہنسی کرتے ہیں اَحکامِ الٰہی سے لوگ
نہ تو اللہ ہی کا ڈر ہے نہ عقبیٰ کا غم

کوئی اتنا تو بتائے یہ اکڑتے کیوں ہیں
بات کیا ہے کہ یہ پھرتے ہیں نہایت خرم

بات یہ ہے کہ یہ شیطاں کے فَسوں خوردہ ہیں
ان کے دِل میں نہیں کچھ خوفِ خدائے عالم

اپنی کم عِلمی کا بھی علم ہے کامل اُن کو
ڈالتے ہیں انھیں دھوکے میں مگر دام و دِرم

صاف ظاہر ہے جو آتی ہے یہ آوازِ صَریر
ان کے حالات کو لکھتے ہوئے روتا ہے قلم

یاں تو اسلام کی قوموں کا ہے یہ حالِ ضعیف
اور واں کفر کا لہراتا ہے اُنچا پرچم

لاکھوں انسان ہوئے دین سے بے دیں ہیہات
آج اسلام کا گھر گھر میں پڑا ہے ماتم

کُفر نے کر دیا اسلام کو پامال غضب
شرک نے گھیر لی توحید کی جا، وائے ستم

ایسی حالت میں بھی نازِل نہ ہو گر فضلِ خدا
کُفر کے جب کہ ہوں اسلام پہ حملے پیہم

جس طرف دیکھئے دُشمن ہی نظر آتے ہیں
کوئی مونس نہیں دُنیا میں نہ کوئی ہمدم

دینِ اسلام کی ہر بات کو جھٹلائیں غَوی
احمدِ پاک کے حق میں بھی کریں سبّ و شتم

عاشقِ احمدؐ و دلداۂ مولائے کریم
حسرت و یاس سے مر جائیں بہ چشمِ پُرنم

پر وہ غیور خدا کب اسے کرتا ہے پسند
دینِ احمد ہو تباہ اور ہو دُشمن خرم

اپنے وعدے کے مطابق تجھے بھیجا اُس نے
اُمت خیر رُسل پر ہے کیا اُس نے کرم

تیرے ہاتھوں سے ہی دجال کی ٹوٹے گی کمر
شِرک کے ہاتھ ترے ہاتھ سے ہی ہوویں گے قلم

دَجل کا نام و نِشاں دہر سے مٹ جائے گا
ظِلّ اسلام میں آجائے گا سارا عالم

جو کہ ہیں تابعِ شیطان نہیں ان کی پروا
ایک ہی حملے میں مِٹ جائے گا سب اُن کا بھرم

جب کہ وہ زلزلہ جس کا کہ ہوا ہے وعدہ
ڈال دے گا تیرے اعداء کے گھروں میں ماتم

تب اُنہیں ہوگی خبر اور کہیں گے ہیہات
ہم تو کرتے رہے ہیں اپنی ہی جانوں پہ ستم

تیری سچائی کا دُنیا میں بجے گا ڈنکا
بادشاہوں کے ترے سامنے ہوں گے سر خم

تیرے اعداء جو ہیں دوزخ میں جگہ پائیں گے
پر جگہ تیرے مریدوں کی تو ہے باغِ اِرم

اِلتجا ہے مری آخر میں یہ اے پیارے مسیحؑ
حشر کے روز تو محمود کا بنیو ہمدم

......☆......☆......☆......

یورپ وامریکہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ تبلیغ اسلام

(سید فہیم احمد، مبلغ سلسلہ بھوٹان)

یہ اللہ تعالیٰ کی سنت قدیمہ ہے کہ وہ گمراہی اور ضلالت کے بعد رُشد وہدایت کیلئے انبیاء ومرسلین کو بھیجتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک لاکھوں انبیاء آئے مگر سب کے سب مخصوص قوم، ذات، نسل اور زمانہ کیلئے تھے۔ کُل اقوام جہاں کو مخاطب کرنا اُن کا مشن اور مقصود نہ تھا۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ نے فرمایا: رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ (ال عمران) یعنی وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

مگر جب انسانیت بلوغت کو پہنچی تو خالق کائنات نے ضرورت زمانہ کے مطابق ایک ایسا عظیم انسان پیدا فرمایا جس کے ذریعہ کُل اقوام جہان کو مخاطب کرتے ہوئے اعلان فرمایا:

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡكُمۡ جَمِیۡعَا ۨ الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ ۪ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهِ النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ الَّذِیۡ یُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ (سورۃ اعراف:159)

ترجمہ: تُو کہہ دے کہ اے انسانو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے قبضے میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ پس ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے رسول نبی اُمّی پر جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے اور اُسی کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

قرآن کریم اور احادیث رسول اس امر پر متفق ہیں کہ اسلام کا عالمگیر روحانی غلبہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک روحانی فرزند کے ظہور سے وابستہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ (سورۃ الصّف:10)

یعنی وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا وہ اُسے تمام ادیان پر کلیۃً غالب کردے۔

چنانچہ مذکورہ آیت کریمہ کے متعلق جملہ ائمہ، سلف صالحین اور مفسرین قرآن شیعہ اور سُنی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اس آیت میں دین حق یعنی اسلام کے دوسرے تمام ادیان باطلہ پر جس غلبہ کا ذکر ہے وہ کامل طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک عہد میں ہوگا۔ چنانچہ حضرت امام ابن جریرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

’’دین اسلام کا غلبہ باقی تمام ادیان پر عیسیٰ ابن مریم کے نزول کے وقت ہوگا۔‘‘

(تفسیر ابن جریر، پارہ 28، صفحہ 154)

تفسیر قادری جلد 2 صفحہ 538 میں اس آیت یعنی هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ کی تفسیر میں لکھا ہے: ’’تا کہ غالب کردے اس دین کو عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ سب دین اور ملت پر حضرت عیسیٰ کے اُترنے کے وقت‘‘

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’تخمیناً عرصہ بیس برس کا گزرا ہے کہ مجھ کو اس قرآنی آیت کا الہام ہوا تھا اور وہ یہ ہے هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ اور مجھ کو اس الہام کے یہ معنے سمجھائے گئے تھے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا میرے ہاتھ سے خدا تعالیٰ اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرے...... اور مجھ کو بتلایا گیا کہ اس آیت کا مصداق تُو ہے اور تیرے ہی ہاتھ سے اور تیرے ہی زمانہ میں دین اسلام کی فوقیت دوسرے دینوں پر ثابت ہوگی۔‘‘

(تریاق القلوب، روحانی خزائن، جلد 15 صفحہ 231)

مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کے زمانہ کی آنحضرت ﷺ نے ایک نشانی یہ بیان فرمائی کہ اُس وقت اسلام کی حالت بہت نازک ہوگی۔ دوسرے مذاہب اُس کے مٹانے کیلئے چاروں طرف سے حملہ آور ہوں گے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اُس زمانہ میں اغیار کی طرف سے اسلام پر تابڑتوڑ حملے ہونے شروع ہوگئے۔ کیا عیسائی اور کیا آریہ سماج، اسلام پر ایسے حملہ آور ہوئے، جیسے ایک فاقہ کش عمدہ اور مرغوب غذا پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ اسلام کی تردید اور سرور کائنات کی توہین پر مشتمل گندی اور دل آزار کتابیں اور اشتہارات کروڑوں کی تعداد میں مخالفین اسلام کی طرف سے شائع کئے گئے۔ نتیجتاً مسلمانوں کے لاکھوں نوخیز بچے گرفتار صلیب ہوگئے اور بعض علماء نے اسلامی لبادہ کو خیر باد کہہ کر پادریوں کا لبادہ اوڑھ لیا۔ یہ وہ دردناک اور ہمت شکن نظارے تھے جن کو دیکھ کر ایک مردِ مومن مَتٰی نَصۡرُ اللّٰهِ کی صدا بلند کرنے لگتا تھا۔ اس زمانہ میں اسلام کا ایک حقیقی خیر خواہ انسان بھی تھا ہاں ایک سینہ تھا جو اسلام کیلئے بریاں ہوا، ایک دل تھا جو مسلمانوں کیلئے بیقرار ہوا، ایک جان تھی جو اسلام کے غم میں پگھل گئی، یعنی سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام، آپ بڑے ہی درد وکرب کے ساتھ فرماتے ہیں:

ایں دو فکر دین احمد مغز جانِ ما گداخت
کثرت اعدائے ملّت قلّت انصار دیں

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کاسر صلیب کے منصب پر سرفراز فرمایا تھا۔ حضور نے پنجاب سے لے کر یورپ وامریکہ تک عیسائیوں کا پیچھا کیا اور وہ جو کبھی یہ گمان کرکے ہندوستان پر حملہ آور ہوئے تھے کہ چند سالوں کے اندر ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو عیسائی بنالیں گے، انہیں اپنی جان چھڑانی مشکل ہوگئی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے تثلیث کے خیموں پر ایسا کارگر حملہ کیا کہ جس نے اس کی کمر توڑ دی، جس کا مخالفین احمدیت کو بھی اعتراف ہے۔

(تفصیل کیلئے دیکھیں دیباچہ تفسیر القرآن، صفحہ 30 از مولوی نور محمد صاحب نقشبندی چشتی مالک اصح المطابع دہلی)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔‘‘

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306)

آپ علیہ السلام اس مقصد کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’تکمیل اشاعت ہدایت کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اتمام نعمت اور اکمال الدین ہوا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول تکمیل ہدایت۔ دوسری تکمیل اشاعت ہدایت۔ تکمیل ہدایت من کل الوجوہ آپ کی آمد اوّل سے ہوئی اور تکمیل اشاعت ہدایت آپ کی آمد ثانی سے ہوئی کیونکہ سورۃ جمعہ میں جو اٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ (الجمعہ:۴) والی آیت آپ کے فیض اور تعلیم سے ایک اور قوم کے تیار کرنے کی ہدایت کرتی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ایک بعثت اور ہے اور یہ بعثت بروزی رنگ میں ہے جو اس وقت ہو رہی ہے پس یہ وقت تکمیل اشاعت ہدایت کا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 361، ایڈیشن 2003، قادیان)

الغرض تکمیل اشاعت ہدایت کا عظیم کام جو اس زمانہ کے بطل جلیل حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے سپرد ہوا اس کے بارے میں آپؑ فرماتے ہیں۔

(ترجمہ از عربی عبارت) ’’میرے رب نے میری طرف وحی کی اور مجھ سے وعدہ فرمایا کہ وہ میری نصرت فرمائے گا۔ یہاں تک کہ میری دعوت اور میرا سلسلہ زمین کے مشارق ومغارب یعنی زمین کے کناروں تک پہنچائے گا۔‘‘

(روحانی خزائن، جلد 16، صفحہ 408)

اور سن 1900ء میں آپ علیہ السلام نے اپنی کتاب اربعین میں یہ بشارت درج فرمائی: اِنِّیۡ حَاشِرُ كُلِّ قَوۡمٍ یَاۡتُوۡنَكَ جُنُبًا وَ اِنِّیۡ اَنَرۡتُ مَكَانَكَ تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ۔

(تذکرہ، صفحہ 320)

یعنی میں ہر ایک قوم سے گروہ کے گروہ تیری طرف بھیجوں گا۔ میں نے تیرے مکان کو روشن کردیا۔

امریکہ سے بھی آپ کے پاس لوگ آئیں گے، افریقہ سے بھی آئیں گے، آسٹریلیا سے بھی آئیں گے۔ ایشیاء سے بھی آئیں گے، انڈونیشیا سے بھی آئیں گے، روس سے بھی آئیں گے، چین وجاپان سے بھی آئیں گے۔ غرض یہ کہ ہر براعظم سے ہر ملک سے ہر قوم سے ہر مذہب کے لوگ آپؑ کے مکان میں آکر فروکش ہوں گے اور روحانی نور سے منور ہونگے اور فرمایا یہ پیشگوئی کسی انسان کا کام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو عزیز اور رحیم ہے جو ایک دن پورا ہوکر رہے گا۔

چنانچہ سن 1906ء میں آپ نے انہی الہامات کی بنا پر یہ پیشگوئی فرمائی کہ ’’خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور

سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔‘‘
(تجلیات الٰہیہ، روحانی خزائن، جلد20، صفحہ 409)

ہمارے رسول حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ **طلع الشمس من مغربہا۔**

اس پیشگوئی کی تشریح میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’ایسا ہی طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا، ہم اس پر بہرحال ایمان لاتے ہیں لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر وضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منوّر کئے جائیں گے اور اُن کو اسلام سے حصّہ ملے گا۔ اور میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلّل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق اُن کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں اُن لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کے شکار ہو جائیں گے۔ درحقیقت آج تک مغربی ملکوں کی مناسبت دینی سچائیوں کے ساتھ بہت کم رہی ہے گویا خدائے تعالیٰ نے دین کی عقل تمام ایشیا کو دے دی اور دنیا کی عقل تمام یورپ اور امریکہ کو۔ نبیوں کا سلسلہ بھی اول سے آخر تک ایشیا کے ہی حصہ میں رہا اور ولایت کے کمالات بھی انہیں لوگوں کو ملے۔ اب خدائے تعالیٰ ان لوگوں پر نظرِ رحمت ڈالنا چاہتا ہے۔‘‘
(روحانی خزائن، جلد3، ازالہ اوہام، 376)

آپ علیہ السلام پھر خبر دیتے ہیں: ’’مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی۔ نیز اُس کا بیٹا اب ضرور مرے گا...... نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا...... اور اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔ کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے۔‘‘
(مجموعہ اشتہارات، جلد2، صفحہ 612)

آپ علیہ السلام پھر مزید خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’مَیں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے دنیا میں مامور کر کے بھیجا ہے اُسی وقت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کی خدائی کے دلدادہ تھے اب ان کے محقق خود بخود اس عقیدہ سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور وہ قوم جو باپ دادوں سے بتوں اور دیوتاؤں پر فریفتہ تھی بہتوں کو اُن میں سے یہ بات سمجھ آ گئی ہے کہ بُت کچھ چیز نہیں ہیں اور گو وہ لوگ ابھی روحانیت سے بے خبر ہیں اور صرف چند الفاظ کو رسمی طور پر لئے بیٹھے ہیں لیکن کچھ شک نہیں کہ ہزار ہا بیہودہ رسوم اور بدعات اور شرک کی رسیاں انہوں نے اپنے گلے پر سے اُتار دی ہیں۔ اور توحید کی ڈیوڑھی کے قریب کھڑے ہو گئے ہیں۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ کچھ تھوڑے زمانہ کے بعد عنایت الٰہی اُن میں سے بہتوں کو اپنے ایک خاص ہاتھ سے دھکہ دے کر سچی اور کامل توحید کے اس دارالامان میں داخل کر دیگی جس کے ساتھ کامل محبت اور کامل خوف اور کامل معرفت عطا کی جاتی ہے۔ یہ امید میری محض خیالی نہیں ہے بلکہ خدا کی پاک وحی سے یہ بشارت مجھے ملی ہے۔‘‘
(روحانی خزائن جلد20، لیکچر لاہور، صفحہ 181)

آپ علیہ السلام پھر فرماتے ہیں: ’’غرض مسیح ابن مریم کو صلیبی موت سے مارنا ایک ایسا اصل ہے کہ اسی پر مذہب کے تمام اصولوں کفارہ اور تثلیث وغیرہ کی بنیاد رکھی گئی تھی اور یہی وہ خیال ہے کہ جو نصاریٰ کے چالیس کروڑ انسانوں کے دلوں میں سرایت کر گیا ہے اور اس کے غلط ثابت ہونے سے عیسائی مذہب کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اگر عیسائیوں میں کوئی فرقہ دینی تحقیق کا جوش رکھتا ہے تو ممکن ہے کہ ان ثبوتوں پر اطلاع پانے سے وہ بہت جلد عیسائی مذہب کو الوداع کہیں اور اگر اس تلاش کی آگ یورپ کے تمام دلوں میں بھڑک اُٹھے تو جو گروہ چالیس کروڑ انسان کا انیس سو برس میں تیار ہوا ہے، ممکن ہے کہ انیس ماہ کے اندر دستِ غیب سے ایک پلٹا کھا کر مسلمان ہو جائے۔‘‘
(روحانی خزائن، جلد14، راز حقیقت، صفحہ 166)

معزز قارئین! اللہ تعالیٰ کی بار بار خبروں اور پیشگوئیوں کو سُننے کے بعد دیکھیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے خود اپنی حیات مبارکہ میں دیار مغرب میں بسنے والوں کو کس طرح پیغام حق پہنچانے کی بھرپور سعی فرمائی جو ہم سب کیلئے ایک مشعل راہ ہے۔

آپ کے دل میں جس قدر خدمت اسلام کی تڑپ تھی اور جس طرح یہ لگن آپ کو لگی ہوئی تھی اس کی حدوبست کا اندازہ کرنا انسانی فکر و فہم سے بالا ہے۔ طوالت کے خوف سے چند ایک نمونے تبرکًا پیش خدمت ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں: ’’اس وقت ہمارے دو بڑے ضروری کام ہیں۔ ایک یہ کہ عرب میں اشاعت ہو، دُوسرے یورپ پر اتمام حجت کریں۔ عرب پر اس لئے کہ اندرونی طور پر وہ حق رکھتے ہیں۔ ایک بہت بڑا حصہ ایسا ہوگا کہ اُن کو معلوم بھی نہ ہوگا کہ خدا نے کوئی سلسلہ قائم کیا ہے اور یہ ہمارا فرض ہے کہ اُن کو پہنچائیں۔ اگر نہ پہنچائیں تو معصیت ہوگی۔ ایسا ہی یورپ والے حق رکھتے ہیں کہ اُن کی غلطیاں ظاہر کی جاویں کہ وہ ایک بندہ کو خدا بنا کر خدا سے دُور جا پڑے ہیں۔ یورپ کا تو یہ حال ہو گیا ہے کہ واقعی اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ کا مصداق ہو گیا ہے۔ طرح طرح کی ایجادیں صنعتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس سے تعجب مت کرو کہ یورپ ارضی علوم وفنون میں ترقی کر رہا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب آسمانی علوم کے دروازے بند ہو جاتے ہیں تو پھر زمین ہی کی باتیں سُوجھا کرتی ہیں۔ یہ کبھی ثابت نہیں ہوا کہ نبی کلیں بھی بنایا کرتے تھے۔ یا اُن کی ساری کوششیں اور ہمتیں ارضی ایجادات کی انتہا ہوتی تھیں۔‘‘
(ملفوظات جلد1، صفحہ 477، ایڈیشن 2003 قادیان)

سن 1885ء کو حضرت اقدس نے اس دعوت کی عالمگیر اشاعت کا خدائی تحریک کے مطابق خاص اہتمام فرمایا۔ چنانچہ حضرت اقدس نے بیس ہزار کی تعداد میں اُردو، انگریزی اشتہار ات شائع کئے۔ ایشیاء، یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے مذہبی لیڈروں، فرمانرواؤں، مہاراجوں، عالموں، مدبروں، مصنفوں اور نوابوں کو باقاعدہ رجسٹری کر کے بھجوائے اور میدان مذاہب میں جری اور بہادر پہلوان کی طرح گرجے اور ہر مذہب کے روحانی پیشواؤں اور لیڈروں کو مقابلہ کیلئے بُلایا۔ مگر افسوس۔ آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’وہ فرشتے جو میرے ساتھ اُترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور اُنکے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب کو توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دیئے گئے ہیں...... وہ وقت دور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔‘‘
(روحانی خزائن، جلد3، فتح اسلام، صفحہ 11)

14رجنوری 1887ء کے اشتہار میں آپ نے فرمایا ’’قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کُند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا۔‘‘
(مجموعہ اشتہارات، جلد2، صفحہ 304 تا 305)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ’’اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش کہ تا تیرے رسول مقبول افضل الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تیرے کامل ومقدس کلام قرآن شریف پر ایمان لاویں اور اس جاودانی نجات اور حیات سے بہرہ ور ہوں کہ جو نہ صرف عقبیٰ میں حاصل ہو سکتی ہے بلکہ سچے راستباز اسی دنیا میں اُس کو پاتے ہیں۔ بالخصوص قوم انگریز جنہوں نے ابھی تک اس آفتاب صداقت سے کچھ روشنی حاصل نہیں کی۔‘‘
(روحانی خزائن، جلد6، برکات الدعا، صفحہ 40)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اس دعوت وتبلیغ اور دعا کا پہلا ثمر جو عطا ہوا، تاریخ احمدیت میں اس کا ذکر یوں ملتا ہے۔

’’ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے عیسائی گروہ کے ایک گرجا کے لاٹ پادری اور امریکہ کے مقبول عام روزنامہ ڈیلی گزٹ کے ایڈیٹر الیگزنڈر رسل وب کا حضور کی خدمت میں خط موصول ہوا کہ میں نے اسکاٹ صاحب ہمہ اوستی کے اخبار کے ایک تازہ پرچہ میں آپ کا خط پڑھا، جس میں آپ نے ان کو حق دکھانے کی دعوت دی ہے، اس لئے مجھ کو اس تحریک کا شوق ہوا۔ میں نے بدھ اور ہندومت کی بابت بہت کچھ پڑھا ہے اور کسی قدر زردشت اور کنفیوشس کی تعلیمات کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ لیکن محمدؐ کی نسبت بہت کم...... میں راہ راست کی نسبت متردّد اور حق کا طلب گار ہوں اور آپ سے اخلاص رکھتا ہوں۔ اس مراسلہ پر حضور علیہ السلام نے انہیں 17ردسمبر 1886 کو مکتوب لکھا اور پھر باقاعدہ خط وکتابت جاری ہوگئی۔ جس کے نتیجہ میں مسٹر الیگزنڈر وب مسلمان ہو گئے اور یوں امریکہ کی تاریخ میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کی پہلی مہم کا آغاز ہوا‘‘
(تاریخ احمدیت، جلد اوّل، صفحہ 306 تا 307)

7ردسمبر 1892 کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں آپ نے تحریر فرمایا: ’’ماسوا اس کے جلسہ

میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کیلئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کیلئے طیار ہو رہے ہیں۔''

(مجموعہ اشتہارات، جلد 1، صفحہ 340)

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے وقت کے حاکم اعلیٰ ملکہ وکٹوریہ انگلستان کو دعوت اسلام دی۔ آپؑ نے فرمایا: یاملیکۃ الارض اسلمی تسلمین۔

(آئینہ کمالات اسلام، صفحہ 534)

کہ اے زمین کی ملکہ تُو مسلمان ہو جا۔ تُو اور تیری سلطنت محفوظ رہے گی۔ جس قوت اور شوکت سے آپ نے سلطنت برطانیہ کی ملکہ کو یہ پیغام حق دیا، وہ آپکے دلی جذبات کا آئینہ دار ہے۔ آپ کے ان مجاہدانہ کارناموں سے متاثر ہو کر سابق ریاست بہاولپور کے ایک صاحب کشف بزرگ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب آف چاچڑاں شریف خراج تحسین پیش کئے بغیر رہ نہ سکے۔ آپ نے لکھا: ''دین اسلام کی حمایت کیلئے آپ نے ایسی کمر ہمت باندھی ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کو لندن میں دعوت اسلام بھیجی ہے۔ اسی طرح روس، فرانس اور دوسرے ممالک کے بادشاہوں کو اسلام کا پیغام دیا ہے۔ آپ کی تمام تر سعی اور جدوجہد یہ ہے کہ تثلیث وصلیب کا عقیدہ جو سراسر کفر والحاد ہے صفحہ ہستی سے مٹ جائے اور اسکی بجائے اسلامی توحید قائم ہو جائے۔''

(تاریخ احمدیت، جلد اوّل، صفحہ 476 تا 477)

سن 1897 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ملکہ وکٹوریہ کی ساٹھ سالہ جوبلی کے موقع پر تبلیغ واشاعت اسلام کے سلسلہ میں اُسے کتاب ''تحفہ قیصریہ'' بھجوائی جس میں ملکہ وکٹوریہ کو تثلیث سے تائب ہو کر قرآن مجید کی سچی اور پُرحکمت تعلیم سے وابستہ ہونے کی نہایت لطیف رنگ میں دعوت دی۔ نیز ملکہ کے سامنے ''جلسہ مذاہب'' کے انعقاد کی تجویز بھی پیش کی۔

(تاریخ احمدیت، جلد اوّل، صفحہ 615)

24 اگست 1899 میں ''ستارہ قیصریہ'' کے نام سے ایک اور رسالہ شائع کیا جس میں تحفہ قیصریہ کے مضمون کو ایک دوسرے انداز میں ڈھالا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''ستارہ قیصریہ'' کے بعد خدا کے الہام سے گورنمنٹ انگریزی پر اتمام حجّت کیلئے 27 ستمبر 1899 کو ایک میموریل بھی شائع کیا۔ الغرض مذکورہ دونوں کتب آپ کے جوش تبلیغ حق اور خدمت اسلام کی آئینہ دار ہیں اور آپ نے اشاعت اسلام کیلئے ہر محاذ پر ہر ممکن حربہ استعمال فرمایا اور ایک فتح نصیب جرنیل کا حق ادا کیا۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یورپ میں اشاعت اسلام کیلئے ایک کتاب تصنیف کرنے کا ارادہ فرمایا جس کا انگریزی ترجمہ مولوی محمد علی صاحب کو کرنا تھا۔ تجویز یہ ہوئی کہ یورپ میں چونکہ قیافہ شناسی کا علم اتنا ترقی کر چکا ہے کہ لوگ محض تصویر کے خدوخال دیکھ کر صاحب تصویر کے اخلاق کا پتا چلا لیتے ہیں لہٰذا اس کتاب کے ساتھ مصنف اور مترجم کی تصاویر بھی لگا دی جائیں۔ محض یہ تبلیغی و دینی ضرورت تھی جس کی بنا پر حضور انور نے اپنا فوٹو اُتروایا۔

آپ علیہ السلام خود فرماتے ہیں: ''میں اس بات کا سخت مخالف ہوں کہ کوئی میری تصویر کھینچے۔ اپنے پاس رکھے یا شائع کرے۔ میں نے ہرگز ایسا حکم نہیں دیا کہ کوئی ایسا کرے اور مجھ سے زیادہ بُت پرستی اور تصویر پرستی کا کوئی دشمن نہیں ہوگا۔ لیکن میں نے دیکھا ہے کہ آج کل یورپ کے لوگ جس شخص کی تالیف کو دیکھنا چاہیں اوّل خواہش مند ہوتے ہیں کہ اُسکی تصویر دیکھیں کیونکہ یورپ کے ملک میں فراست کے علم کو بہت ترقی ہے اور اکثر اُن کی محض تصویر کو دیکھ کر شناخت کر سکتے ہیں کہ ایسا مدعی صادق ہے یا کاذب۔''

(تاریخ احمدیت، جلد 2، صفحہ 56 تا 57)

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فوٹو کی ''ریویو آف ریلیجنز'' انگریزی (1902 تا 1905) کے ذریعہ سے جب مغربی ممالک میں اشاعت ہوئی تو حضرت اقدس کی خدمت میں کئی لوگوں کی چٹھیاں آئیں کہ ہم نے آپ کی فوٹو غور سے دیکھی ہے علم فراست کی رُو سے ہمیں یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ جسکی یہ فوٹو ہے وہ ہرگز کاذب نہیں۔ ایک امریکی خاتون نے کہا میرا دل چاہتا ہے کہ یہ فوٹو دیکھتی رہوں یہ تو بالکل یسوع مسیح کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ ایک اور قیافہ شناس لیڈی نے کہا کہ ''یہ نبیوں کی سی صورت ہے'' بعض بڑے بڑے لوگوں نے اُسے دیکھ کر کہا کہ He is a great thinker یعنی یہ ایک عظیم مفکر ہے۔ علم قیافہ کے ایک اور انگریز ماہر کے سامنے جب حضور کی فوٹو رکھی گئی تو وہ بڑے غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ کسی اسرائیلی پیغمبر کی فوٹو ہے۔ ایک دوسرے انگریز نجومی نے بھی یہی کہا کہ یہ شبیہہ تو خدا کے کسی نبی کی ہے۔''

(تاریخ احمدیت، جلد 2، صفحہ 58)

مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کی غرض سے رسالہ ریویو آف ریلیجنز کا اجراء سن 1902 جنوری میں ہوا۔ حضور علیہ السلام کی روحانی توجہ کی بدولت رسالہ کو اندرون ملک ہی میں نہیں مغربی ممالک میں بھی مقبولیت حاصل ہوئی۔ کئی لوگوں نے اس پر ریویو لکھا۔

امریکہ کے پہلے نو مسلم محمد الیگزنڈر رسل ویب نے لکھا: ''میں یقین کرتا ہوں کہ یہ رسالہ دنیا میں مذہبی خیال کو ایک خاص صورت دینے کیلئے ایک نہایت زبردست طاقت ہوگی اور یہ بھی یقین کرتا ہوں کہ آخر کار یہی رسالہ اُن روکوں کو دور کرنے کا ذریعہ ہوگا جو جہالت سے سچائی کی راہ پر ڈالی گئی ہیں۔''

(تاریخ احمدیت، جلد 2، صفحہ 204)

کونٹ ٹالسٹائے نے روس سے لکھا: ''اس رسالہ کے خیالات بڑے وزنی اور سچے ہیں۔''

(تاریخ احمدیت، جلد 2، صفحہ 205)

ریویو آف ریویوز لندن نے لکھا: ''یورپ اور امریکہ کے وہ لوگ جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب میں دلچسپی رکھتے ہیں ان کو چاہئے کہ یہ رسالہ ضرور منگائیں۔''

(تاریخ احمدیت، جلد 2، صفحہ 205)

مذکورہ رسالہ کی شہرت ضرورت واہمیت کے پیش نظر اس کے بین الاقوامی اثر ونفوذ کیلئے جماعت کے نام ایک پیغام دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ''اصل غرض خدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے کہ جو جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائی ہیں اُن کو دُور کر کے دنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاوے اور اس غرض مذکورہ بالا کو جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام سے یاد کیا گیا ہے پورا کیا جائے اس لئے اور انہیں اغراض کے پورا کرنے کیلئے رسالہ انگریزی جاری کیا گیا ہے جسکا شیوع یعنی شائع ہونا امریکہ اور یورپ کے اکثر حصوں میں بخوبی مفید ثابت ہو چکا ہے اور بہت سے دلوں پر اثر ہونا شروع ہو گیا ہے بلکہ امید سے زیادہ اس رسالہ کی شہرت ہو چکی ہے اور لوگ نہایت سرگرم شوق سے اس رسالہ کے منتظر پائے جاتے ہیں۔''

(بحوالہ تاریخ احمدیت، جلد 2، صفحہ 205-206)

امریکن سیاح کی قادیان میں آمد

7 اپریل 1908 کو قادیان میں شکاگو کے ایک سیاح مسٹر جارج ٹرنر اپنی لیڈی مس بارڈون اور ایک سکاچ مین مسٹر بانسر کے ہمراہ قادیان تشریف لائے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تبادلہ خیالات کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ کچھ دیر بعد امریکن سیاح نے سوال کیا کہ آپ نے جو دعویٰ کیا ہے اُس کی سچائی کے دلائل کیا ہیں؟ حضور علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ خود آپ کا اتنے دُور دراز ممالک سے یہاں ایک چھوٹی سی بستی میں آنا بھی ہماری صداقت کی ایک بھاری دلیل ہے۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت، جلد 2، صفحہ 519)

انگلستان کے ایک ماہر ہیئت دان پروفیسر کلیمنٹ ریگ 12 مئی 1908 کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے لاہور میں ملے اور بہت سارے سوالات کئے۔ حضور نے بڑے لطیف اور جامع انداز میں تسلّی بخش جواب دیئے۔ اس پر موصوف نے حضور کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا مجھے اپنے سوالات کا جواب کافی تسلّی بخش ملنے سے بہت خوشی ہوئی اور مجھے ہر طرح سے کامل اطمینان ہو گیا اور یہ اطمینان دلانا خدا کے نبی کے سوا کسی میں نہیں۔

مسٹر ریگ 18 مئی کو دوبارہ حاضر ہوئے۔ سوالات کر کے اطمینان قلب حاصل کیا۔ پروفیسر صاحب بعد میں احمدی ہو گئے تھے اور مرتے دم تک اسلام پر قائم رہے اور ان کے خطوط حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے پاس آتے رہے۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت، جلد 2، صفحہ 528)

امریکہ اور یورپ کیلئے عظیم الشان دعوت مباہلہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں امریکہ میں ڈاکٹر الیگزنڈر ڈوئی نے پیغمبری اور انگلستان میں پادری پگٹ نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ حضرت اقدس نے دونوں کو اسلام کی دعوت دی اور خط وکتابت کے ذریعہ سوالات کے جواب دیئے۔ جب یہ اپنی اسلام دُشمنی اور دشنام دہی سے باز نہ آئے تو آپ نے دعوت مباہلہ دی اور یہ دونوں اسلام کی عظیم الشان فتح کے نشان بن گئے۔

انگلستان کے پادری پگٹ کو حضور نے تحریر فرمایا: ''یہ امر خدا کی غیرت کو بھڑکانے والا ہے کہ ایک شخص انسان ہو کر پھر خدا بنتا ہے۔ زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا اپنے تئیں قرار دیتا ہے اور اس طرح پر خدا کے مقدس نبیوں کی بے عزتی کا بھی موجب ہوتا ہے اسلئے میرے سچے اور پاک اور کامل خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے کہ میں ایسے شخص کو آنے والی سزا سے متنبہ کروں۔''

حضرت اقدس علیہ السلام نے پگٹ کو دوسری بار 23 اگست 1903 کو انتباہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا: ''یہ دلیر دروغ گو یعنی پگٹ جس نے خدا ہونے کا لنڈن میں دعویٰ کیا ہے وہ میری آنکھوں کے سامنے نیست ونابود ہو جائے گا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جب پگٹ کو انتباہ کیا تو وہ اپنے پورے عروج پر تھا۔

مگر اس کے بعد یکا یک غیب سے ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ عیسائیوں کی مخالفت کی تاب نہ لا کر اس نے آئندہ اپنے دعویٰ مسیحیت کا ذکر تک چھوڑ دیا۔ ڈوئی تو ولد الحرام ثابت ہوا تھا اور اسپر حرام کاری کا الزام عائد کیا گیا۔ جو عدالت میں بھی قائم رہا اور پگٹ نے اپنی بقیہ عمر گوشہ نشینی اور انتہائی کسمپرسی میں بسر کی اور نامرادی کی حالت میں اس جہان سے رخصت ہوا۔‘‘

(تاریخ احمدیت، جلد 2، صفحہ 255 تا 256)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: میری طرف سے تبلیغ کی کارروائی یہ ہوئی ہے کہ میں نے پنجاب اور ہندوستان کے بعض شہروں جیسے امرتسر، لاہور، جالندھر، سیالکوٹ اور دہلی اور لدھیانہ وغیرہ میں بڑے بڑے مجمعوں میں خود جا کر خدا تعالیٰ کے پیغام کو پہنچایا ہے اور ہزار ہا انسانوں کے رُوبرو اسلامی تعلیم کی خوبیاں پیش کی ہیں اور ستر کے قریب کتابیں عربی اور فارسی اور اُردو اور انگریزی میں حقانیت اسلام کے بارہ میں جن کی جلدیں ایک لاکھ کے قریب ہونگی تالیف کر کے ممالک اسلام میں شائع کی ہیں اور اسی مقصد کے لئے کئی لاکھ اشتہار شائع کیا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل اور اُس کی ہدایت سے تین لاکھ سے زیادہ لوگ میرے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے آج تک توبہ کر چکے ہیں اور اس قدر سرعت سے یہ کارروائی جاری ہے کہ ہر ایک ماہ میں صدہا آدمی بیعت میں داخل ہوتے جاتے ہیں اور ہمارے سلسلہ سے غیر ملکوں کے لوگ بے خبر نہیں ہیں بلکہ ممالک امریکہ اور یورپ کے دُور دراز ملکوں تک ہماری دعوت پہنچ گئی ہے یہاں تک کہ امریکہ میں کئی لوگ ہماری جماعت میں داخل ہو چکے ہیں اور خود انہوں نے غیر معمولی زلزلوں کی پیشگوئیوں کو ہمارے نشانوں کا ثبوت دینے کے لئے امریکہ کے نامی اخباروں میں شائع کرایا ہے اور یورپ کے بعض لوگ بھی ہماری جماعت میں داخل ہیں اور اسلامی بلاد کا تو کیا ذکر کریں کہ اب تک جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے کچھ زیادہ تین لاکھ سے اس جماعت میں داخل ہو چکے ہیں اور ہزار ہا نشانوں سے لوگ اطلاع پا چکے ہیں اور اکثر ان میں صالح اور نیک بخت ہیں۔

اسی صفحہ کے حاشیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک دفعہ سولہ ہزار اشتہار حقّانیت اسلام کے بارے میں انگریزی میں ترجمہ کرا کر ممالک یورپ اور امریکہ میں مَیں نے شائع کیا تھا جو کئی انگریزی اخباروں میں بھی شائع ہو گیا تھا اور وہ اشتہارات ان مقامات یورپ اور امریکہ میں پہنچائے گئے تھے جہاں لوگ اسلامی خوبیوں سے بے خبر تھے اور ایک انگریز امریکہ کا رہنے والا وب نام جو ابھی اُن دنوں میں مسلمان نہیں ہوا تھا اس کو بھی وہ اشتہار پہنچے تھے جن کے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور اب تک وہ مسلمان ہے۔

(روحانی خزائن، جلد 22، حقیقۃ الوحی، صفحہ 171-172 مع حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار

......☆......☆......☆......

قرآن مجید کا معجزہ درحقیقت معجزہ عظیمہ ہے جس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف توحید کے کامل اور پرزور بیان میں، اپنے اصول کو معقول اور مدلل طور پر ثابت کرنے میں، اخلاق فاضلہ کے تمام جزئیات کے لکھنے میں، اخلاق ذمیمہ کے معالجات لطیفہ میں، وصول الی اللہ کے تمام طریقوں کی توضیح میں، نجات کی سچی فلاسفی ظاہر کرنے میں، صفات کاملہ الٰہیہ کے اکمل واتم ذکر میں، مبدء و معاد کے پُرحکمت بیان میں، روح کی خاصیتوں اور قوتوں اور طاقتوں اور استعدادوں کے بیان میں، حکمت بالغہ الٰہیہ کے تمام وسائل پر احاطہ کرنے میں، تمام اقسام کی صداقتوں پر مشتمل ہونے میں، تمام مذاہب باطلہ کو عقلی طور پر رد کرنے میں، حقوق عباد اللہ کے قائم کرنے میں، تاثیرات وتنویرات روحانیہ میں اور پھر با ایں ہمہ فصیح اور بلیغ اور رنگین عبارت میں اس کمال کے درجہ تک پہنچا ہوا ہے کہ ہر یک حصہ اس کے بیان کا ان بیانات میں سے درحقیقت معجزہ عظیمہ ہے جس کا مقابلہ نہ کوئی آریہ کر سکتا ہے نہ کوئی عیسائی اور نہ کوئی یہودی اور نہ کوئی اور شخص جو کسی مذہب کا پابند ہے۔‘‘

(سرمہ چشم آریہ، صفحہ 273)

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالم ہے

قرآن مجید کی شان میں
حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کا بے نظیر پاکیزہ منظوم کلام

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّر بیضا نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا
جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان خدمت اسلام اور غیروں کا اعتراف

(نوید الفتح شاہد، مبلغ انچارج کچھ، گجرات)

تیرہویں صدی کا اختتام اور چودھویں صدی کا آغاز اسلام کیلئے ایسا زمانہ تھا کہ جب ہر طرف سے اسلام پر اعتراضات ہو رہے تھے اور اسے مٹانے کی پرزور کوشش کی جارہی تھی۔ اس پرخطر زمانہ میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی فرزند جلیل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے خدمت اسلام کا بیڑا اٹھایا اور اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر قرآن و حدیث کی پیشگوئیوں کے مطابق دعویٰ مسیحیت ومہدویت کیا آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مجھے خدا تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مامور کر کے دین متین اسلام کی تجدید اور تائید کیلئے بھیجا ہے تا کہ میں اس پرآشوب زمانہ میں قرآن کی خوبیاں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں ظاہر کروں۔ اور ان تمام دشمنوں کو جو اسلام پر حملہ کر رہے ہیں ان نوروں اور برکات اور خوارق اور علوم لدنیہ کی مدد سے جواب دوں جو مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔''

(برکات الدعا، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 34)

نیز فرماتے ہیں:

''اس نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اسلام کو براہین اور حجج ساطعہ کے ساتھ تمام ملتوں اور مذہبوں پر غالب کر کے دکھاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مبارک زمانہ میں چاہا ہے کہ اس کا جلال ظاہر ہو۔ اب کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔''

(ملفوظات، جلد اول، صفحہ 432، ایڈیشن 2003)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

اسلام سے نہ بھاگو راہ ہدیٰ یہی ہے
اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے

اسلام کی حقانیت اور اس کے اعلیٰ وارفع ہونے پر آپ کو کامل یقین تھا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

نگہ کردم از روئے صدق وسداد
بہ ترس خدا و بعدل و بداد
چو اسلام دینے قوی و متین
ندیدم کہ بر منبعش آفریں

یعنی میں نے حق اور راستی اور خوف خدا اور عدل وانصاف کے ساتھ خوب غور کیا لیکن میں نے اسلام جیسا ٹھوس مذہب نہیں دیکھا اسکے منبع پر آفریں۔ نیز فرمایا:

اگر نا مسلماں خبر داشتے
بجاں جنسِ اسلام نگذاشتے

یعنی اگر کسی غیر مسلم کو اسلام کی خوبیوں کا علم ہو جائے تو بخدا جان قربان کر کے بھی وہ اس دولت کو حاصل کرنے کی کوشش کریگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ حالت تھی کہ آپ علیہ السلام ہمیشہ خدمت اسلام کی آسمانی مہم میں مصروف رہتے اور اپنی نومِ نوشیں کو ترک کر کے حمایتِ اسلام میں کتب و رسائل تصنیف فرماتے۔ آپ علیہ السلام، اسلام کی حالت پر کہ چاروں طرف سے دشمنوں کے حملوں نے اسے پژمردہ کر دیا تھا، بہت افسردہ رہتے اور انتہائی درد و کرب کی حالت میں یوں مناجات کرتے:

می سزد گر خوں ببارد دیدۂ ہر اہلِ دیں
بر پریشاں حالی اسلام قحط المسلمین
دینِ حق را گردش آمد صعبناک و سہمگیں
سخت شورے اوفتاد اندر جہاں از کفر وکیں

یعنی اسلام کی پریشان حالی اور مسلمانوں کے زوال پر اگر ہر دین دار کی آنکھ خون کے آنسو بہائے تو اس کیلئے روا ہے۔ دین حق کو ایک مشکل اور خوفناک مصیبت نے گھیر رکھا ہے اور دنیا میں کفر اور دشمنی کی وجہ سے سخت شور برپا ہے۔

مسلمانوں سے خصوصی طور پر مخاطب ہو کر آپؑ فرماتے ہیں:

اے مسلماناں چہ آثارِ مسلمانی ہمیں ست
دیں چنیں ابترشما در جیفۂ دنیا رہیں

یعنی اے مسلمانو! کیا مسلمانی کی یہی علامت ہے کہ دین یوں تباہ حال ہو اور تم مُردار دنیا کے ساتھ چمٹے رہو؟ آپؑ ایک سچی تڑپ و درد دل سے شب و روز دعا کرتے کہ:

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےؐ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب وکامگار

اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کے تحت خدمت اسلام کا حق ادا کر کے دکھایا۔ آپ علیہ السلام نے اسلام کی تائید ونصرت میں 80 سے زائد کتب تصنیف فرمائیں جو کہ روحانی خزائن کی 23 جلدوں پر مشتمل ہیں۔ نیز آپ نے جو مکتوبات تحریر فرمائے اس کی 5 جلدیں ہیں اور جو اشتہارات شائع فرمائے اس کی 3 جلدیں ہیں۔ علاوہ ازیں آپؑ کے ملفوظات کی 10 جلدیں ہیں۔ ان تمام کتب و رسائل، ملفوظات ومکتوبات نیز اشتہارات میں آپؑ نے اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید پر ہونے والے اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے اور اسلام کی عظیم الشان تائید ونصرت فرمائی۔ اسلام پر ہونے والے تمام اعترضات کا جواب دیا اور اسلام کی حقیت کو پوری آب وتاب کے ساتھ ظاہر کیا۔ موافقین تو موافقین، مخالفین بھی اعتراف کر اٹھے کہ آپ ہی اسلام کے حقیقی علم بردار ہیں۔

آپ فرماتے ہیں: ''یہ عاجز تو محض اس غرض کے لئے بھیجا گیا ہے کہ تا یہ پیغام خلق اللہ کو پہنچاوے کہ دنیا کے تمام مذاہب موجودہ میں سے وہ مذہب حق پر اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے جو قرآن کریم لایا ہے اور دار النجات میں داخل ہونے کیلئے دروازہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔''

(حجت الاسلام، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 53)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔''

(تریاق القلوب، روحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 141)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسلامی خدمات اتنی عظیم الشان، وسیع اور نمایاں تھیں کہ غیر بھی اس کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ دہلی کے اخبار کرزن گزٹ کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی نے لکھا:

''مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا .... اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندیٔ ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں .... اس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اسکی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے............ اگرچہ کوئی باقاعدہ تعلیم عربی علمِ ادب اور صرف نحو کی کہیں سے حاصل نہیں کی تو بھی اپنی خدا داد ذہانت اور طبیعت کی جودت سے اتنی قابلیت عربی میں پیدا کر لی کہ بےکلف عربی لکھتا تھا...... اس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا رستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔''

(تاریخ احمدیت، جلد 2، صفحہ 565)

مولانا ابو الکلام آزاد ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر نے لکھا: ''وہ شخص بہت بڑا شخص، جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی، جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شور قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا ......مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے اور مٹانے کے لئے اسے امتدادِ زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔

مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جنرل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس

احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جاوے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔ مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر وعظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا جب کہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو محافظ حقیقی کی طرف سے عالمِ اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے، اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سِسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفان حقیقی کو سرِ راہِ منزل مزاحمت سمجھ کے مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا...... کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں اور لاکھوں مسلمان اسکے اِس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دُھواں ہو کر اڑنے لگا......

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے، قائم رہے گا۔

اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے۔ مرزا صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب نے اس وقت سے کہ سوامی دیانند نے اسلام کے متعلق اپنی دماغی مفلسی کی نوحہ خوانی جا بجا آغاز کی تھی، اُن کا تعاقب شروع کر دیا۔ ان حضرات نے عمر بھر سوامی جی کا قافیہ تنگ رکھا۔ جب وہ اجمیر میں آگ کے حوالے کر دیئے گئے اس وقت سے اخیر عمر تک برابر مرزا صاحب آریہ سماج کے چہرہ سے انیسویں صدی کے ہندو ریفارمر کا چڑھایا ہوا ملمع اتارنے میں مصروف رہے۔ اُن کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعویٰ پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے، ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جاسکیں۔

فطری ذہانت، مشق ومہارت اور مسلسل بحث ومباحثہ کی عادت نے مرزا صاحب میں ایک شانِ خاص پیدا کر دی تھی۔ اپنے مذہب کے علاوہ مذہب غیر پر ان کی نظر نہایت وسیع تھی اور اپنی ان معلومات کا نہایت سلیقہ سے استعمال کر سکتے تھے۔ تبلیغ وتلقین کا یہ ملکہ اُن میں پیدا ہو گیا تھا کہ مخاطب کسی قابلیت یا کسی مشرب وملت کا ہو اُن کے برجستہ جواب سے ایک دفع ضرور گہرے فکر میں پڑ جاتا تھا۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں، اس کی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ سے نہیں مل سکتی۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں ان سب کے لئے حکم وعدل ہوں لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی اُن میں بہت مخصوص قابلیت تھی اور یہ نتیجہ تھی اُن کی فطری استعداد کا، ذوقِ مطالعہ اور کثرتِ مشق کا۔ آئندہ امید نہیں ہے کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔''

(تاریخ احمدیت، جلد2، صفحہ 560)

الہ آباد کے انگریزی اخبار پائینیر نے مورخہ 30 مئی 1908 کے شمارے میں لکھا:

''اگر گزشتہ زمانہ کے اسرائیلی نبیوں میں سے کوئی نبی عالم بالا سے واپس آ کر اس زمانہ میں دنیا میں تبلیغ کرے تو وہ بیسویں صدی کے حالات میں اس سے زیادہ غیر موزوں معلوم نہ ہوگا جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تھے ...... مرزا صاحب کو اپنے دعوی کے متعلق کبھی کوئی شک نہیں ہوا اور وہ کامل صداقت اور خلوص کے ساتھ اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ اُن پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے اور یہ کہ انہیں ایک خارق عادت طاقت بخشی گئی ہے...... ایک دفعہ انہوں نے بشپ ویلڈن کو چیلنج دیا (جس نے اسے حیران کر دیا) کہ وہ نشان نمائی میں انکا مقابلہ کرے اور مرزا صاحب اس بات کے لئے تیار تھے کہ حالات زمانہ کے ماتحت بشپ صاحب جس طرح چاہیں اپنا اطمینان کرلیں کہ نشان دکھانے میں کوئی فریب اور دھوکہ استعمال نہ ہو...... وہ لوگ جنہوں نے مذہبی میدان میں دنیا کے اندر حرکت پیدا کر دی ہے وہ اپنی طبیعت میں انگلستان کے لارڈ بشپ کی نسبت مرزا غلام احمد صاحب سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں...... بہرحال قادیان کا نبی ان لوگوں میں سے تھا جو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔''

(سلسلہ احمدیہ، صفحہ 185)

لاہور کے اخبار ''آریہ پترکا'' کے ایڈیٹر صاحب نے لکھا: ''عام طور پر جو اسلام دوسرے مسلمانوں میں پایا جاتا ہے اس کی نسبت مرزا صاحب کے خیالات اسلام کے متعلق زیادہ وسیع اور زیادہ قابل برداشت تھے۔ مرزا صاحب کے تعلقات آریہ سماج سے کبھی بھی دوستانہ نہیں ہوئے اور جب ہم آریہ سماج کی گزشتہ تاریخ کو یاد کرتے ہیں تو انکا وجود ہمارے سینوں میں بڑا جوش پیدا کرتا ہے۔''

(سلسلہ احمدیہ، جلد اول، صفحہ 184)

لاہور کے آریہ اخبار اندر نے لکھا: ''اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو مرزا غلام احمد صاحب ایک صفت میں حضرت محمد صاحب سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور وہ صفت انکا استقلال تھا خواہ وہ کسی مقصود کو...... لیکر تھا اور ہم خوش ہیں کہ وہ آخری دم تک اس پر ڈٹے رہے اور ہزاروں مخالفتوں کے باوجود ذرا بھی لغزش نہیں کھائی۔''

(تاریخ احمدیت، جلد2، صفحہ 566)

مسٹر والٹر ایم۔ اے سیکرٹری آل انڈیا کرسچن ایسوسی ایشن نے اپنی انگریزی کتاب ''احمدیہ موومنٹ'' میں لکھا: ''یہ بات ہر طرح سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب اپنی عادات میں سادہ اور فیاضانہ جذبات رکھنے والے تھے۔ انکی اخلاقی جرأت جو انہوں نے اپنے مخالفین کی طرف سے شدید مخالفت اور ایذا رسانی کے مقابلہ میں دکھائی یقیناً قابل تحسین ہے۔ صرف ایک مقناطیسی جذب اور دلکش اخلاق رکھنے والا شخص ہی ایسے لوگوں کی دوستی اور وفاداری حاصل کر سکتا ہے جن میں کم ازکم دو نے افغانستان میں اپنے عقائد کے لئے جان دے دی مگر مرزا صاحب کا دامن نہ چھوڑا۔ میں نے بعض پرانے احمدیوں سے انکے احمدی ہونے کی وجہ دریافت کی تو اکثر نے سب سے بڑی وجہ مرزا صاحب کے ذاتی اثر اور جذب اور مقناطیسی شخصیت کو پیش کیا...... میں نے 1916ء میں قادیان جا کر (حالانکہ اس وقت مرزا صاحب کو فوت ہوئے آٹھ سال گزر چکے تھے) ایک ایسی جماعت دیکھی جس میں مذہب کے لئے وہ سچا اور زبردست جوش موجود تھا جو ہندوستان کے عام مسلمانوں میں آجکل مفقود ہے۔ قادیان میں جا کر انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایک مسلمان کو محبت اور ایمان کی وہ روح جسے وہ عام مسلمانوں میں بے سود تلاش کرتا ہے احمدی جماعت میں بافراط ملے گی۔''

(سلسلہ احمدیہ، صفحہ 186)

لاہور کے مشہور غیر احمدی رسالہ ''تہذیب النسوان'' کے ایڈیٹر نے لکھا:

''مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دل کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم۔ بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم انہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے لیکن انکی ہدایت اور رہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی۔''

(سلسلہ احمدیہ، جلد1، صفحہ 184)

الغرض عربی زبان کے مشہور محاورہ ''الفضل ما شهدت به الاعداء'' کے مطابق اہل قلم نے واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کی زبردست خدمت کی۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بہت سی معرکۃ الآراء تصانیف کے ذریعہ سے اسلام کی جو عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں اس بارہ میں چند آراء ذیل میں پیش ہیں۔

مولوی نذیر حسین دہلوی نے لکھا کہ:

'' براہین احمدیہ جیسی اسلام میں کوئی کتاب تالیف نہیں ہوئی۔'' (تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن، جلد17، صفحہ 216)

مولوی محمد حسین بٹالوی نے لکھا :

''مؤلف براہین احمدیہ نے مسلمانوں کی عزت رکھ دکھائی ہے۔''

(اشاعۃ السنہ، جلد7، نمبر4، صفحہ 348)

ایک مشہور سکھ لیڈر ارجن سنگھ صاحب ایڈیٹر ''رنگین'' امرتسر نے براہین احمدیہ کے متعلق لکھا : ''گھر گھر براہین احمدیہ کا چرچا تھا اور تمام پڑھے لکھے مسلمان اس کتاب کے مطالعہ کو ضروری سمجھتے تھے کیونکہ مسلمان عالموں کا خیال تھا کہ اس کتاب میں آریہ اور عیسائیوں کے تمام اعتراضوں کا جواب آچکا ہے۔ ہر ایک مسلمان مناظر اس کتاب کو ایک نظر دیکھ لینا ضروری خیال کرتا تھا۔ الغرض اس کتاب کی تصنیف کی وجہ سے جہاں میرزا صاحب ایک طرف ہندوستان کے مسلمانوں کی آنکھ کا تارا بن گئے وہاں آپ کو عیسائیوں

اور آریوں میں بھی کافی شہرت حاصل ہوگئی۔‘‘
(تاریخ احمدیت، جلد 1 ،صفحہ 179)

مولانا محمد حسین بٹالوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان کتاب ’’سرمہ چشم آریہ‘‘ کے متعلق لکھا کہ ’’یہ کتاب لاجواب مؤلف براہین احمدیہ مرزا غلام احمد رئیس قادیان کی تصنیف ہے ...... اس میں جناب مصنف کا ایک ممبر آریہ سماج سے مباحثہ شائع ہوا ہے جو معجزہ شق القمر اور تعلیم وید پر بمقام ہوشیار پور ہوا تھا۔ اس مباحثہ میں جناب مصنف نے تاریخی واقعات اور عقلی وجوہات سے معجزہ شق القمر ثابت کیا ہے اور اسکے مقابلہ میں آریہ سماج کی کتاب (وید) اور اس کی تعلیمات وعقائد (تناسخ وغیرہ) کا کافی دلائل سے ابطال کیا ہے........... حمیت و حمایت اسلام تو اس میں ہے کہ ایک ایک مسلمان دس دس بیس بیس نسخہ خرید کر ہندو مسلمانوں میں تقسیم کرے۔ اس میں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اصولِ اسلام کی خوبی اور اصول مذہب آریہ کی برائی زیادہ شیوع پائے گی اور اس سے آریہ سماج کی ان مخالفانہ کارروائیوں کو جو اسلام کے مقابلہ میں وہ کرتے ہیں روک ہوگی۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کتاب کی قیمت سے دوسری تصانیف مرزا صاحب (سراج منیر وغیرہ) کے جلد چھپنے اور شائع ہونے کی ایک صورت پیدا ہوگی۔ ہم نے سنا ہے کہ اس وقت تک سراج منیر کا طبع ہونا عدم موجودگی زر کے سبب معرض التوا میں ہے۔ اور اس کے مصارف طبع کے لئے آمد قیمت سرمہ چشم آریہ کا انتظار ہے۔ یہ بات صحیح ہے تو مسلمانوں کی حالت پر کمال افسوس ہے کہ ایک شخص اسلام کی حمایت میں تمام جہان کے اہل مذہب سے مقابلہ کے لئے وقف اور فدا ہو رہا ہے پھر اہلِ اسلام کا اس کام کی مالی معاونت میں یہ حال ہے۔ شاید ان خام خیالوں کو یہ خیال ہوگا کہ مرزا صاحب اپنے دس ہزار روپیہ کی جائداد جس کو انہوں نے مخالفین اسلام کو مقابلہ پر انعام دینے کیلئے رکھا ہوا ہے فروخت کر کے صرف کر لیں تو پیچھے کو وہ ان کو مالی مدد دیں گے۔ ان کا واقعی یہی خیال ہے تو ان کا حال اور بھی افسوس کے لائق ہے۔‘‘
(تاریخ احمدیت، جلد 1 ،صفحہ 300)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’اے عقلمندو! میرے کاموں سے مجھے پہچانو! اگر مجھ سے وہ کام اور وہ نشان ظاہر نہیں ہوتے جو خدا کے تائید یافتہ سے ظاہر ہونے چاہئیں تو تم مجھے مت قبول کرو۔ لیکن اگر ظاہر ہوتے ہیں تو اپنے تئیں دانستہ ہلاکت کے گڑھے میں مت ڈالو۔‘‘
(سراج منیر، روحانی خزائن، جلد 12 ،صفحہ 7)

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب آف چاچڑاں شریف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق لکھا ’’دین اسلام کی حمایت کے لئے آپ نے ایسی کمر ہمت باندھی ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کو لندن میں دعوتِ اسلام بھیجی ہے اسی طرح روس، فرانس اور دوسرے ممالک کے باشاہوں کو اسلام کا پیغام دیا ہے۔ آپ کی تمام ترسعی جدو جہد یہ ہے کہ تثلیث وصلیب کا عقیدہ جو سراسر کفر والحاد ہے صفحہ ہستی سے مٹ جائے اور اس کی بجائے اسلامی توحید قائم ہوجائے۔ مگر علماء وقت کو دیکھو کہ باقی تمام باطل مذاہب کو چھوڑ کر اس نیک مرد پر کفر کے فتوؤں سے ٹوٹ پڑے ہیں جو اہل سنت والجماعت میں سے ہے خود بھی صراط مستقیم پر گامزن ہے اور دوسروں کو بھی اسی کی راہنمائی کر رہا ہے۔ آپ کا تمام عربی کلام دیکھا جائے تو انسانی قدرت سے بالا، معارف وحقائق سے لبریز اور سرتاپا ہدایت ہے۔‘‘
(تاریخ احمدیت، جلد اوّل ،صفحہ 476)

صادق الاخبار ریواڑی نے لکھا: ’’مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو اُن کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کیلئے ساکت کر دیا ہے اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایتِ اسلام کا کما حقہ ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامی اسلام اور معین المسلمین فاضل اجل، عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔‘‘
(تاریخ احمدیت، جلد2 صفحہ 565)

چوہدری افضل حق صاحب مفکر احرار نے لکھا: آریہ سماج کے معرضِ وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسدِ بے جان تھا جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی ...... مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کیلئے پیدا نہ ہو سکی، ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشرواشاعت کے لئے بڑھا ...... اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔‘‘
(تاریخ احمدیت، جلد2 ،صفحہ 572)

’’علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ‘‘ علی گڑھ نے لکھا ’’بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔‘‘
(تاریخ احمدیت جلد2 صفحہ 565)

پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بڑی جماعت لیکر ولایت سے اس عزم کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہوا کہ تھوڑے عرصے میں ہندوستان کو عیسائی بنالے گا۔ ولایت کے انگریزوں کی زبردست مالی مدد اُسے حاصل تھی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے مقابلے کیلئے کھڑے ہوگئے اور ایسی زبردست شکست دی کہ اسے ہندوستان چھوڑ کر ولایت واپس جانا پڑا۔ اس کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا نور محمد صاحب نقشبندی چشتی مالک اصح المطابع دہلی نے لکھا ’’ولایت کے انگریزوں نے روپے کی بہت بڑی مدد کی اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لیکر ہندوستان میں داخل ہوکر بڑا تلاطم برپا کیا...... تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہوگئے اور پادری اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو چکا ہے اور جس کے آنے کی خبر ہے وہ مَیں ہوں...... اس ترکیب سے اس نے نصرانیوں کو اتنا تنگ کیا کہ اس کو پیچھا چھڑانا مشکل ہوگیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لیکر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔‘‘
(تاریخ احمدیت، جلد2 ،صفحہ 572)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’میں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک میں دُور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے۔ جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے۔‘‘
(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد3 صفحہ 403)

26-27-28 دسمبر 1896 کو ٹاؤن ہال لاہور میں جلسہ اعظم مذاہب منعقد ہوا جس میں اسلام اور دیگر مذاہب کے لیڈروں نے اپنی اپنی مذہبی کتاب سے منتظمین جلسہ کی طرف سے مقرر کردہ پانچ سوالوں کے جواب پر مشتمل تقریر کی۔ اس جلسہ کے لئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مضمون لکھا جس کا نام ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مضمون کے تمام مضامین پر بالا رہنے کی قبل از وقت خبر دی اور آپ نے اس کا اعلان بھی کر دیا۔ جب یہ مضمون جلسہ میں پڑھا گیا تو سب لوگ یک زبان ہوکر پکار اُٹھے کہ مضمون بالا رہا۔

یہ مضمون پہلے ’’رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب‘‘ لاہور میں من وعن شائع ہوا۔ بعد میں جماعت احمدیہ کی طرف سے کئی زبانوں میں تراجم بھی شائع ہوئے۔ آج تک اس مضمون کو پڑھ کر لوگ عش عش کر اُٹھتے ہیں۔ اہل فکر جو مغربی محققین میں سے تھے اس کتاب کو پڑھ کر تعریفی کلمے کہے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ برسٹل ٹائمز اینڈ مرر نے لکھا: ’’یقیناً وہ شخص جو اس رنگ میں یورپ وامریکہ کو مخاطب کرتا ہے کوئی معمولی آدمی نہیں ہوسکتا۔‘‘

سپریچول جرنل بوسٹن نے لکھا ’’یہ کتاب بنی نوع انسان کیلئے ایک خالص بشارت ہے۔‘‘

تھیا سوفیکل بک نوٹس نے لکھا ’’یہ کتاب محمد (ﷺ) کے مذہب کی بہترین اور سب سے زیادہ دلکش تصویر ہے۔‘‘

انڈین ریویو نے لکھا ’’اس کتاب کے خیالات روشن، جامع اور حکمت سے پُر ہیں اور پڑھنے والے کے منہ سے بے اختیار اس کی تعریف نکلتی ہے۔‘‘

مسلم ریویو نے لکھا ’’اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا اس میں بہت سے سچے اور عمیق اور اصلی اور روح افزا خیالات پائے گا۔‘‘
(سلسلہ احمدیہ، جلد اوّل ،صفحہ 69)

دہلی کے ایک بزرگ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مہدی و مسیح موعود کے متعلق یہ پیشگوئی کی تھی کہ

ید بیضا کہ با او تابندہ
باز با ذوالفقار مے بینم

یعنی اس امام موعود کا چمکنے والا ہاتھ وہ کام کرے گا جو پہلے زمانہ میں علی کی تلوار کرتی تھی۔
(نشانِ آسمانی، روحانی خزائن، جلد4 ،صفحہ 358)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ سیف (تلوار) کا کام قلم سے لیا جائے اور تحریر سے مقابلہ کر کے مخالفوں کو پست کیا جائے، اس لئے اب کسی کو شایاں نہیں کہ قلم کا جواب تلوار سے دینے کی کوشش کرے ع

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

اس وقت جو ضرورت ہے وہ یقیناً سمجھ لو سیف کی نہیں بلکہ قلم کی ہے۔
(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 37)

مولانا نیاز احمد خان فتح پوری لکھتے ہیں ’’میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مرزا صاحب جھوٹے انسان نہیں تھے۔ وہ واقعی اپنے آپ کو مہدی موعود سمجھتے تھے اور یقیناً انہوں نے یہ دعویٰ ایسے زمانہ میں کیا جب قوم کی اصلاح وتنظیم کیلئے ایک ہادی و مرشد کی سخت ضرورت تھی۔‘‘
(تاریخ احمدیت، جلد2 ،صفحہ 572)

......☆......☆......☆......

بحرِ حکمت ہے وہ کلام تمام

پاکیزہ منظوم کلام حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام

آؤ عیسائیو ادھر آؤ
نور حق دیکھو راہ حق پاؤ
جس قدر خوبیاں ہیں فرقاں میں
کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ
سر پہ خالق ہے اس کو یاد کرو
یوں ہی مخلوق کو نہ بہکاؤ
کب تلک جھوٹ سے کرو گے پیار
کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ
کچھ تو خوف خدا کرو لوگو
کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ
عیش دنیا سدا نہیں پیارو
اس جہاں کو بقا نہیں پیارو
یہ تو رہنے کی جا نہیں پیارو
کوئی اس میں رہا نہیں پیارو
اس خرابہ میں کیوں لگاؤ دل
ہاتھ سے اپنے کیوں جلاؤ دل
کیوں نہیں تم کو دینِ حق کا خیال
ہائے سو سو اٹھے ہے دل میں اُبال
کیوں نہیں دیکھتے طریق صواب
کس بلا کا پڑا ہے دل پہ حجاب
اس قدر کیوں ہے کین و استکبار
کیوں خدا یاد سے گیا یک بار
تم نے حق کو بھلا دیا ہیہات
دل کو پتھر بنا دیا ہیہات
اے عزیزو سنو کہ بے قرآں
حق کو ملتا نہیں کبھی انساں
جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں
ان پہ اس یار کی نظر ہی نہیں
ہے یہ فرقاں میں اک عجیب اثر
کہ بناتا ہے عاشق دلبر
جس کا ہے نام قادر اکبر
اس کی ہستی سے دی ہے پختہ خبر
کُوئے دلبر میں کھینچ لاتا ہے
پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے
دل میں ہر وقت نور بھرتا ہے
سینہ کو خوب صاف کرتا ہے
اس کے اَوصاف کیا کروں میں بیاں
وہ تو دیتا ہے جاں کو اور اِک جاں
وہ تو چمکا ہے نیر اکبر
اس سے انکار ہوسکے کیونکر
وہ ہمیں دلستاں تلک لایا
اس کے پانے سے یار کو پایا
بحر حکمت ہے وہ کلام تمام
عشق حق کا پلا رہا ہے جام
بات جب اس کی یاد آتی ہے
یاد سے ساری خلق جاتی ہے
سینہ میں نقش حق جماتی ہے
دل سے غیر خدا اٹھاتی ہے
درد مندوں کی ہے دوا وہی ایک
ہے خدا سے خدا نما وہی ایک
ہم نے پایا خور ہدیٰ وہی ایک
ہم نے دیکھا ہے دلربا وہی ایک
اس کے منکر جو بات کہتے ہیں
یونہی اک واہیات کہتے ہیں
بات جب ہو کہ میرے پاس آویں
میرے منہ پر وہ بات کہہ جاویں
مجھ سے اس دلستاں کا حال سنیں
مجھ سے وہ صورت و جمال سنیں
آنکھ پھوٹی تو خیر کان سہی
نہ سہی یوں ہی امتحان سہی

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں

پاکیزہ منظوم کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہے شکر ربِّ عزّ و جل خارج از بیاں
جس کی کلام سے ہمیں اُس کا ملا نشاں
وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
اُس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہوگیا
وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہوگیا
اُس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا
اُس سے خدا کا چہرہ نمودار ہوگیا
شیطاں کا مکر و وسوسہ بیکار ہوگیا
وہ رہ جو ذاتِ عزّوجل کو دکھاتی ہے
وہ رہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے
وہ رہ جو یارگم شدہ کو کھینچ لاتی ہے
وہ رہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے
وہ رہ جو اُس کے ہونے پہ محکم دلیل ہے
وہ رہ جو اُس کے پانے کی کامل سبیل ہے
اُس نے ہر ایک کو وہی رستہ دکھا دیا
جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا
افسردگی جو سینوں میں تھی دُور ہوگئی
ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہوگئی
جو دَور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے
چلنے لگی نسیم عنایات یار سے
جاڑے کی رُت ظہور سے اُسکے پلٹ گئی
عشقِ خدا کی آگ ہر اک دل میں اٹ گئی
جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے
موجوں سے اُس کی پردے وساوس کے پھٹ گئے
جو کُفر اور فسق کے ٹیلے تھے کٹ گئے
قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اُس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے
دنیا میں جسقدر ہے مذاہب کا شور و شر
سب قصہ گو ہیں نور نہیں ایک ذرّہ بھر
پر یہ کلام نورِ خدا کو دکھاتا ہے
اسکی طرف نشانوں کے جلوہ سے لاتا ہے

میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی اس طرح پر میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افترا کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرّہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔ اس طرح پر میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں مگر پیشگوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جاتا اس لئے جن کے دلوں پر پردے ہیں وہ قبول نہیں کرتے۔ میں جانتا ہوں کہ ضرور خدا میری تائید کرے گا جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنے رسولوں کی تائید کرتا رہا ہے۔ کوئی نہیں کہ میرے مقابل پر ٹھہر سکے کیونکہ خدا کی تائید اُن کے ساتھ نہیں۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن، جلد 18 صفحہ 210)

میں امام الزمان ہوں اور خدا میری تائید میں ہے
اور وہ میرے لئے ایک تیز تلوار کی طرح کھڑا ہے اور مجھے خبر دی گئی ہے کہ
جو شرارت سے میرے مقابل پر کھڑا ہو گا وہ ذلیل اور شرمندہ کیا جائے گا

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''میں یہ نہیں کہتا کہ پہلے نشانوں پر ہی ایمان لاؤ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر میں حَکَم نہیں ہوں تو میرے نشانوں کا مقابلہ کرو۔ میرے مقابل پر جو اختلاف عقائد کے وقت آیا ہوں اور سب بحثیں نکمی ہیں۔ صرف حَکَم کی بحث میں ہر ایک کا حق ہے جس کو میں پورا کر چکا ہوں۔ خدا نے مجھے چار نشان دیئے ہیں۔

(۱) میں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

(۲) میں قرآن شریف کے حقائق معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

(۳) میں کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہو چکی ہیں اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے۔

(۴) میں غیبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ یہ خدا تعالیٰ کی گواہیاں میرے پاس ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں میرے حق میں چمکتے ہوئے نشانوں کی طرح پوری ہوئیں۔

آسماں بارد نشان الوقت مے گوید زمین   این دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

مدت ہوئی کسوف خسوف رمضان میں ہو گیا۔ حج بھی بند ہوا اور بموجب حدیث کے طاعون بھی ملک میں پھیلی اور بہت سے نشان مجھ سے ظاہر ہوئے جس کے صدہا ہندو اور مسلمان گواہ ہیں جن کو میں نے ذکر نہیں کیا۔ ان تمام وجوہ سے میں امام الزمان ہوں اور خدا میری تائید میں ہے اور وہ میرے لئے ایک تیز تلوار کی طرح کھڑا ہے اور مجھے خبر دی گئی ہے کہ جو شرارت سے میرے مقابل پر کھڑا ہو گا وہ ذلیل اور شرمندہ کیا جائے گا۔ دیکھو میں نے وہ حکم پہنچا دیا جو میرے ذمّہ تھا۔''

(ضرورۃ الامام، روحانی خزائن، جلد 13، صفحہ 496)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میرا عقیدہ ہے اور لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ پر آنحضرت ﷺ کی نسبت میرا ایمان ہے
مَیں عین ضرورت کے وقت خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میرا عقیدہ ہے اور لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ پر آنحضرت ﷺ کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جس قدر آنحضرت ﷺ کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں...... میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا خدا اور رسول پر وہ یقین ہے کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلہ میں تو بفضلہ تعالیٰ یہی پلہ بھاری ہوگا۔‘‘ (کرامات الصادقین، روحانی خزائن، جلد 7، صفحہ 67)

’’اے بندگان خدا آپ لوگ جانتے ہیں کہ جب امساک باراں ہوتا ہے اور ایک مدّت تک مینہ نہیں برستا تو اس کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئیں بھی خُشک ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس جس طرح جسمانی طور پر آسمانی پانی بھی زمین کے پانیوں میں جوش پیدا کرتا ہے اُسی طرح روحانی طور پر جو آسمانی پانی ہے (یعنی خدا کی وحی) وہی سِفلی عقلوں کو تازگی بخشتا ہے۔ سو یہ زمانہ بھی اس روحانی پانی کا محتاج تھا۔

مَیں اپنے دعوے کی نسبت اس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مَیں عین ضرورت کے وقت خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں جبکہ اس زمانہ میں بہتوں نے یہود کا رنگ پکڑا اور نہ صرف تقویٰ اور طہارت کو چھوڑا بلکہ ان یہود کی طرح جو حضرت عیسیٰ کے وقت میں تھے سچائی کے دشمن ہو گئے تب بالمقابل خدا نے میرا نام مسیح رکھ دیا۔ نہ صرف یہ ہے کہ مَیں اِس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں بلکہ خود زمانے نے مجھے بلایا۔‘‘

(یادداشتیں براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن، جلد 21، صفحہ 428)

اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے

اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اِس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اِس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا اور پھر میں نے اس پر کفایت نہ کر کے اس وحی کو قرآن شریف پر عرض کیا تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آخری خلیفہ مسیح موعود کے نام پر اسی اُمّت میں سے آئے گا۔ اور جیسا کہ جب دن چڑھ جاتا ہے تو کوئی تاریکی باقی نہیں رہتی اسی طرح صدہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اِس بات کیلئے مجبور کر دیا کہ میں اپنے تئیں مسیح موعود مان لوں۔ میرے لئے یہ کافی تھا کہ وہ میرے پر خوش ہو مجھے اِس بات کی ہرگز تمنا نہ تھی۔ میں پوشیدگی کے حُجرہ میں تھا اور کوئی مجھے نہیں جانتا تھا اور نہ مجھے یہ خواہش تھی کہ کوئی مجھے شناخت کرے۔ اُس نے گوشۂ تنہائی سے مجھے جبراً نکالا۔ میں نے چاہا کہ مَیں پوشیدہ رہوں اور پوشیدہ مروں مگر اُس نے کہا کہ مَیں تجھے تمام دنیا میں عزّت کے ساتھ شہرت دُوں گا۔‘‘

(روحانی خزائن، جلد 22، حقیقۃ الوحی، صفحہ 153)

اخبار بدر اپنی ویب سائٹ www.akhbarbadrqadian.in پر بھی دستیاب ہے قارئین استفادہ کرسکتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جمعہ کے دن اللہ کے گھر کے ہر دروازے پر فرشتے ہوتے ہیں۔ وہ خدا کے گھر میں پہلے آنے والوں کو پہلے لکھتے ہیں اور آنے والوں کی فہرست ترتیب وار تیار کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب امام خطبہ شروع کرتا ہے تو وہ اپنا رجسٹر بند کر دیتے ہیں اور ذکر الٰہی سنتے ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب الجمعہ باب الاستماع حدیث نمبر: 877)

طالب دعا: ایڈوکیٹ منور احمد خان، صدر جماعت احمدیہ پوری اُڈیشہ
مع فیملی، افراد خاندان ومرحومین

حدیث نبوی ﷺ

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم دیکھو کہ اللہ کا خلیفہ زمین پر موجود ہے تو اس سے وابستہ ہو جاؤ۔ اگر چہ تمہارا بدن تار تار کر دیا جائے اور تمہارا مال لُوٹ لیا جائے۔ (مسند احمد بن حنبل۔ حدیث نمبر 22333)

طالب دعا: ایڈوکیٹ آفتاب احمد تیاپوری مرحوم
مع فیملی افراد خاندان ومرحومین، حیدرآباد

کلام الامام

’’ہر ایک اُمت اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک اس میں توجہ الی اللہ قائم رہتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4، صفحہ 292)

طالب دُعا: الٰہ دین فیملیز، انکے بیرون ممالک کے عزیز رشتہ دار ودوست نیز مرحومین کرام

کلام الامام

’’جب تک مسلمان قرآن شریف کے پورے متبع اور پابند نہیں ہوتے وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4، صفحہ 379)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیاپوری مع فیملی، افراد خاندان ومرحومین
صدر وامیر ضلع جماعت احمدیہ گلبرگہ، کرناٹک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ۝لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ۝ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ۝

اور اگر وہ بعض باتیں جھوٹے طور پر ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اسے ضرور داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ پھر ہم یقیناً اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔ (سورۃ الحاقۃ 45 تا 47)

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام بانی مسلم جماعت احمدیہ نے اسلام کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے رُوحانی تعلق پر متعدد مرتبہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بتایا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ ایسے اکثر وبیشتر ارشادات کو یکجا کر کے ایک کتاب

’’خدا کی قسم‘‘

کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ کتاب حاصل کرنے کے خواہش مند حضرات بذریعہ پوسٹ کارڈ/ای میل **مفت** کتاب حاصل کریں۔

E-Mail : ansarkkq@gmail.com
Ph : 01872-220186, Fax : 01872-224186
Postal-Address:Aiwan-e-Ansar,Mohalla Ahmadiyya,Qadian-143516,Punjab
For On-line Visit : www.alislam.org/urdu/library/57.html

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar.
And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab.
And published at office of the Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Harchowal Road, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد محمود سویڈن، مسجد سلام جرمنی، مسجد سبحان جرمنی کا افتتاح فرماتے ہوئے

28/اگست 2016 کو Pfungstadt اور 30/اگست 2016 کو Frankenthal جرمنی میں مساجد کے سنگ بنیاد کی تقریب کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطاب فرماتے ہوئے

9/مئی 2016 کو کوپن ہیگن (ڈنمارک) میں ایک استقبالیہ تقریب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دُنیا کو اسلام کا امن بخش پیغام دیتے ہوئے

17/مئی 2016 کو سویڈن کے دارالحکومت سٹاک ہوم میں ایک استقبالیہ تقریب میں حضور پُرنُور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطاب فرماتے ہوئے

EDITOR
MANSOOR AHMAD

Tel : (0091) 82830-58886

Website : akhbarbadrqadian.in
: www.alislam.org/badr

E-mail :
badrqadian@rediffmail.com

Registered with the registrar of the newspapers for India at No. RN 61/57

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 65 Thursday 22-29 December 2016 Issue No. 51-52

MANAGER
NAWAB AHMAD

Tel : (0091) 94170-20616

SUBSCRIPTION
ANNUAL: Rs. 550
By Air : 50 Pounds or 80 U.S $
: 60 Euro or 80 Canadian Dollars

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورہ سویڈن ماہ مئی و دورہ جرمنی ماہ اگست ستمبر 2016ء کے دوران معزز شخصیات کی حضور انور سے ملاقات و میڈیا کے نمائندگان کا حضور انور سے انٹرویو اور پریس کانفرنس

جمیل احمد ناصر پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر:۔نگران بدر بورڈ قادیان